

رَبِّ الْعَالَمَاتِ زَيْنُ الْمُرْسَلِينَ

# حَيَاةٌ وَارِثٌ

حصہ دوم

مصنف جناب مرتضیٰ محمد ابراء یم بیگ صاحب تیڈاواری تکھتوی

نفاق سے اخراج ایکیں اس کے ساتھ حضرت جبیل عجیٰ علیہ الرحمۃ کا یہ متن قول ہے  
قابل لحاظ ہے جو خود صیات مرتبہ رضا کی صراحت میں آپ نے فرمایا ہے کہ رضائے حق کا  
تعلق اس مخصوص قلب سے ہوتا ہے جس کی صفت یہ بذریٰ قلب تھیں فیہ غبارۃ الْتَّفَاقِ  
یعنی غبار نفاق اور تکرر غایم سے وہ مکدر اور الودہ نہ ہو۔ وہ رضائے الہی پر نامہ میں  
کی لمبیت نہ ہے۔

صاحب کشف المحبوب لکھتے ہیں کہ پھر حضرت عجیٰ نے اپنے اس ارشاد کی وجہ  
میں فرمایا کہ لفظ نفاق کو جو خلاف مرتبہ رضا شرط گردانہ ہے۔ اس کی محل اور حقیقت  
پر کہ نفاق صند ہے وفاق کی۔ اور وفاق میں محبت ہے پس مقصود ہمارا یہ ہوا کہ جو قلب  
نفاق سے محرر اور متنفر ہے وہ ضرور محبت سے معمور اور متاثر نہ گا۔ اور ہیں میں  
رضائیں شاہد ہے نیاز کے نثار اور ارادہ کے سامنے جانباز اور لبیک کہنے والا ہو ستا ہو۔  
آپ کی اس تشریع سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ فی قلب تھیں فیہ غبارۃ الْتَّفَاقِ  
کا صحیح معنی یہ ہے کہ جو قلب غبار نفاق سے آلوہ ہے۔ وہ امر خن کی تسلیم کا اہل ہے کی  
نہیں سکتا اس لئے کہ صفت وفاق سے محرر ہے اور جو کہ رضائے الہی کی تبلیغ شرط  
پر محبت ہے کیونکہ خود مرتبہ رضائیہ ہے محبت کا۔ اس واسطے یہ بازم ہو گیا کہ جو دل نمازیت  
سے محور ہو گا وہ ضرور احکامِ قضا و قدر کے آگے بلا اعراض و انکار سرنگوں رہتے گا۔  
غرض نفاق و وفاق یا دل کیجیے کہ نفترت کل اور تعلق قلبی یہ دو صفات ہیں۔ اور  
دولی میں ان کے خن و قبح کے لحاظ سے یہ تفرق ہے کہ ایک صفت نہ ہوں ہر دوسری  
محبود۔ نفاق دشمنوں کی صفت ہے۔ اور وفاق دوستیوں کا شیوه ہے۔ اور دولی صفات  
صفات قلبی ہیں۔ ہر قلب کو اپنی دو صفتیں میں سے ایک صفت سے تعلق یادہ ہوتا ہے۔  
اور ان ہر دو صفات سے قوائے انسان یا اس قدرت اثرا پر پتے ہیں کہ انسان کے آتوال و  
احوال ہر اس کا اظہار پتتا ہے کہ یہ صفت نفاق سے موصوف ہے۔ یا نیز نفاق کو متغیر ہے۔

الحاصل جبکہ صفات نفاق و فاق کا اثر انسان کے قول و فعل سے ظاہر ہوتا ہے پیارو سے لفظوں میں یہ کہا جائے کہ انسان کی قلبی بانہیت کا اندازہ اس کے طرزِ گفتار اور طریقِ اطوار سے ہوتا ہے تو اس تشریع سے شروعت اس کی پیش آئی کہ اب ہم حضور قبلہ عالم کے اقوال و احوال بنا کمال خود رکھاں اس لئے مطا العکریں کہم کہ میاز ہو جائے کہ آپ کے حالات و عادات کو کہاں تک صفات نفاق یا وفاں سے سروکار اور ان دونوں صفات میں سے کس صفت کو آپ کے قلب پر طہری سے زیادہ تعین ہے۔ لہلہ پہلے صفت نفاق کی نسبت یہ عرض کروں گا کہ ہمارے غیر تجسس کا آخری تجسس یہ مکلتا ہے کہ سرکار عالم پناہ کا قلب متور سراپا صفت و فاق سے الیسا ملوا دیمور تھا لکھ جس پر غبار اتفاق قیدہ عناد کا سایہ بھی نہیں پڑا چنانچہ آپ کے حالات شادات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے مراجح ہمایوں کی مخصوص صفت فتنی کہ نفاق کے نام سے ایک غفرت کی ہے کبھی کسی کو دشن سمجھا کہ کسی کے دشمن ہوئے۔ بہیتے آپ کی پشم خیں بیں نہ عذریں الہی کو لان کی عمل او حقيقة کے لحاظ سے بغیر کسی تحضیں یا تفریق کے ایک لظر سے کھیا اور میقتضا کے مشرب اتحاد ہر قوم او طبقت کے اذاد کو تحریجاً اور بجز موافقت کے کیتے کیکو اختلاف و عناوینها۔ کیونکہ عنایت وہی سے آپ کا سائیہ یہ کہ نعمت نفاق سے غبار قیدہ راست سے الیسا پاک اور محفوظ تھا کہ دوست دشمن کی کی تفریق۔ نیگاہ اور بگیاں میں ذق داتیاں۔ بہیتے سبے ایک انداز سے پیش کئے۔ بلکہ آخراعیار پر زیادہ عنایت قائم تھے۔ اور غیر مشربے اُسی طرح ملاقات کرتے تھے جس طرح ایک سچانہ ہی شخص اپنے ہم نہ ہوئے ملتا ہے۔ چنانچہ یہ واقع ہے کہ جب کوئی ہندو یا میانی۔ یہودی۔ پارسی از روئے ارادت ظل عاطفت وارثی میں پناہ گزیں ہو تو حضور قبلہ عالم نے بکمال شفقت ہکتو یہ جدی ہی کی تلقین اور محبت ایزدی کی ہمایت اسی طرح فرانس جس طرح ایک حق پرست مسلمان کو اپنے بیت میں داخل کرتے اور اس کو وحدانیت خداوندی کا سابق دیتے تھے۔

حضور قبل عالم کے خلیص اور مادت کے بنا و کا ایسا گھم اثر تھا کہ دوسرے  
نہ ہیکے پر ستارہ جو طریق آبائی سے خبردار تھے بمال ارادت آپ کے حلقوں گوش ہوتے تھے  
بالتفصیل تذکرہ آئندہ آئیجہا لیکن اس مسئلہ میں بھی دچار صفات کا ذکر متیناً نہ تھا اس  
چنانچہ باپگنیش پر شاد صاحبہ نیں الہادی نے۔ جو خاندانی نیں اور جاہن نتھے اتنا  
وانغہ بیان کیا۔ کہ یہ بضرورت مکان سے اونا ز آیا مقام۔ بیشن پر دیکھا کہ ایک فینس کی  
ہے اور اس کے گز لوگوں کا ہجوم ہے نہیں سمجھا کہ کوئی دوہا ہے۔ اور خود بخود بھی خیال ہوا  
تم بھی دیکھو دھاکیا ہے فینس کے تربیت گیا تو یہ کر خیر کیھا کہ دوہا نہیں ہے مگر پرستی  
یہیں خدا کی تقدیرت کا مسئلہ کا قدم ایک مرتب ہے جس کے شوق ہمہ بہیں ہر طبقہ کے ہندو مسلمان  
محبیت کے عالم میں کھڑے ہیں میں اور تربیت گیا۔ اور قدیم بوس ہمارے چند الائچیاں پیش کیئی چنے  
سکا کہ الائچیاں قبول فرمائیں اور ارشاد ہوا کہ سیدھہ جاؤ پھر ماذا قاتم ہوگی۔ اسی وصیت میں  
سماعتی آگئی۔ اور حضور رسول ہو کر لکھوٹ شریف لے گئے۔

اور میری حالت یہ ہوئی کہ جس کام کے لئے اونا ز آیا مقام۔ ایک شب ہابھی گزرنا  
کر سکا۔ اور پریشا نی اس تدریج گئی کہ نشیب کرنیتاً نہ کھانا کھایا۔ دوسرے روز کی  
حالت ہنطڑاں میں کھٹوآ یا حب اپنے دوہا کے سامنے حاضر ہوا اپنے عجیبہ ل آپنے نظر  
سے دیکھا اور فرمایا کہ سیدھہ آگئے۔ ذتاب ہوئی۔ میں نے عرض کیا تھا یہ کہ جل قفل ای  
میں داخل فرمائیے۔ قبل عالم نے بیت لی۔ اور فرمایا اب زیادی محبت پر خدا کی محبت غافل  
ہوئی۔ اچھا۔ هر جانما۔ گراٹ نہ کرنا۔ اول اسی روز میں الہادی واپس آیا۔ لیکن یہ ریڈیونگی  
میں بذریعہ اضافہ ہوتا رہا۔ جتنی کہ کوچاپاٹ چھوٹ گیا۔ کچھ عرصے کے بعد دیروی شریف  
نیں اکر قدیم بوس ہوا۔ یہ زمرہ نہیں۔ انھیاں تھا کہ آپ نے آہن سے پیغمبر پر گھر نس اسکر فرمایا  
سیدھہ اپنے ہر کمزیر آگئے۔ اچھا درگاہ میں فضل حسین کے پاس رہو۔  
پھر شرمن کر سیدھہ صاحب کے اخواں نے قتل جانوار قبضہ کر لیا۔ اور کچاپس روپیہ

ماہوا رسیجیم صاحب کے خرچ کے واسطے مفتر کرتے یہ سبھے صاحب دیپسی شریفین ہیں زیادہ قیام کرنے لگے۔ ہر روز صحیح و شام حاضر فرمات ہوتے۔ اور تباہی آواز سنتے کہتے میرے دوہا۔ اور قدم بوس ہو کر فرمودی الائچیاں اسی طرح پیش کرتے جس طرح پہلے روز اشیش انداز پر پیش کی تھیں۔

علی ہذا ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم دریمنگستے والپی کے وقت حسٹ علا گوکھنگ میڈشی صفحہ حسین خان صاحب (رض) کے ہمان ہوتے مہرشید شریعت الدین رض (ایک یونہی) ہمراہ رکاب تھے۔ کہ بعد عصر ایک مقندر انگریز حاضر فرمات ہوا حضور حسٹ علا دخلاق سے پیش آئے۔ مگر وہ انگریز برایا اپ کی عورت دیکھا کیا۔ اور جب آپ نے خدمت کیا تو چلا گیا۔ رات کو پھر حاضر ہوا۔ اور ہفت مودب طریقے سے عرض کیا کہ میں ہو پہنچ سکتا ہوں کہ پہلے آپ کا کیا نام تھا۔ آپ نے فرمایا یہی جو آج ہے "اس نے کہا انہیں بنت کیجیے جو ہمیں خوب جانتا ہوں کہ پہلے آپ کا نام عیسویت تھا۔ اور یاد لانا ہوں کہ ہماری فراکر آج اپنا وعدہ بھیجئے۔ وہ نہ ایک بے گناہ کا خون آپ پر ہو گئی مہرشید الدین موصوف نے کہہ کر صاحب آپ کی یہ تغیری تغوری تفصیل کی ملتی ہے اس نے کہا کہ ایک سال سے کچھ زیادہ ہوا کہ دیسپر کی، ہتھاتخ کو میں نے خواب میں بیکھا کہ منج نے اپنے سینہ سے مجھ کو تواہ کر لیا۔ اور مانپی چار کا کونہ پکڑ کے کہا گھبراو دیں۔ تم کو بھی تھا آپ کپڑا دین گے۔ اس وقت منج کا ایسا ہی کپڑا تھا۔ جیسا ان کلہے۔ اور منج کی ایسی ہی صورت تھی صیی اُنکی ہے۔ اس نے میں تنظر کرنا ہوں کہ ہمارا تھا منج ہم کو کب کہ کپڑا دیکھا۔ آج میں نے پہلے اشیش پر دیکھا۔ تو کچھ مشہد ہیا مچار بھیجے اگر کیجا اور علیہ طیا لائے جاتا رہا۔ اور پہچان لیا کہ یہ می وعدہ فراموش ہیں جن کو چودہ ہینٹے سے میٹھ کر رہا ہوں۔ مہرشید شریعت الدین نے حضور سے عرض کیا کہ اب آپ کیا فرمانے میں حساب نہ تو آپ کی پہچان لیا۔ آپ نے فرمایا کہ ان کو مشہد ہوا ہے یہم دحقیقت منج

نہیں ہیں۔ مشرشرت الدین نے عرض کیا کہ صاحب توجہان دینے پر آمادہ ہیں۔ پس فکر  
عالم کو فوراً حرم اگی۔ اور انہیں کھویں کر دیا اور ارشاد ہے اُس کو باندھ لونا صاحبِ صدیف  
نے اپنے کپڑے آتا کر رہیں گے دیئے۔ اور جب تہیں باندھ چکے تھے حضور قبلہ عالم نے فرمایا  
”تمہارا نام دلائی شاہر کھا۔ آب دنیا کے واسطے کوئی کام نہ کرنا۔ اور خدا  
کی محبت میں مجانا۔ اور کبھی کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا۔ نیپال جاؤ۔ اور  
پہاڑ کی جس چوڑی پر دل چاہے بیٹھ رہو۔ تمہارا جو حصہ ہو گا وہیں لمبیگا۔“  
ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم فیض آباد میں قیام پذیر فتنے کے ایک مہنت صاحب  
ملاقات کی غعن سے حاضر فرمت ہوتے۔ اپنے ان سے معاف نہ کیا۔ اور پاس بھایا۔  
گشا میں صاحبِ حضور کے ہر خلاف اور ضلیل من کو بیدار تاشریف کے اور عرض کیا۔ ہمارے دلخواہ  
نظر ہے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ مہنت جی یعنی چوڑی بھی کیا ہے۔ گشا میں جسے عرض کیا تا جو دلخواہ  
وہ لوگوں کے قدموں میں پیس بھکر کر آیا ہے۔ کہ بعکاری کا کنڈل آپکے بہم شا لے کر خالی نجایت کیا  
حضور نے خادم سے چار سنگتے منگائے اور اپنے ہاتھ کو دیکر فرمایا۔ مہنت جی حاوی پھر ملاتا تھا  
ہو گی۔ گشا میں حبیت مکر کے باہر آئے تھے جو یا اپنے مکان جائیکے دہنیں پر میتھی گئے اور کسی  
خیال میں ایسے مستخرق ہوئے کہ انھیں سے آنسو جاری نہ تھے۔ مگر انکو اپنی اس طرفت کا ہوش نہ  
تھا۔ جب آئی اس کیفیت کا ذکر حضور کے سامنے ہوا۔ تو آپ نے بلا کر فرمایا۔ مہنت جی تم نے  
محبت میں بن بھی کھویا اور دنیا بھی بریاد کی۔ اُنہوں نے غصہ کیا۔ بہم آتا۔ اگر دین دستا  
کے سامنے جان بھی جلتے تو منظور ہے۔ لیکن اب ایک تنا یا ہے کہ میرے استھان میں  
آپکے قدم جائیں اور بیان کا روکھا سوکھا بھیجن۔ آپ قبول نہیں۔ وہندہ سبیل اگ  
لکا کر جنگل کی مکمل جائزگا۔ حضور نے متبقہ بیوں سے فرمایا۔ ”بھی سے گھر میں آگ لگانے  
لگے۔ بخیر تھا ری خوشی یہی ہے تو کل دوپہر کے بعد جائیں گے۔“  
یہ مژده سُن کر گشا میں صاحب نے خوش ہو کر قدم بوسی کی۔ اور اسی وقت

اپنے مکان : ایں گئے۔ اور دوسرا سے روڑ حسب و عدہ و قت مقررہ پر جائز ہوئے۔ اور حصہ قبیلہ عالم کو اپنے مکان پر لے گئے اور ایک دیس کمرے میں نفیں فرش پر تیر لگانے تھے۔ اس پر آپ کی بیٹھادیا۔ اور براہ کا دوسرا کمرہ خدام کے واسطے آراستہ کر رکھا تھا۔ اس میں ہم لوگوں کو پھرایا۔

گوشائیں صاحب کا مکان اور صیافت کا سامان دیکھ کر حملوم ہوا کہ علاوہ نہ پیشوا ہونے کے موصوف بہت خوشحال بھی ہیں۔ اور بڑے پیارے پروغت کا ایظام کیا ہے۔ با وچی کھانا پکار ہے ہیں۔ اور چند محزر مسلمان ہوتے ہم بھی سمجھتے ہیں۔ خاطر و مدارات کے لئے کربستہ ہیں۔

رات کو پر تکلف کھانے دستران پر چنے گئے یعنی حضور نے حسب محوال ال چپا تھی اور شور یا ناول فرمایا۔ بارہ بجے کے بعد حاویم ہوا کہ مہنت صاحب خدمتیں حاضر ہو ناچاہتے ہیں۔ آپ نے بھایا۔ مہنت جی تم بوس ہو کر مدینہ گئے۔ مگر دیکھا کہ محل ایک گدال ان کے ہاتھ میں ہے جب حضور خا طب ہوئے تو گشائیں صاحب نے عز کیا کہ ہر لمحہ یہ کدال حاگر ہے۔ جو چیزیاں کی خلاف مزاں ہو۔ اسکو خود کھرو۔ یا مجید کو حکم ہے تو میں اس کو سارکروں آپنے فرمایا مہنت جی جو رب ہے مہی رام ہے کس کو توڑیں کس کو بنائیں کھو دنا تو دو بدھا ہے جس نے دل سے من و تو کا خیال مکمال دیا۔ وہ ہر جگہ ایک ذات کو دیکھتا ہے مہنت جی نے عرض کیا۔ اگر نہیں۔ تو مجھے اپنا چیلا بنا لیجھو نے ان کو مرید کیا۔ مہنت جی نے ہاتھ جڑ کر عرض کیا۔ گرو جی۔ دیہیں گیاں کے لئے کوئی منزدہ۔ آپنے فرمایا پتھر کو نہ پوچھنا۔ اور دین رُنیا کا جو کام کر دخدا کی محبت سے خالی نہ ہو۔ اور خن کی طلبیں ہن کا ذکر کر اس طرح کیا کرو۔ بکر ذکر سے کوئی ساش خالی نہ جائے۔ اوڑیں سال تک خدا کے بھروسے پر سفر کرو۔ راستہ میں بلا قید نہ ہب جو تیر تھے۔ مندر مسجد۔ مزار ملے۔ بغیر تھصب غلطت کے ساتھ

اس کی زیارت کرنا۔ اور گھیرانا نہیں یہم لئے ہارے ساتھ ہیں۔“

صحیح کو ہفت صاحبؒ پنچ چلیوں کو بھی مرید کرایا۔ اور حضور قبلہ عالم فے ہر کب کو اسکی حیثیت و تحداد کے اعتبار سے ہدایت فرمائی۔ پھر ہفت صاحبؒ بعض ہندو مسلمان چاہیے حلقة بگوش ہوئے اور شام کی کاڑی سے حضور مجھے خدام جزو تو تشریف لیا گئے۔ عرض کہ ہمارے سرکار عالم پنا کے قلب محققاً اس نہیں باشان صفت فی قلب لکھیں فیلہ غبارۃ التفاوت“ کا اظہار چار دنگ عالم میں رائے سلم التبوت طریق تھے ہمیں کہ بجز اقرار کے اپنے کسی فرقے کو گریزو انکار کا موقع نہیں رہا جس کو اپنی سچی محبت اور خاموش ہدایت کے لذات اور گاپ کے صدق و خلوص کے برکات کیا جائے تو یہاں نہ ہنگا کہ دنیا کی ہر قوم و ملت کے ہزار ہا افراد کو قید تقریباً سے ایسا آزاد کیا کہ محبت الہی کے جوش میں متفق اور دوش پر ہٹنے لگے۔ اور یہم متحدا درہم خیال ہو گئے۔

صفتِ محبت اب حضرت عجیب عجیب کی دوسری مشروط صفت کہ وطنائے الہی کے واسطے محبت لازمی ہے۔ اس کی نسبت ہم غلامین وارثی یا داڑلند کہتے ہیں کہ عتنا وہی سے ہمارے حضور قبلہ عالم کی قلبی مطہر اور محبت سے ایسا ملوا اور بد رحم تھم معمور تھا جسکی مثال ہمارے خیال میں ناممکن اور محال ہے۔ اور زمان دشا ہر ہے کہ آپ کے عادات و حالات سے محبت الہی کے اثرات کا انیں خصوصیات کے ساتھیں اٹھا رہا جس طرح یہ صفات کا یہ کے برکات یا نصرفات سے خاص و منفرد اور فائز از المرام ہوتے رہے۔ اور آپ کے اکثر ارشادات کا بھی یہی غہبوم ہے کہ محبت کے وشوگنڈ راستہ میں پشت و مستقل اثیت حضرت قادر دوالجہاں کو بغیر کسی حیل و اعراض کے بطيء خاطر قبول و منظور کرنا آپ کا حقیقی مسلک ہے۔

اور اسی مناسبت سے ہمیشہ سرکار عالم پناہ نے ارادتمند دل کو محبت کی ہڑا فرمانی اور عام طور پر ارشاد ہوا کہ محبت ہمارا عین مشرب ہے۔

اور اگر محبت کی نوعیت و اہمیت بتائیج و مفاد استے آگاہ کرنا مقصود ہوا تو  
 اکثر یہ فرمایا کہ "محبت بھی خدا کا ایک راز ہے" اور یہ بھی ارشاد ہے کہ باحقیقت  
 کا زینہ محبت ہے۔ یہ بھی یہ بھی فرمایا کہ فرشتوں کو محبت جزوی دی گئی اور انسان کو  
 محبت کامل محنت ہوتی ہے اور کبھی یہ بھی ارشاد ہوا کہ "اگر محبت صادق ہوتی ہے  
 تو محب کو ہر چیز میں محبوب کا جلوہ نظر آتا ہے"۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ محبت ہی کے  
 بسب انسان اشرف الخلائق ہوا یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ اگر محبت ہے  
 تو مسجد اور مندر میں ایک شان نظر آئے گی۔ یہ بھی فرمایا کہ "محبت میں قابت  
 ضرور ہوتی ہے"۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ "محبت میں شیطان بھی غیر ہیں"۔ ۶۱ میں ضمیر  
 کو دوسرے الفاظ میں لیوں بھی فرمایا ہے کہ "محبت میں شیطان بھی دوست ہے"۔  
 ہے۔ یہ بھی ارشاد ہوا کہ "محبت میں بریاد ہوا وہ حقیقت میں آباد ہوا"؛ اکثر یہ بھی  
 فرمایا ہے کہ محب صادق کے واسطے ہر ذرہ محرفت کا آئینہ ہوتا ہے۔ یہ بھی  
 ارشاد ہے کہ محبت میں انسان انھا اور بہرا ہو جاتا ہے۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ محب  
 کو بجز ذات کے صفات سے تعلق نہیں رہتا۔ یہ بھی ارشاد ہے کہ محبت میں  
 عقل نائل ہو جاتی ہے۔ یہ بھی بارہا فرمایا ہے کہ محبت میں استظام نہیں۔ یہ بھی فرمایا  
 ہے کہ انسان نے محبت کا یار گراں جیسا اٹھایا۔ تو سرکار شاہد یے نیاز سے  
 ظلمیا جھولा کا خطاب ملا۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر محبت کامل ہے تو ایمان بھی کامل  
 ہے۔ اور اگر محبت ناقص ہے تو ایمان بھی ناقص ہے۔ بلکہ ستر شدین کو اگر بطوریم  
 کوئی قلیم دی ہے تو یہی کسی تخصیص کے لیے فرمایا ہے کہ "محبت کرو"۔  
 ارشاد آخر انذکر نظائرہ تو سات حروت کا ایک جلد ہے لیکن نظر غائر سے دیکھا  
 جائے تو نہایت جامیں اور دیسیں الحسنی۔ اور بہت بڑی طبیل الہ بیط عبارت کا مخلاصہ  
 جس سے بتائیج اور ثمرات و حقیقت ہمارے خواہشات و مرادات سے بہت زیادہ ہم کو

فائدہ پہنچانے ہیں۔

اگرچہ انوی صفحی اس جلد کے اسی قدر میں کم بھی بکے ساتھ قلبی تعلق ہو۔ گلستانِ محبت الہی سے متاثر پڑ کر کیا ہے کیا ہر جانلی ہے۔ کیا دیکھتا ہے کیا سنتا ہو۔ بہت لٹک دار ہے بید اور جس طرح محبت کے مانع رفیع اوجلیل المقدار ہیں، اسی طرح محبت کی ماہیت اور حقیقت کا اٹھا رہا ہے صد احتیارات سے باہر ہے۔ بیوک محققین حضرات صوفیہ کے ارشادات سے معلوم اور غبہم ہوتا ہے کہ محبت شخص موبہت ہے۔ اور جلد اخلاق حست اور اعمال عالیہ اسی عطیہ و مہی پر ہتی ہیں۔ بقول حافظ شیراز۔

می خور کے عاشقی نبکب سمت اخبار این موبہت رسید زدیوال فتنم  
حالانکہ ارباب طریقت نے اپنی دید و یافت کے اعتبار سے ذریعہ مثالوں سے تھا  
تعہیمیں اونٹا کے واسطے اس واردات قلبی کے کنٹائے اور اقسام اور ترمیکے مانع۔ اور اس  
درجہ کی خاصیت اور ہر خاصیت کے معناد کا بکمال شرح و بسط نہ کیا ہے لیکن اس مسلم میں  
اس تشریح کا بالتفصیل اعادہ کرنا بے میقہ ہے۔ اس نے بظراخضمار اسی ذریعہ کو روکا  
کہ ہمارے سرکار پشاہ کی فاطمہ محمودی صفات کو محبت اور محبت کے تمامی لذات سے گھرا  
تعلق ہے۔ کیونکہ آپ کے حالات و عادات لقرفات و ارشادات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی محبت  
خاص سروکار خفا جو بغیر کس پر یا صفت اور بے واسطہ و سید حضرت و اہلی العطا یا  
نے محبت فرائی تھی اور اسی مناسبت سے آپکے مترشدین کے اعلیٰ بھی بقدر ان کے  
احوال کے محبت سے وابستہ ہیں۔ بکہ یوں کہا جائے تو ناموزوں نہ ہو گا کاگر مسلک  
فارمی کا نقشہ بنایا جائے۔ تو اس کا ہر گوشہ لفظ محبت سے محمد و دنظراءے گا۔  
اور اسی محبت کا نتیجہ ہے شاہی حقیقی کی تعییل تھی جبکہ حضور قلبہ عالم نے بکمال صبط  
استمامت ایسی تکیل فرائی کہ حکماً معناؤ فخر رکے سانے ہے تسلیم ہو گئے۔ جو رضا کامل کا مرتبہ  
چنانچہ جس طرح مرتبہ رضا و قسم مرتقبہ کہ رضا اور رضا میں کامل اور دونوں آپ کی ذات

جامعہ البرکات میں مجتہ تھے۔ اسی طرح محبت کے خفیتی مدارج وہ میں بخوبی اور کمال بخت  
جس کو اصطلاح صدیقیہ میں عشق کہتے ہیں۔ اور جو حضور کا عین مشرب تھا۔ اور جو آپ کے  
ملفوظات ہیں ہیں کہ اور آپ کا یہ ملفوظہ تواترات کا حکم رکھتا ہے جبکہ آپنے خلوت میں نہ صورت  
خدمام سے فرما یا ہے۔ اور جلوت میں بھی عام مریدین کے مجتہ میں ارشاد ہوا ہے کہ ہمارا منتظر  
عشق ہے۔ اور اسی مضمون کو یہ بھی فرمایا ہے کہ ہماری کمزوری کمزور عشق ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ  
”ہمارا مسلک عشق ہے اور یہ میں عشق سے سروکار ہے“

علماء و ملفوظات مذکورہ کے دیگر ارشادات میں بھی آپنے عشق کے صفات کے  
برکات کا بصرحت ذکر فرمایا ہے جن کے اثرات آپکے حالات و عادات سے نکایاں  
طوبی رضا ہر ہوتے ہیں قلد ارشاد ہوا کہ عشق میں نزک ہی ترک ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ  
عاشق ہر خیز میں حشوں کا جلوہ رکھتا ہے۔ یہ بھی ارشاد ہوا کہ عاشق وہ ہے جو  
محشوق کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھے۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ عاشق ہشیہ علمگین ہر تا  
ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ عاشق کو لازم ہے کہ سرکش جائے مگر شکایت نہ کرے۔ کیونکہ قائل  
بھی غیر نہیں ہے۔ یہ بھی ارشاد ہوا کہ عاشق وہ سچے بھکی کوئی سانس یا مطلوب یا خالی شہ  
جلائے۔ یہ بھی فرمایا کہ محشوق کی جفا بھی عین دفا ہے۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ عاشق کو لازم  
کہ محشوق کا فرمایا رہا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ محشوق کے سامنے عاشق ایسا ہے جو تبار  
ہو۔ جیسے غزال کے ہاتھ میں مرد ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ عاشق کے عشق صادق کی مت  
یہ کہ دکر یا رک کر ثرت ہو۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ عاشق اگر ایک ساعت بھی یا میں محشوق سے  
غافل رہتا ہے تو وہ ساعت اس کے لئے بزرگ موت کے ہے۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ محشوق  
کی جفا ہو یا عطا ہو عاشق کے لئے راز ہے۔ یہ بھی ارشاد ہوا کہ یا رک کا تصویر عاشق کی  
زندگی ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ عاشق تعریف سے خوش ہوتا ہے مسلمانست یہ بھی کیونکہ تعریف اور  
طاعت کرنے والے کو وہ غیر نہیں سمجھتا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ ایک نہاد ایسا بھی ہوتا ہے کہ عاشق نہ بھر کی سکتا

کرتا ہے۔ مل کی حکایت یہی فرمایا کہ عاشق کو بجز یار کسی کے کسی سے سروکاہ نہیں ہتا یہی فرمایا کہ عاشق کا وظیفہ ذکر یار ہوتا ہے۔ یہی فرمایا کہ عشق میں انتظام ہیں یہی ارشاد ہے کہ عاشق دن دنیا سے بیکار ہو جاتا ہے۔ یہی فرمایا کہ جس کا پانی خبر ہے وہ عشق سے رنج بر ہے۔ یہی فرمایا ہے کہ عاشق جب سب کو چھوڑتا ہے تو یار نہ تھا۔ یہی فرمایا کہ جس کا عشق کامل ہوتا ہے اس کا شوق فراق و وصال میں کیا رہتا ہے۔ یہی ارشاد ہے کہ عشق کی ہے جو کسی بے نیں حاصل ہوتا۔ یہی فرمایا کہ عاشق کم اور مشتعل نہیں ہوتے ہیں۔ یہی فرمایا کہ عاشق صادق مثل آنکھ کی پتل کے ہوتا ہے کہ وجہ چھوٹا۔ اور شہود بڑا۔ یہی فرمایا کہ جو جس کا عاشق ہوتا ہے۔ وہ اس کی پرستش کرتا ہے۔ یہی فرمایا کہ جس صورت کا عاشق ہوتا ہے۔ وہ اس صورت میں طابت ہے۔ یہی فرمایا کہ عاشق کا منصب یہ ہے کہ احکام مستحق کے سامنے تسلیم ہو ہے۔ یہی فرمایا کہ عاشق کا ایمان رضائے یار ہے۔

الفرعن جس طرح آپ کے ارشادات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ازراط محبت یعنی عشق شاہزادن آپ کا عین مسلک تھا۔ اسی طرح آپ کے احوال سے رضائے کا اور تسلیم اتم کی شان و عظمت کا بین اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ نگاہ غور سے دیکھا جائے کوئی قل آپ کا ایسا نہیں جو ناق معبت سے ملو۔ اور عشق کے لئے زنگ میں ڈوبانے سے اور آپ کا کوئی فعل ایسا نہیں جس نے رضائے کامل کے دشوارگز ارمیدان میں اپنے شبات اور استقامت کا نشان نہ کاڑا ہو۔

سوال کرنا منوع ہے | یکن صاحب نفحات الانس نے لکھا ہے کہ ابراہیم بن داؤد علیہ الرحمۃ نے یہ فرمایا ہے کہ اہل رضائے صبر و استغفار کی علامت یہ ہے کہ اپنی حاجت کے لئے سوال نہیں کرتے۔

درستیقت ارباب رضا کی خصوصیت بھی بیجا ہے خود بہت وقیع اور جعلی ثابت ہے۔ اور اہل رضا تسلیم کی عقلانیقلاً صحیح علامت یہی ہو سکتی ہے کہ مشیت حضرت پیر

کے خلاف غیر اللہ سے بھارت طلب نہیں۔ اور جوچینہ فشاں الہی نے ان کے واسطے پسند نہ فرمائی ہواں کے حصول کئے وہ سوال سے سوال نہ کریں بلکہ قبیلی منافی شان رہے۔ مگر سب کو حکومت پر لامخوذ و گیگر صفات کے ہمارے سر کا عالم پناہ کی کچھی مخصوص صفت ہے۔ بلکہ شاید تکمیل رضاۓ الہی کے واسطے آپ نے اس صفت کو لازمی گھانتا ہے۔ کیونکہ آپ کے مشترک ہیں سوال کرنا تطعماً منوع ہے۔ اور اپنے خرقہ پیش غلاموں کو بتا کرید اور متواتر فرمایا ہے کہ کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا اور کچھی فرمایا ہے کہ "مرجانا مگر سوال نہ کرنا" بعضاً حقیقت حديثہ نبیؐ لا فتنی الشناس تکبیٹاً"۔

بلکہ تاریخ کی ورق گردانی کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر ادبیاتِ علماء نے سوال کرنے سے نقطی احتراز فرمایا ہے۔ اور ہبھوں نے وقتانوقتاً سوال کیا ہے: "ہ ان کی حالت اور کیفیت کا اتفاقاً تھا۔ وہ بغیر کسی خاص مصلحت کے سوال کرنا جعلہ خڑا ہے کہ نہ دیکھنے کے منور ہر خصوصاً اپنے خانہ حرات میں ال زین الدین اور شانی شان خان فرمائتے ہیں۔ لہذا محبت کی تاکید اور سوال کرنیکی اتنی لع۔ یہ دو نوع ایسے تھم باشان صفات ہیں جنکی ہدایت حضور قبلہ عالم نے متواتر فرمائی۔ اوس تکرار و اصرار سے انکی اہمیت اس قدر زیادہ ہو گئی کہ اکمل غلامانِ وارثی کے مشربی دستور العمل کا خلاصہ کہ جائے تو یہ محل نہ ہوگا جنکی عراحت ضرور کرتا۔ لیکن بالتسلیم رضاۓ میں اس منور ہر زیادہ محبت کی نامنور حکومت ہوتا ہے۔ اس لئے بجا طاً اختصار اسی فدر کہنا کافی ہو گا کہ حضور قبلہ عالم نے منزل تسلیم و رضامیں علاوہ شرائط محینہ و ضوابط مقرر کے ذرعی لیازات کو کبھی نظر نہ اڑا نہیں فرمایا۔ افاسی اعتبار سے اپنے غلاموں کو کبھی ہدایت فرمائی کہ محبت کردا اور کسی کے گے ہاتھ نہ پھیلاؤ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رضاۓ الہی کے سامنے سرگوں رہہ۔ اسی سلسلہ میں یہی عرض کروں گا کہ مولف شکوہ حقانی نے صفحہ ۲۱۶ باب منہ تسلیم میں حضور قبلہ عالم کے ثبات و استقامت کا ثبوت جیسا آپ کے حالات نوادرات سے

دیا ہے۔ اسی کے تحت یہ مولوی ناظم علی صاحب تجدیدی نقشبندی نائی ٹیکمہ موسوی قائد  
لکھنؤ کی ایک تحریر استدال میں پیش کی ہے جیسیں مولوی صاحب یہ موصوف نے لکھا ہے کہ  
” حاجی صاحب اپنے وقت میں فقیر صاحب سکر عدیم المثال فقید الانظیر ساکن بیرون ہے۔  
مولوی صاحب موصوف کا شکر لگنا ہوں کہ باوجوہ غیر سلطان ہوئے کہ آپ نے  
ہمارے سر کار عالم پناہ کی نسبت وہ الفاظ تحریر فرمائے جو مشائخِ علیا کی شان میں  
اسوتت لکھتے چلتے ہیں جب ان کے مارچ علیا کا انہما منظر ہوتا ہے۔  
اس لئے تمہارے کو مؤلف مثکواۃ حقانی سے گہری شکایت ہے۔ کیونکہ اس تحریر  
سے ہمارے مشربی پبلو کو صدمہ نہیں پہنچا۔ بلکہ سب االفاظ نہایت شاستریں۔ البتہ  
دریافت کر سکتا ہوں کہ رضاوی تسلیم کی بحث میں یہ تحریر بطور استدال پیش کی اس سے  
آپ کے بیوی کی خانم ہ پہنچا۔ اس لئے کہ مولوی صاحب کی تحریر میں اس کا ذکر کیا ہوا  
بھی نہیں ہے کہ حضور قبلہ عالم صاحب رضاوی تسلیم تھے۔ لہذا بے عمل اور غیر منید استدال  
کرنا۔ لائق مُلْهِفین کی شان کے خلاف ہے۔

ہاں یہ حضور گزارش کروں گا کہ صفاتِ محب کے ساتھ یہ چوڑیج تالیف فرمایا  
ہے کہ ”آپ ساکن مجذوب تھے۔“ اس سے آپ کی عدم واقعیت کا انہما رہتا ہے اس  
واسطے کہ جس طرح حضرات متألکین کے نزدیک ہرنہی ساکن۔ مجذوب مقرر ہیں رکاہ  
احدیت کا مقام ہے۔ اور فاقی ہے بھی۔ اسی طرح غلامان وارثی کا خیال ہے کہ مرتبہ مجذوب  
ساکن یا ساکن مجذوب کو حضور قبلہ عالم کے نام تامی کے ساتھ مسوپ کرنا خلاف  
شرپ نہیں تو کم سے کم منافی ادب ضرور ہے جس کا ذکر بیہ سفر جاہ میں بصرات تکہ ہے  
ہوں۔ اور مختصر طور پر پھر گزارش کرنا ہوں کہ سر کار عالم پناہ نے اس متازِ مرتبہ سے نقطاً  
انکسار کیا ہے۔ اور کراہت کے ساتھ فرمایا ہے کہ ہم مجذوب نہیں ہیں۔ اور یہ کبھی فرمایا ہے  
” ہم انگوشت بند ہیں۔ جذب کا دم بھی بند ہیں۔“

ایہ ہمارا ادیب اس کا مقتضی ہے کہ رشتہ سا کام مجدوب کیا ہی جلیل القدر اور رفیع اشان ہی کیوں نہ ہو۔ مگر ہم اپنے قلم یا انگلی زبان سے اس حرمت کو اپ کی ذات محسوسہ صفات کے ساتھ منسوب نہیں کر سکتے ورنہ صرف اعراض عالمہ ہو گا۔

غرض صاحب شکوہ ختنیہ چونکہ پرستار بارگاہ دارثی ہیں۔ اس لحاظ سے شکایت آمیز لمحیں یقینی ہیں کی اور حضور قیلے عالم کے ملغی طات کے حوالہ میں یقینی کیا کہ آپ مجدوب نہ تھے۔ ورنہ مولوی ناظم علیؒ حب کی تحریر کا قسم ہی صمدون ہے جو ایکسری کسی بزرگ اور بزرگ زیرہ ہتھی کی نسبت اپنا خیال ظاہر کرتا ہے۔ مزید پر اس مولوی صاحب موصوف کی یہ ذاتی راستے بھی نہیں۔ بلکہ مستند بزرگوں کے اقوال کا اعادہ کیا ہے۔ اور غور کیا جائے تو ان بزرگان وقت کے اس خیال کو ان کا مخالف ٹھبی نہیں۔ سکتے یقین کہ سرکار عالم پناہ کے محصر اہل طریقت نے جب آپ کے مراجع علیاً کا دامکے عشق صادق کی تیزی روشنی ہیں دیکھا تو اپکی شانِ رفت کے لحاظ سے آپکو عدم المثال فقیدِ انتظار بھا اور اپنی وحشت خیال کے استبار سے آپکو اس مقام کا سیاح جانا بار باب سلوک کا مہتاب اکمال ہے۔ ان کی یہ تجویز یعنی خود اس لحاظ سے صحیح بھی ہے۔ سکتی ہے کہ درحقیقت عشق جلد اخلاق حسنہ کا چونکہ مرکز ہے۔ اور تمام صفاتِ عشق ہی کے اثرات کا یقین ہیں۔ پس جنکی نظریہ کی رسائی میں مرکز کا ہئی۔ اُنہوں نے آپکے عشق کی تصدیق کی اور جنکی بگاہ انوار عشق کے آگے خیرہ ہو گئی اور مquamات تحت مرکز کو دیکھا۔ اُنہوں نے آپکی انہیں صفات سے صرف کیا۔ جو ان کے مثاہد ہیں آئے۔ اس نے ان کی مدد و نظر کو جو کچھ سمجھا جائے۔ مگر ان کا خیال شک و شبہ سے متحرراً اور اصول طریقت کے مطابق ہے۔

عشق صفاتِ حسنہ کا مرکز ہے اچانپخا اکثر ممتاز اور جلیل القدر صوفیانیے کرام نے عشق صدقہ کی صفات حسنہ کا مرکز ہے۔ ناس اسلام کی ہر جیسا کہ حضرت امام عبد الداہب تحرانی علیہ الرحمۃ جنکے تحریر و تقدس کا نامہ مترقب ہے طبقاتِ الکبریٰ جلدیاں صفحہ ۲۳ لکھا ہے کہ سید علیؒ مذکور ہے

رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تاکہ سیدی ابُلْحَسِنِ اشْتَادِی رضی اللہ عنہما الحمد لله قطب  
والذیرات کلہادا فرہاد علیہا فاتحہ میں بیہاب الحسن شاذی علی الرحمۃ فرمایا کہ مشت  
طبع ہے۔ اور کل نیکیاں اس کے گرد جگر گئی ہیں۔

پس حضرت قبلہ عالم کے ارشادات سے جگری یہ سلام ہو چکا ہے کہ آپ کا شرب میں عشق ہے  
اور اب حضرت ابو الحسن شاذی علی الرحمۃ کے متذکرولے کے یہ شایستہ ہو گیا کہ دیگر صفات دانشی  
آثار عشق ہیں جن کا اصطلاح صرفی میں نیچو عشق یا ضمیر عشق کہتے ہیں۔ تو الہیان ہو گیا  
کہ یہ وجہ ہے کہ حضرت قبلہ عالم کی ذات محدود صفات کو جب نظر تعالیٰ سے دیکھتے ہیں۔ تو کسی نہ  
کسی ناعص سفت کا لیے نہیاں طور پر افہار ہوتا ہے کہ یہ محیرت ہو جلتے ہیں۔

آپ کا توکل اسلام توکل جوار باب طریقت کا منبع ہے جو ہر ہے۔ اندھیں کے معنی اصطلاح  
ھونی میں سبب را باب سے تعلماً فرمائی اور سبب الاصباب پر کامل بہرہ سا ہیں۔ بصداق  
الترکل ہو ای اعتماد پا لیتی ہے یعنی اللہ پر مفہوم بہرہ سا کرنے توکل ہے۔ اور حققت توکل  
متوکل کا مکمال یقین ہے۔

حالاً کہ یہ صفت علامات رضا اور ستائی درستائی عشق میں سے ہے۔ لیکن دیکھتے یہ ہیں کہ  
حضرت قبلہ عالم کی ذات محدود صفات میں اس صفت توکل کا بھی ظہور بر جماعت ہے۔ یہ کیونکہ آپ  
نے ادائی شرطے تالغیں آخر سبب و اسباب سے انقطاع کی۔ اور سبب الاصباب  
پر ایسا اعتماد کا مل فرمایا جس کی نیزیر ملنا شکل ہے کہ تمام عمر ایسا ب مردی اور سماں مانی  
ہے بھی آپ دست بردار ہے۔ ٹھیک نہ رہنے کو مکان بنایا۔ نامکولات و شرودیات کی  
نکرکی۔ جو لبتا ہے زندگی کے واسطے لازماً ہے۔ ہر امام میں خدا پر بہرہ سا اور ہر عالت  
میں خدا پر تکمیل کیا۔ جو توکل کا مکمل کجھی تعریف ہے۔

پہنچا پچھا اکبر نے تباہت تھیں ترک کی واپسی میں حسب دستور تیرمیز رکار عالم پناہ بارہ بھی  
میں ہاد فرشتائی صاحب کے ہاتھ بہوتے۔ شب کو ماقظ صاحب نہایت غمگین اور پریشان

مال خودت والا میں عافر ہے۔ اور درست لبست و عرض کیا کہ آن صبح کو بھی ہم فلاموں نے  
کچھ نہیں کیا تھا، کیونکہ ایک پری گی پاس نہ تھا۔ جب اپ تشریف لائے۔ تو میں نے بہت  
کوشش کی کہ ترنی ہی مل جائے۔ تو کچھ پکاؤں۔ گراس میں بھی مجھے کامیابی نہیں ہوئی۔ واثد  
بھر کو اپنے ناد کا سلطان نیال نہیں لیکن زیادہ انوس بھی اس بیڑی کا ہو کر اپ کے سامنے کچھ  
پیش نہ کر سکا۔ کاش اس کے قبل مر جاتا کہ آن اپنی بد اعمالی سے یہ دن تورنے دیکھتا۔

**صلوٰۃ الشکر** حضور تبل عالم نے فرمایا۔ ماڈلی ہیریان نہ ہو۔ صبر کرو۔ ہم کو تو پہن سے  
فاتحہ کی مادرت ہے۔ یہ راتق مطلق ہمارا تمہارا رازق ہے گا۔ اس وقت ہم بھی کماںیں گے  
اور تم بھی کھانا۔ اور حافظتی تم نے یہ بھی ناہے کہ شاہدینے نیاز کے غیرت خانہ میں سب سے  
بڑی غیرت قادر ہے۔ اور جس سے دہنوش ہوتا ہے۔ اس کو یہ غیرت مرہٹ فرماتا ہو  
خوش ہو۔ اور در درگوت صلوٰۃ الشکر پر یہ کہ تمہارا نام اس کے دوستوں میں لکھا  
گیا۔ اور حافظتی یہ بھی یہ جانتے ہو۔ کہ اس نماز کی پہلی رکعت میں "وَالْخُنْ" اور دوسری  
میں "الْمُتَرْجَح" اور بعد ختم نماز مسجدہ میں "شَرْمَرْتَه" حسبِ بُنَاءِ اللّٰهِ وَيَغْمُ الْكَلِيلُ لِغُمَّ  
الْمُوَلَّا وَلِغُمَّ النَّصِيرِ" پڑھ کر سراہ ماتے ہیں۔ اچھا جائز۔

حافظ صاحب حسب ہدایت تحریۃ الشکر ادا کرنے میں مصروف ہوئے۔ اسی عصر  
میں معולם ہوا کہ راجہ مرندی پٹنگہ کی جانب سے میلاد شریعت ہوا تھا۔ تو فتحی علام  
دستیگر صاحب نائب ریاست نے کمانا بیجا ہے۔ حافظ صاحب نے سب کمانا لا کر  
حصور کے سامنے پیش کیا اور سب مال عرض کیا۔ اپنے مسکر اکر زیما کہ ہمیشہ پہلے  
ہم تو کمانا کمل اکرم کھاتے تھے سچ تھ پہلے کھاؤ۔ کیونکہ صبح سے نہیں کھایا ہے۔ بھر کھائیں  
گے۔ حافظ صاحب نے عرض کیا یہ بے ادبی نہ ہوگی۔ پہلے صبور اش کر دیں۔ لگنے خور نے پھر  
زمایا کہ نہیں پہلے تم کھاؤ۔ اور اگر ادب کا خیال ہے۔ تو ہم نے معاف کیا۔ مجرماً حافظ صاحب  
نے تھوڑا سا کمانا اس میں سے کھایا۔ تب حضرت نبیل بن بیان۔

مانند صاحب ناقل تھے کہ اس کے بعد سے آج تک میں نے فائدہ ہنیں کیا۔ سبب  
الاسباب بیری ضرورت سے زیادہ جھوٹ کو دیتا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ تجھے اشکر کی برکت  
سے یہ فزانع حالی ہوئی۔

الغرض ایسے واقعات بکثرت ہیں جن سے آپ کے توکل کامل کی شان فرمایاں طرد  
پر نظر آتی ہے۔ اور اسی مضمون کے مفہومات کمی متعدد ہیں۔ چنانچہ اکثر آپ نے فرمایا کہ۔  
”جس طرح خدا سب کا غالتو برتھت ہے۔ اسی طرح رازق مطلق کمی ہے“ یہ فرمان  
حضور کا اس آیہ کریمہ کی پوری تغیرت ہے: *إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُدُّ الْفُقَرَاءِ الْمُتَّيَّبِينَ*  
یہ کمی فرمایا ہے کہ فاقہ ہوتا صبر کرو۔ خدا علیم کمی ہے۔ بصیرت کمی۔ یہ کمی ارشاد ہوا۔ کہ جو  
جس کی نیتست کا ہے۔ وہ اس کو ضرور پہنچانے ہے۔ یہ کمی فرمایا کہ جو خدا پر بھروسہ  
کرتا ہے۔ خدا اس کی مدد ضرور کرتا ہے۔ یہ کمی فرمایا کہ انسان ہزار کو سے  
جور دی کلکر کرتا ہے۔ اور محنت کر کے اس کو خرچ پہنچاتا ہے۔ اور جو تمہاری شرگ  
سے قریب تر ہے کیا اس کو تمہاری فکر اس قدر کمی نہ ہوگی۔ جس قدر خاوند کو جور دی کی  
ہوئی ہے۔ حضور کا یہ ارشاد حضرت رازق العبار کے اس دعوہ کی تصدیق ہے جس کا ذکر  
اکی دعائیں دَابَّةٌ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَنِ اللَّهِ رِزْقُهَا مِنْ هَذِهِ ہے۔ یہ کمی فرمایا کہ۔ توکل ان بیانات  
طیہمِ اسلام کی سفت ہے۔ یہ کمی ارشاد ہوا کہ ”قد اکو اپنا دکبیل بناؤ“ رحمۃ اللہ  
بِکَبِلَاتٍ یہ کمی فرمایا کہ ”خدا ہماسے رزق کا ضامن ہے“ یہ کمی فرمایا کہ ”توکل ملع  
کی صدر ہے“ یہ کمی فرمایا کہ۔ توکل جیا کی علامت ہے۔

سرکار عالم پناہ کے ان ارشادات کے مفہوم کا خلاصہ یہ ہے کہ اخلاق حسنہ میں توکل  
ہنایت ہمم باشان صفت ہے۔ لیکن حضور تبلیغ عالم کے توکل کامل کا یہ بھیب کر سڑتا  
کہ اس کے تصرفات کی روشنی دوسروں ٹو آئیں واحد میں متکل بنادیتی تھی۔ جس کا سبب  
بجز اس کے اور کوئی نہیں معلوم ہتا کہ آپ کا توکل در حقیقت ۲۰ پے کے عشق کا عکس تھا

اُن نے اس کے اثر سے فیروزگل بھی متأثر ہو کر توکل ہو جاتے تھے۔ یا اُن کا باپ کے توکل کے پردہ میں ان غیر مولیٰ نیون دبر کات کے حقیقی سکار فرمائپ کے عشق کامل کے اثرات تھے آپ کا استغفار اعلیٰ ہدایاتِ حستہ میں استغفار بھی عدیم النظر صفتی ہے جو نصوصِ سائیکن کا حصہ ہے کیونکہ حقیقت استغفار کامل توکل ہے۔ جیسا کہ دلدادہ سرکار مدرسہ حضرت اُویس تری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ طلبُ الاستغفار بوجودِ تھہ فی التوکل ہے اور استغفار کے معنی اصطلاحات صوفیہ میں دل کا خواہشات و مرادات سے خالی ہونا ہے بغیر کوئی خلوٰۃ اللہ تسبیب عنِ الاشکال ہے۔ اس نے کہ اللہ کا ناطرا مسامع اللہ سے مستفی ہوتا ہے لیکن حقیقت استغفار تابعِ درستان عشق میں سے ہے یا اُن کا باپ کے مجود دیگر علماء کے استغفار بھی عشق صادق کی ایک علامت ہے۔ اس واسطے کر رہوان وادیِ محبت کا مستفی المراجح ہنا لازمات ہے ہے، پذانچہ عین صوفیاً عظام نے فرمایا ہے کہ منازلِ عشق میں استغفار عاشقانِ حق کا اثر ہے۔

ہذا حصہ رتبہ عالم کا استغفار بھی قابل ذکر ہے۔ جو آپ کی قدیم بلکہ فطری صفت ہے کیونکہ آپ کے صفر سی کے حالات جو میر حضرت کے نقل کردہ ہیں ان نے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ابتداء سے سن شویں سے آپ کے مراجح یا اُن کا بیان انداز تھا کہ غریب ہماری کی جب امانت فرمائی ہے تو اس کا اندازہ کبھی نہیں کیا کہ ان کی حاجت روایتی کے لئے کس قدر ارادی کی ضرورت ہے بلکہ اکثر ہدایت کرنی کے برتاؤں کے لئے لاچادر دیکھا۔ تو آپ نے مکان سے تلبے اور پیش کی برتاؤں لے کر ان کو دیدی بیٹے اور کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ نفر دن نظری ان کی تغییبی زدائے۔

کیونکہ آپ کی سیر پیشی نے کسی پیز کے کم قیمتیت یا کروں بہا ہرنے کا اندازہ نہیں کیا۔ ملا نک استغفار کی تحریک تو اسی قدر ہے کہ اب اب بوجرا استکے پرداہ ہے۔ مگر آپ کا استغفار بھی پونک استغفار کامل تھا جس کی تعریف بھی یہ ہر سکی ہر کاشی عالم کی نویت اور جیشیت کے خیال کو صوفی قابیتی نہ اور تماکن پا جائیے۔ خاصچہ داتخات شام ہیں کہ جسی کرو جو چیز علازانہ مالی تھیں دیکھا

کو اس شخص کی حیثیت اس پیز کے لئے مزدود ہے یا بھیں ہے یا اس کی موجودہ مزدوست سے مقدار ملیز زیادہ ہے۔ بلکہ ملز تقدیم سے نلاہر ہوتا تھا کہ آپ کے استغفار کامل کے آگے گہرا اس کے نتیجے اندھنگ خوار کے مکملے دونوں یکساں اور برابر ہیں۔

بلکہ آپ کی صفر سے کالیہ مشہور قصہ ہے جس کو عضور قبل عالم نے خود بیان فرمائے کہ لوگی ہلوانی سے ہم ایک اشرنی کا یعنی کے برابر ایک بتاشا بنا لئے تھے جو توڑ توڑ کر کچوں کی تقدیم کیا جاتا ہے۔ اس نتھے آپ کے استغفار کامل کی شان نمایاں طور پر ظاہر ہوئی ہے کہ بتاشے کی حیثیت پر آپ کی نظر تھی مادرہ اشرنی کی تقدیر دعیت فرماتے تھے۔

اوسمیہ انداز طبیعت بھی آپ کی مہر شریفینے کے ساتھ یوں ایک بڑھتا گیا۔ جسے کو بعد ان لامیلٹ و لامیلٹ؛ مبدل اشیاء مالم سے کھلیتے احتراز فرمایا۔ اور کسی چیز کو اپنی بلکہ سمجھنا تھنا تو اپنے کیا۔

سکر جات سے نفترت | شانہر انسان کو پر استغفاری بشرت۔ فردیات زندگی کے واسطے روپیہ فراہم کرنے کی نکر لازمی طور پر ہوئی ہے۔ اور بقدر امکان روپیہ شامل کرتا ہے لیکن ہاؤسے سرکار عالم پناہ کو روپیہ اشرنی کی صورت سے نفترت کیا۔ بلکہ سلسلہ ہے کہ پندرہ سال کی عمر میں جب سیاحت منزب کا غرم فرمایا۔ اس وقت سے سکر جات کا چونا آپ کے متداکات میں داخل ہو گیا۔

مزید براں۔ چشم دید و انتہے کو دوسروے شمعن کا روپیہ اس کے ہاتھ میں یا اس کے آگے رکھا ہوا جب آپ کی نظر سے گزرا ہے۔ تو آپ نے اس طرف سے ہنہ پھر لیا۔ اور آپ کے اس تقریبے میں نلاہر ہوتا تھا کہ اس کا دیکھنا بھی آپ کو ناپسند ہے۔

یہ واقعہ بھی اکثر پیش آیا ہے کہ وہ خدام جو صاحب نہ اس ریزی تھے۔ اگر ان کی جیب میں روپیہ ہو اور اتفاق سے اس کی آواز آپ کے گوش گزار ہوئی۔ تو آپ دریافت از لامتحنے کو جیب میں کیا ہے۔ بدھ عرض کرتا تھا کہ روپیہ ہے۔ پھر پوچھتے تھے کہ کس کا ہے۔ اگر اس

نے کہا کہ میرا ہے۔ تو آپ کے چہرہ اقدس پر تشویش کے آثار نمایاں ہوتے تھے۔ اس آثار  
بیں کوئی سائل آگیا۔ تو اس خارم سے مخاطب ہو کر فراتتھے کہ رہبیہ اس کو دیدو۔ جب دہ  
سائل روپیہ لے کر علا باتا۔ اس دقت آپ بے اطمینان استراحت فرماتے تھے۔

حضور قبیلہ عالم کے اس طرز اختیاڑا کا بھر اس کے اور کوئی مہموم نہیں ہے کہ مستغفی اور بے  
پروا۔ مزاج ہمایوں کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ ہمارے پاس بیٹھنے والے کی جیب میں یہ مکرہ چیز  
ہو۔ کیونکہ جب تک اس کی جیب میں روپیہ رہا۔ اس دقت تک طبیعت آپ کی مترش ہی  
اور صرف ہو جانے کے بعد اطمینان ہو گیا۔

چنانچہ ایک مرتبہ اگرہ کے سفر میں ایک دنیادار خادم بھی ہم کا بہت تھا۔ اور سرکار عالم  
پشاہ پر ظاہر ہو گیا کہ اس نے بے نظر اختیاڑا کچھ روپیہ ساتھ لے لیا ہے۔ جب عادت آپ  
کو تشویش ہوئی۔ اور لکھنؤ سے اس کا روپیہ صرف کر انداشت دع کیا۔ اُنادہ تک پھر پخت کردہ  
روپیہ خرچ ہو گیا۔ جب اس نے کہا کہ ابے پیہ نہیں رہا یہ سنُ کہ آپ بہت خوش ہوئے  
اور اس کو سینہ اقدس سے لگا کر تیسم بیوں سے فرمایا۔ اب تم کو چور کا کہہ کا نہیں رہا۔ لیکو  
کہ دنیا میں زن۔ زمین۔ زر کی وجہ سے انسان جھگڑے میں پڑتا ہے۔ جب ان تینوں  
کا تعلق دل سے نکل جائے تو پھر اسی دل کا نام قلب مٹمنہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی  
موتاً تفریمی ہے کہ روپیہ سے اگر دنیا کے کام بنتے ہیں۔ تو آخرت کے کام اکثر شگفتہ  
بھی ہیں۔ اور یہ بھی ارشاد ہر ابے کہ ”روپیہ حضور نے سے ہاتھ کالا ہوتا ہے اور اس  
کی محبت قلب کو سیاہ کر لی تھے۔“ یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ روپیہ نے فاردون  
کے ساتھ گیا اسلوک کیا ہے۔

الغرض جس طرح مختلف اقسام کے تھائے روزمرہ آتے تھے۔ اسی طرح آپ ان کو  
بالحااظ شفیقت تیم کر دیتے تھے۔ اس میں تیتی چیزیں بھی ہوتی تھیں! اور عمومی بھی۔ مگر حصہ قلب  
عالماً نے کبھی اس کا خیال نہیں فرمایا کہ تیتی چیز کس کو ملی اور عمومی کس کو دی گئی۔ اس کا سبب بہر

یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا استغفار ایسا عالم کی حیثیت دمہیت کو بخواہی اور فراموش کر کا تھا  
علی ہذا کوئی دن ایسا نہیں ہوتا تھا کہ چند احرام تیدیل نہ ہوتے ہوں جن میں سکون  
کا بھی ہوتا تھا اور بالیزہ والوں کا بھی۔ مگر سرکار عالم پناہ جس سادگی سے نہیں سکون کا احرام  
تیقیم زیست تھے اسی طرح الوان کا۔

سائک کی حاجت روائی | تیقیم بنیر طلب تو روزانہ ہوا ہی کرتی تھی۔ اور اگر کسی نے  
سوال کیا تو کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اس کی خواہش سے زیادہ اس کو نہ دیا ہو۔ چنانچہ ایک  
مرتبہ حضور شکوہ ۲۴ بیان تیام فرماتے۔ شب کو غریب مگر پرده نہیں عورتیں جب قدمبوسی کو  
آئیں، گواس سفر میں سماز خدام بھی ہمراہ تھے مگر اس وقت مجھ پرچر کو شرط حضوری نصیب تھا  
آپ کے ہکم سے میں باہر آیا۔ اور عورتیں کرے میں ہر زیارت جانے لگیں اور میں اپنی مردوں  
سے اس مکان کے دوسرے حصتے میں چلا گیا۔ مگر باپو کہنیا لال صاحب دارثی۔ دکیل علی گدھ کو  
حضر کے گردے کے پاس اس نے بھٹاکیا کہ جب حضور طلب فرمائیں۔ تو باپ صاحب میں محنت مجھ  
کو خبر کر دیں۔ چنانچہ حبیب عورتوں کی آمد و رفت مرتوں ہوتی۔ تو باپ صاحب نے گردے میں دیکھا تو  
جانبِ الائکو تھا اور عجیب صورت میں پایا۔ فوراً مجھ کو بلایا۔ میں نے جا کر یہ دیکھا کہ نفر شپ  
چادر ہے۔ نہ حات، نہ رمانی۔ بلکہ ہندہ بھی نہیں ہے۔ آپ من شنگرٹ باندھے ہیں میری  
زبان سے اضطرابی میں نیکل گیا کہ آپ نے یہ کیا کیا۔ حضور نے فرمایا۔ عورتوں نے مانگا  
تمہارا ان کو دے دیا۔

الفرض ایسے دلائل متعدد ہیں کہ حضور نے سائل کی اس خوبی سے حاجت روائی  
زمانی گزیں سے آپ کے استغفارے کے کامل کا الہمار ہوتا تھا۔ اور سخا نے پنجتینی کی شان نظر  
آئی تھی۔ بلکہ یہ کہنا بالکل سمع صاحوم ہوتا ہے کہ شرط سعادت آپ کا خاذلانی حضرت ہے جو  
درافت آپ کو تغزیع ہوا تھا۔

شماں شریف | الحاصل ایسیں اخلاقی حسنہ پر آپ کے اوصاف عالیہ کا انعام

نہیں ہے۔ بلکہ مرکار عالم پناہ کے جسم الہب کا برائیک عمدگلددست صفات اندھو بورکات ہے۔ اس نے کوئی نہیں کامل اور اشرات فنکے اتھے انوار صفت حق کی دید میں آپ ہر قن مود مستقر تھے۔ اس داسٹے آپ کے تن الہب کا کوئی عضو ایسا نہیں تھا۔ جو عضو من انسان سے ملادہ رہنمور نہ ہو۔ گو صورت آ۔ مگر وہ بھی کسی امتیازی حسن کے ساتھ آپ کے اعتدالے لیکن کی دھی شکل تھی۔ جیسی ہر انسان کے اونما کی ہوتی ہے۔ لیکن سیرتا زین دامان کافر تھا۔ اور آپ کے ہر عضو میں ظاہری نزیرین کے ملادہ صعنی اوصاف بھی متعارض ہے۔ مولف۔

گو کو شکل ہے جنابِ شادارت کی شنا ذات حالی ہے ا لاخزم دفنی کان عطا  
بڑتا بان وجاهت فری پر خ سجنی آسمان کرم دخل حسراتے دوسرا  
جس نے دیکھا وہ ہر امانت و شیبدان کا  
مر ببرشان الہی ہے سرایا ان کا

مثلاً آپ کا قائمت زیبایا جو ماں بہ درازی ضرور تھا۔ مگر نہایت موزوں بخوبی تھا۔ اور محمد ددہ جس نے ناساب۔ جس کے اردو کے محاوسے میں مردانہ وجاهت کیتے ہیں۔ بھی ایسا زیادہ لمبکی نہیں جو نظر کو بد نما اور میوب معلوم ہو۔

چنانچہ آپ کے قامت زیبایا کی ایک شخصی صفت یہ تھی کہ کسی قدر شخص کے مقابلہ میں جب کسی نے دیکھا۔ تو آپ کا سر میاک بلند نظر آتا تھا۔ اور اس صفت کا فہمہ خاص خالص موافق پر نہیں ہوا ہے۔ بلکہ ای امتیازی شان آپ کی علم تھی۔ اور ہر وقت دیکھی گئی ہے جو صفا اس صفت کے مشاہدے سے اس وقت ناظرین کو زیادہ استعجا ب ہوتا تھا جب حضور قبلہ مالمہ تہاروں مریبین و معتقدین کے جن میں ہوتے تھے۔ اوس ہجوم سے باہر کے شتا قین زیارت آپ کے ذوق اقتضی کو مدد گلوکے اور نگایاں دیکھتے تھے۔

اور یہ بھی ہے کہ مرکار عالم پناہ کی یہ صفت دنیا میں شہر ہے۔ اندھر افلامان

بارگاہِ داری نمودنیت کے ساتھ اس کا ذکر کرتے ہیں۔ اور کتنا بھی چاہیے کہ یونکریہ سر ملیندی  
 اپ کی سیاست و سرداری کی عین دلیل اور آپ کی عنادت در نعمت کا ہیں بہترست ہے۔  
 لیکن اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ اس شخص صفت کی معنوی حقیقت کیا ہے۔ تو یہی  
 عرض کروں گا۔ کہ اس کو اربابِ امیرت خوب جانتے ہیں۔ مجھنا اہل کو رحمانیت کے روزہ د  
 اصرار سے کیا سرداڑا۔ البتہ اس قدر کہ سکتا ہوں کہ میں نے بھی حضور کی اس امتیازی شان  
 رفت کا مشاہدہ ضرور کیا ہے۔ اور یہ سبی دیکھا ہے کہ اس صفت کے مشاہد سے د  
 برگزیدہ ہستیاں تو کیتھیں ہوتی تھیں۔ جن کے پہلو میں محبت کام اہوا دل تھا۔ اور مجہد ایسے کو  
 بالکل حضور کی یہ شان سر ملیندی دیکھ کر متوجه ضرور ہو جاتے تھے۔ غرضِ دہلوں کو لطفِ ملتا تھا تقول  
 بہارِ عارفِ مغلیوں دل وجہ تازہ میداڑہ بزرگِ صحاب صورت را بنبال بابِ منی را  
 حقیقت یہ ہے کہ حضور تبلِ عالم کے قامتِ یا لاء کے مقنات اور فرقہ ممتاز کی شانِ رفت  
 کے خصیعیات کا انہصار وہ بھی ہے قلم سے بہت شکل اور دشوار ہے۔ ملولفہ  
 دیکھ کر نگہ ہوا ہوں قدما لکھاں جمال د صفت اس قدر کا لکھوں میں یہ کہاں ہیری محال  
 رشکِ طلبی کھوں تو بھی تو قلطہ بے بہث شال اس کے سایہ سے ہو اگلشن عالم ہے ہنال  
 بان دل نیچ کے سبیید کے شان ہوئے  
 سرِ قامت پر فدا سیکڑوں عشاں ہوئے  
 ہے یہ سرخزن اسرارِ خدا کے اکبر کیوں نہ ہو سایہِ افسالِ الہی اپر۔  
 پیشِ مبہود سر افزان ہو یہ کیوں گر بے ریاس بجہ خالت میں گرا ہے یہ سر  
 انحرافی سے سدا اس نے اطاعت کی ہے  
 کوئی واقع نہ ہوا ایسی عبادت کی ہے  
 رُخ پر فور پر گیئر مجھے آئے جو نظر  
 غبکو حیرت ہوئی پر دل نے کہا نکرن کر  
 عبزیں زلفت ہے واللیل کی تغیر اگر  
 والفعی رُخ کو سمجھہ ہوتا ہے تو کیوں شذر

تمست دلبر سبم دیکھ کے حسپر ان کیوں ہے  
خ و گیوں کی صفت میں تو پریشان کیوں ہے

گیوں کا رُخِ الور پ غبِ حسن ہے رادہ      ہی یہ دور اتوالا میں اک چاند نہے شانِ اے  
پودھرب رات کایا سنبلا میں آگیا ماہ      من کو حلقے میں لئے بیٹھا ہے یا اسیا  
کیا مری نکر بیاں اس کی حقیقت کر لی  
ی شب قدر ہے کعبہ کی زیارت کرنی

پر کہتے ان باولوں کو جس سبل جنت کیئے      رُخ کو زیبaba کے اگر آئی رحمت کیئے  
غیرت بدھے یا غلط کی زینت کیئے      حق تو یہ ہے اسے اللہ کی تقدیرت کیئے  
آنکھ دالوں سے گھوآ کے تماشا بیکھیں  
ذات خالق کا اس آسمیز میں جلوہ بیکھیں  
دھوئے بدر نہ کس طرح سے باطل ہوئے      اس میں دعلبے وہ کس منے متعابل ہوئے  
ادج یہ ہر کوتا حشر نہ حاصل ہوئے      اس بیب یہ بات ہے جو دیکھے وہ مائل ہوئے  
کب یہ طاقت ہے کوئی کر سکے محنت اسکی  
ہوتے موسیٰ تو بیان کرتے حقیقت اسکی

خ الور کے لفڑوں میں جیسی آئی نظر      کھوں آئی نواسیں کہاں یہ جو ہر  
کس سے تبیہ دوں بیترت سے ہوا میں شد      کیک بیک دجدیں یہ بیت خود آئی کب پر  
ہاں اگر صفت کامل رخ نوازی ہے  
سورہ فاتحہ داندھی پیشانی ہے

گوش دیکھے جو تہر زلف گہادل نے کرداہ      پھول میں سبل بیچاں میں زہے شانِ اے  
طیغ غواصی میں تادیر رہی جب کرتباہ      در مقصد ملا کوشش جو ہر فی فاصل خواہ  
نکر بُوے ارنی اتنا بھی تجھے ہوش بنیں  
ہیں صفت پشم نظلات میں یہ گوش بنیں

آپ کی حشم سرمگیں اعلیٰ نہ آپ کی حشم سرمگیں جو صورت آبھی نہایت حسین اور بدحاج  
نایت خوبیوں سے محروم شان رغائے میں بیکتا اور درباری میں پے مشل غرور تھیں۔ کیونکہ  
آنکہ کی خوشی کے لئے جیس قدر ادھات مشہور دمروٹ ہیں اور ان جیسے صفات کا مجموعہ  
کسی آنکھ کو دیکھا ہے۔ تو وہ حضور قیامت کی حشم نامور تھی۔ درست میں ناپی اس پچھتر سال کی  
عمر میں ایسے دلفریب صفات سے ملا کوئی آنکھ نہیں دیکھی اور ترینہ ہے کہ جو حضرات شرف زیارت  
انفترت سے مشرف ہوئے ہیں وہ ضرور میرے ہم خیال دھنوا ہوں گے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ پیار  
واغیار نے بالاتفاق اور بے یک نہ بان اگر حضور کی کوئی بدرج مرانی کی ہے۔ تو وہ آپکی خوبصورت  
آنکھ کا قصیدہ ہے۔ علاوه اُن خوبیوں کے صفت جیاد شرم جو ہندیہ رحماط آنکھ کے جو ہر  
ہیں۔ وہ بھی سرکار عالم پناہ کی حشم مبارک کے خاص صفات میں داخل ہیں۔ مثلاً کبھی  
حضرت نے چار آنکھ کر کے کسی طرف نگاہ نہیں فرمائی۔ استمارتہ کے لحاظ سے تھی ہماریکے  
کپڑہ کا ہتھ بند نہیں باندھا۔ عین کے وقت ہمیشہ خدام کو پنظراً فتنیاً ہٹایتے تھے جسی کہ کبھی  
اور کسی حالت میں آپ کی ساق مبارک بنے پر دہ نہیں ہوئی جو آپکے جدا علی کی خاص سنت ہے  
اور معنوی لحاظ سے بھی آپ کی آنکھیں حق ہیں اور حقیقت شناس تو عام طور پر شہر  
ہیں۔ اور راتی یہ دیکھا گیا ہے کہ ان کی دامنِ محبوسیت یعنی ہر وقت کسی گھرے خیال میں فرق اور  
صرفت ہتھی سے ان کے چوہش بمت اور شوق دید کا انہمار اس عنزان سے ہوتا تھا۔ جس سے  
مات معلوم ہوتا تھا کہ مردم حشم کسی ذات کا نظارہ کر رہے ہیں۔ اور شاہد ہے مثال کے  
جمال بامکال کر بے محاب دیکھ رہے ہیں۔ المؤلف

برگز کو ایسی آنکھوں سے نسبت کہاں بدلنا دھبے مرلیں ان کے اشاروں میں بے شنا  
دیوان کی اہل درد کو صحت کہے ددا حق ہیں ہیں یہ۔ انہیں سے عفان کا ہوتا  
ست اسکے دیکھنے ہی سے سب خاص دعائیں  
آنکھیں ہیں یا کہ با رہ دحدت کے جام ہیں

ادران آنکھوں کی دوسری صورتی خیال نمایاں طور پر یہ تمیٰ کر آپ کی حشر حیمت نگر کے  
باطلی فرض دبر کات اس قدر ہیں کہ اگر اپنے چشم دید و انتہات بنا کارش کر دیں۔ تو یہ مجموعہ ان کی  
گنجائش کے داسٹے کافی نہ ہو۔ اس لئے تمیلہ ہمیض تصریفات کا انتحصار کے ساتھ ڈکر کرتا ہوں۔  
چنانچہ ایک بڑی حضور قبلہ عالم منتظر تفضل حسین صاحب داری۔ دکیل ادناف کے ہمان  
تمکے کر مقامات سب باز پور کے باشندے مولوی عبد المنان ماحسینے حاضر خدمت ہو کر  
عرض کیا کہ بباب اس سکم میں کیا زانتے ہیں کہ اور اسے یوم النشور دنیا میں کبھی روایت باری  
تعلیٰ ہو سکتی ہے۔ آپ نے مکرا کے مولوی صاحب کو دیکھا اور فرمایا کہ آپ کو اس آئی  
گرمیہ کا علم نہیں ہے۔ مئن کا انہیں ہدایہ اعمیٰ فہنمیٰ الآخرۃؓ اعمیٰ ہے یعنی جو یہاں  
اندھا ہے وہ دہاں بھی اندھا ہے گا۔

آپ کے ان الفاظ میں بظاہر دجدی مفہایں کا اشارہ بھی نہیں ہے۔ البتہ آپ نے  
سوال کو دیکھا غمہ دیتا ہے۔ اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے تیرزنظر سا کہ شمر ہرگاہ کہ حضور قبلہ عالم سے  
سے یہ مختصر جملہ سنتے ہی مولوی صاحب کیفیت اور اخنومنہ ہو کر رقص کرنے لگے۔ اور حالت  
جو من میں بار بار کہتے تھے جادو بھرے نیلانے مارا۔

اسی مدہشی میں لوگ مولوی صاحب کو دوسرا سبب کہے میں لے گئے۔ دو تین گنڈ کے  
بعد جب انقاد ہوا تو سب نے اس بیماری کا سبب پوچھا۔ موصوف نے کہا۔ برادر میں کیا  
بناؤں کہ ان آنکھوں نے کیا دیکھا۔ اور پھر دی جاتی حالت ہو گئی کہ مولوی صاحب حالت دجدی  
بار بار کہتے تھے۔ جادو بھرے نیلانے مارا۔

دوسرے دن مولوی صاحب کو نئی انفس حسین صاحب حضور کی خدمت میں لائے اور  
عرض کیا۔ غریب مولوی گلستہ بے آب دانہ اڑپ رہا ہے جو غور نے مکرا کے فرما یا مولوی صاحب  
کیا مازاج ہے۔ عرض کیا تکریخ دکا۔ لیکن استدعای ہے کہ اپنا بندہ بنالو۔ غور نے فرمایا مولوی صاحب  
کفر کی باتیں نہ کر۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ گرفہ ہر ماں اسلام ملتوں غلابی میں داخل ہزیتے آپ

تے بیعت لی۔ اور چند ہاتھیں فرما کر مکم دیا کر جاؤ یہ کرد۔ آئندہ اب تو کی نہ تائین گوئید پندر و منہ بارہ  
بھل ریں آتا دہاں ملاقات ہوں گی۔ حضور قیام عالم کی آخری ملاقات کے دوران میں ۲۵ فریج ۱۳۷۴ء  
اچھی کو ایک ناہک شایی نہ فریج دے دلت پر حاضر ہوئے۔ اور بعض غلامانِ دارثی سے اپنی حاضری  
کا سبب یہ بیان کیا کہ یہرے گروئے ہاست کی ہے کہ بہت جلد صاحبی معاہبے کے پاس جاؤ۔ ان  
کی اچھوگی بوت میں نزدیک اکار کا درشن ہوتا ہے۔ دیس تھاری سده ہو گئے دوسرے روز جب  
غورت والا میں حاضر ہو کر نہیں پوس ہوئے۔ تو حضور نے تربیہ بلایا۔ اور اسی حالت صرف  
میں ان کو استغفار پڑھا کر مرید کیا۔ اور خرد فتح مرحمت زماں کر مکم دیا کہ تم حجج کرنے جاؤ  
دنیا کی کسی چیز سے تعلق رکھنا۔ اور سات فاقوں کے بعد یہی سوال نہ کرنا۔  
میں ہذا مشریعی۔ اس جان بانگی پورے شہور برادر کا ہمیشہ یہ دستور رہا کہ جب حضور نبلا  
مالم پڑھ تشریعیے جلتے تھے۔ تو بے ضرورت وہ کلکتہ چلا جاتا تھا۔ ایک روز غانہ بہادر  
مولوی سید فضل امام صاحب ارشاد نے پرچماں کا مشریع جان فرم جائی صاحب تبلیگ موجودگی میں  
ہمارے یہاں کیوں نہیں آتے۔ مشریع موت نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ ہمارا دوست حکیم مبارک  
میں ان کے سامنے گیا تھا۔ اور انگی آنکھیں دیکھ کر پاگل ہو گیا۔ اب نگلے سر اور نگلے پاؤں  
پھرتا ہے۔ اور پچھلًا کہتا ہے کہ میرا نام عبد اللاد شاہ ہے۔

بلکہ بعض بنیلیں نے بھی مجھے کہا کہ جیسے ہم نے حاجی صاحب با بائی کی آنکھ دیکھ دیکھی ہے  
اویاں کوئی چیز ایسی نہیں معلوم ہوتی۔ اور نہ کسی کام میں دل نکھلا ہے۔ تو جان بھی پاگل ہونا  
منکور نہیں ہے۔ اس نے جب وہ آتے ہیں۔ تو میں بانگی پورے سہاگ باتا ہوں کہ ان کی  
آنکھیں دیکھ کر میری زندگی خراب نہ ہو۔

فتحر یہ کہ مریدین یا غیر مریدین کے بس قدر و اتفاقات میں۔ گواں کا موضوع اور کچھ یا یعنی  
دوسرے بھی کیوں نہ ہو۔ مگر ہر ایک دادوں میں تھوڑا بہت آپ کی پشم مرمر گیں کا تسلی مفرود  
ہے۔ بلکہ حضور قبل عالم کے کسی دست گرفتے سے اس کی یافت اور کیفیت یا تلبی ابیت

کے اس باب دریافت کئے جائیں۔ تو قریب ناہی بے کہ اگر دو کرنی بتائے گا۔ تو یہ بھی ضرور کہے گا کہ حضور قبلہ عالم کی دل فریب آنکھوں کا یہ کر شدہ ہے۔ اس لئے داقعات کا اعادہ کرنے اور عرض طوالت کا باعث ہے۔ اس قدر سمجھ لینا کافی ہے کہ ہر قوم اور ہر ذمہ بہ کے ازاد اپ کی پیغمبربھی حقیقت بیسے آنکاہ ہرنے کے ساتھ ماح بھی ہیں۔ لہذا اپ کی چشم حق شناس کا ایک واقعہ عجیب بلکہ عجیب تر لکھ کر اس مضمون کو نظم کر دوں گا۔

خانچہ مدرسہ شریعت الدین بیر پڑواری (نجع ہائیکورٹ کلکتہ) ناقل نئے کہ ٹھاکر ایدگر و موسن نگہر میں غلام بجا لگپر میرے ہمان تھے۔ ایک دزمیں نے کچھری سے اگر دیکھا۔ تو ٹھاکر صاحب مومنوں کو ان کے کے میں نہایا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ چار گھنٹے سے وہ میرے سوتے کے کے میں تھا۔ بیٹھے ہیں۔ میں اس کے میں گیا تو یہ تماشہ دیکھا کہ سرکار عالم پناہ کا دہ کارڈ سائز فوٹوچ پلنگ کے قریب چھپنی کی میز پر رکھا رہا تھا۔ ٹھاکر صاحب کے ہاتھ میں ہے۔ اور چھرہ متغیر اور آنکھیں اشکبار ہیں۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر بیب پر چھا تو مرعوت نے غلکین لبیے میں کہا کہ جمالی شرف الدین یہ کس کا فوٹو ہے۔ میں نے چند لفظوں میں حقیقت بیان کر دی۔ ٹھاکر صاحب اور زیادہ بتیز اپنے گئے۔ اور فوٹو کو سینے سے لکایا۔ میں نے کہا کہ اپنی اس بے صیبی کا حال تو بیان کر دی۔ مومن نے کہا جمالی اس تصویر کی آنکھ بے دیکھی ہے اس وقت سے تن من دھن دھرم کا ہرش نہیں خدا کے داسی دہ اہل آنکھ دکھا دیجیں۔ کی یقینی ہے۔ میں نے کہا لگر ادھنیں اسی آخر ہفتہ میں اس آنکھ دلے کو دکھا دوں گا۔

خانچہ عجیب کے روز کچھری کے بعد ٹھاکر صاحب کرے کر دیوی شریف آیا۔ اور حضور قبلہ عالم کی خدمت میں یہ کہا کہ ان کو پیش کیا یجئے اپ کی چشم تمہر کی یہ تازہ شکار ہے۔ اپ نے مسکر کے بر جستہ فرمایا۔ ٹھاکر صاحب بڑے نظر باز ہیں۔ ٹھاکر صاحب نے قدموں کی اور میرے ہر سے جحضور نے چند ضروری ہدایتیں زمکر بکمال شفقت پمیج پر آئتے سے گھونٹا مارا اور ارشاد ہوا۔ ٹھاکر جاؤ جس صورت کو دیکھا ہے اس کو یاد رکھنا ایک

کے ساتھ تہار احشر ہو گا:

اس قدر سے مجھ کو یہ دکناً مقصود تھا کہ آپ کی پشم سرمنگیں کے صفات و تصرفات جس قدر دیکھے اور نہیں ہیں۔ گرد وہ ادھار کی درسری آنکھیں دیکھنے نہیں۔ لیکن یہ طرح بخانہ تو اترات ان کی سخت بین کلام نہیں۔ اسی طرح وہ اس لئے بھی مان لینے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ کہ اگر ایک مقدس اور برگزیدہ ہستی کی چشم حق شناس سے مِن خداواد کے عکس اہرات سے غیر معمولی دلائل کا انہمار ہوا۔ تو عقلانی بھی بعید نہیں ہے۔ گریزت خیز و اقدح تو زبان عال سے ثاہر ہے کہ حضور قبلہ عالم کے نوٹ کی آنکھ نے یہ کر شدہ دکھایا کہ امکیش پسند ہندو کے قلب تیرہ دار کو محبت کے انوار گوناگون سے ایسا نامور کیا کہ خود صاحب پشم حقیقت بین نے بکمال عنایت یہ دعہ فرمایا کہ تہار احشر ہماستے ساخت، ہو گا۔ فاعلَتُ رُؤْوا  
یَا اُرْلِ الْأَبْصَارِ

الفرض یہ اس عدیم النظر آنکھ کے حسن و جمال کے کارنائے ہیں۔ جس میں صاف نہ باکمال نہ کوٹ کوٹ کے گوہ صفات بھر دیتے تھے۔ جن کی صراحت بجز ماحبث یہ دیانت مجھ بے بصیرت سے ناممکن اور مخالف ہے۔ ملعونہ۔

سرمنگیں آنکھوں میں بیجید ہے بھری شرم ڈا ہم میں بھی نہیں اپنے جو انکھوں نے دیکھا عرش سے آگے رسائی ہے زہے شان علاو داقت پر زہ اسرار بیسی ہیں سجن دا راز سرستے سے آگاہ یہی آنکھیں ہیں

دیہ جن کو ہوئی دا لڈ یہی آنکھیں ہیں

بینے پاک کی توصیف جو در پیش ہے اب حل یہ عقدہ کروں پہیا ہے دلغ ایرا کب کرنی بینی کی ن تشیبیہ ملی بمحض کو جب مفضل گوش جو دیکھے تو کھلای مطلب خضر جس طرح رہا کرتے ہیں الیاس کے پاس تطب دیہ بھی ہیں اک ماحب انسان کے پاس

یہ کہاں نہ ہے مرا میں بُو کر دوں دمٹت دہن چشمِ فیض ہے یا غنچہ لنس سریں دسمن  
فھماشرم سے چپ ہیں کئے نجی گردن نظمِ عینی کا ہو سبندایسے ہیں اعمازِ بنن  
تدرستِ حق کام تاشایِ دکھادیتا ہے

بات کی بات میں مرد دل کو جلا دیتا ہے

اگلی اب دُر دنداں کامرے دل ہیں خیال کس سے نسبتِ انھیں دوں انکے تشبیرِ حال  
مُر کپوں سلک گھر تو بھی غلط ہے یہ مثال جان دیتا ہے ہر اک ان پر یہے ان کا جمال  
جس نے دیکھا انھیں وہ تاب نہیں لاتا ہے  
غاشق ان و انتون کا ہر کے کی کنی کھاتا ہے

بے محل اب نہ کر دل بات یہی ہے بتر آگیا ذکر زیان کا نہ رہوں چپ کپوں کر  
روحِ سمجھان کی ہو دنگ اسکی فضاحت نکر اس کے ماشتوں سے تو پوچھے کونی اس کے جو جاری  
جو کہا اس نے وہ ٹلٹا نہیں زہن اگر بھی  
اس سردی کے نہیں دیکھے ہیں کیا اڑا کبھی

آپ کا طرزِ کلام حضرت قبلہ عالم کا طرزِ کلام اپنی نعمیت میں فرد اور ہمیت میں بیگانہ تھے  
یا یوں کہا جاتے کہ آپ کی باتوں کے اثرات صدری و تصرفاتِ منزوی سے ایک عالمِ علیٰ تھے  
مراتبِ سنتیفیں اور فائزِ المرام ہو اک باعتبارِ خاہِ اہل حاجت کی حاجتِ روانی کی اور بیحاظ  
باطن اربابِ ارادت کی رہنمائی ایسی فزانی کہ اکثر ازاد دنیا کے دامِ تمزدیر سے آزاد ہو کر  
تعلقاتِ عالم کے بارگروں سے بگدوش اور بجاۓ ذکرِ ما سوے اندھے کے فکر و مصال  
شاہِ حیتی میں خاموش ہو گئے۔ يقول مبلل: "شیراز ملید الرحمن"

زمرع مجع مدام کہ سو سن آزاد چمگوش کر دکہ بادہ زبان خمرشِ آمد  
چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ سرکارِ عالم پناہ کی خوشگوار باتیں جس طرح رمز و نکات کی حرش پر  
اور قیوم و برکات کی بھروسیں اسی طرح آیکی بنیظیر تعریرِ دافع آفات درفع ہمات بھی تھی۔

مالا کسی منہض نبیال میں ہر دقت مصروف ہے کی وجہ سے آپ گفتگو ہوت کم  
زد تھے اور اگر کسی امام و مذہبیاعقیدت شاہسے مخالف ہر کرپ اتفاقے تعلق ہمیں یا بجاں  
ترہیت تعلیم کو پار شاد فرمایا تو ایسے چند جیلوں میں جو باوجو اخخار کے نہایت جانع اور عجی  
غیر ہوتے تھے مگر طوبیں اور بیطاط گفتگو کرنے کی آپ کو عادت نہ تھی۔

**ریز دچولیش حرث گرانہایر تو گئی**      گنج از در گنجینہ اسرار برآمد  
لیکن انہیں پھرئے چھوٹے جلوں کا منہیم مختلف انجیال سامین کے مقاصد اور  
مطالب کا کافی جواب ہوتا تھا اور اسی منہض عیارات کے بالمی مبنیان سے طالبین راہ تھی  
کے خذفات و خطرات کی اصلاح بھی ہوتی تھی اور اب اپنے ضرورت کے سماجات و مرادادات کی  
حب مقصود پڑے ہوتے تھے یعنی طالب خدا اگر فرض باطنی سے ثرت اندوز ہوتے تھے  
تو ہاجنڈ بھی ناکام نہیں رہتے تھے اس لئے آپ کی تعریر کو جامیت کے سماڑ سے اگر لاجا  
اور عذر کا نظیر کیا جائے تو شاید کسی کو کلام نہ ہوگا۔

چنانچہ مقدمہ مہمان الشیۃ میں بیگارش کر چکا ہوں کہ حضور قبلہ عالم کی تعریر کو اگر فرمائی  
کے اعتبار سے دیکھتے ہیں تو یاد ہو رائی محیت اور مستقل استنزاق کے نہایت برہستہ  
اور غایت سلیس اور شستہ اور سادگی کے ساتھ خوشگوار بھی ہوتی تھی۔

یہ بھی دیکھا ہے کہ آپ کی تعریر میں متعدد مخادرات بھی شامل ہوتے تھے اور اکثر کسی  
برگزیدہ صوفی کا کوئی شہر مقولہ یا کوئی صحیح حدیث یا کوئی آیت ترآلی متنیلاً شرکی  
ہوتی تھی۔

عمراً آپ کی تعریر انکار آییں۔ تعلیم سے مولود اور کسی کی تغیر اور ہجوسے نسبتاً  
لصعب اور نفایت سے پاک۔ مجت اور مراتات سے ملو ہوتی تھی۔

آپ کی تعریر میں خوبصورت روایت اور برہستہ آمد اور تخلقات آور کے نتائج  
سے پاک اور منات شاشتگی سے سراپا موصوف ہوتی تھی۔

اپ کی تعریر کا فرز اور ہبھا اس قدر نہ شگوار تھا۔ جس سے شان میریت کا نمایاں لٹر پر انہیں پہنچتا۔ جس سے ارادتمند متأثر ہوتے تھے۔

اپ کی دلمپی زبان گوارد دتی۔ لیکن اہل ورثے کے عویں میں۔ ایرانیوں سے فارسی میں۔ اتنا یوں سے پشتومیں بلا تکلف اپ گفتگو کرتے تھے۔

اگر بیجا نہ میلت دیکھا جائے۔ تو اپ کی تعریر میں توں کے منزی لطائف اور فقرہ تک متعاقن دھارتے ملوہ رہتی تھی۔

اپ کے انداز تعریر کی ایک شان یہ تھی کہ سامین ہم توں گوش ہو جاتے تھے اور پہنچ کے عادات و مداخلات اپنیں فرعیت کے تحت میں پہنچتے۔

اپ کی تعریر کا ایک منسوب عن تصریح یہ تھا کہ گوسامین مختلف احوال ہوتے تھے لیکن ہر شخص سمجھتا تھا کہ آپ مجھستے مخالف ہیں۔ اور وہ سے سخن بیری جانہ اور نہ فرمیں رہے جس طالب ہے۔ اور اس ایک ہی تعریر کے خلاصہ اسی الفاظ کے نیون دربار کا ہر شخص با وجود مختلف احوال ہونے کے متینیدہ ہوتا تھا۔

چنانچہ میرا مشاہدہ ہے کہ بیک دلت پار ارادتمند چکلیت ”مختلف احوال“ کے حاضر خدمت ہوتے۔ ہر کچھ عرض نہیں کیا تھا کہ حضور نے ان سے مخالف ہو کر فرمایا۔ کہ جو شخص خدا پر بھروسہ کرتا ہے۔ خدا اس کی صرف ضرور کرتا ہے۔ اور تم تو آج رہو گے۔ کل پڑے جانا۔“

مسہد ارشاد چاروں ارادتمند قدم برسن ہو کر چلے۔ لیکن دیکھا کہ وہ رُگ مردِ رہب نہیں۔ ان کے بے محل اور غیبِ معمولی خوشی دیکھ کر نہیں کوئی خیال ہوا کہ مومنین سے اس سرت اور خوشی کا باعث دریافت کرنا چاہیے۔ شب کروان سے مل کر مستفر جمال ہوا۔ سلام ہوا کہ ایک صاحب کا ہائیکرٹ میں مقدمہ ہے۔ جس کی کامیابی کے وہ مل جتی تھے۔ دوسرے صاحب کو بعض عقایدِ اسلام سے اختلاف تھا۔ تیرے چیند پوش اس کے خواستگار

تحفہ کر کریں ذکر تعلیم فرمایا جائے پوچھتے تھے تماق تو حیدت و اتفت ہر زبانا پاہتے تھے۔ اور  
چاروں کو سرت اس کی ہوئی تھی کہ نیفان داری نے ہماری خواہشات کو پورا کر دیا ہوئی  
سے میک سخن از تو طرح گردیدا است دہڑاں سخن می گنجیدہ  
ہندہ اس منظر تقریری کے برکات اونٹھوں چلوں کے تصرفات کو نظر ناہل سے دیکھنا پاہ۔  
کہ بننا ہر تو سارہ الفاظ کے دھبیلے تھے۔ مگر ہمیں معلوم کونسا معنوی لخت ان فلاموں کے  
پیش نظر کر دیا گیا۔ کہ اس ایک عبارت نے چاروں مترشیدین نے چار سوئی اپنے اپنے  
حصب حال کیجئے۔ اور لطف یہ کہ ان کے خیال کو اس وقت عین یقین کا مرتبہ دیا گیا۔ کہ  
یکاں تذبذب احوال کے ان کو اپنی بکھر پر اس قدر دشوق ہوا کہ مطہر اور مسدود ہو گئے۔

مزید پر اس۔ زیادہ حیرت خیز امر یہ ہے کہ کچھ ہر صورت کے بعد جب انہیں تغراتت  
ملاتا ہوئی تو معلوم ہوا کہ صاحب مقدمہ کو کامیابی ہوئی۔ اور دوسرے صاحب کے خداشت  
دفع ہو گئے۔ شاہ صاحب کو دیکھا کر ذکر اسیم ذات جاری ہے۔ اور جس کے صاحب کو  
ترجمید دبودی کا فائل پایا۔

زبان۔ آپ کے طرز تقریر کی شان پر کہ معمولی الفاظ کے پرده میں یہ کر شد کھایا کر  
چاروں کے امراض گو مختلف تھے۔ مگر اس طبیب بالمنی کے ایک شسترنے سب کو شفائے  
کامل مرحمت فرمائی۔

علی ہذا آپ کی پرجستہ تقریر یہ ہے یہ روحاںی اشربی دیکھا کہ اکثر فلاموں کے قلب نکھلتے  
لفاںیے ہات ہو گئے۔ اور نیفان کلام داری سے ہے تصفیہ ایسا تو یہ امتقل ہر اکثر  
دمگ قلب کو یقین اور اطمینان رہا۔ جس کو عرف موصیہ میں تصدیق ہوتے ہیں۔  
آپ کی میز نما تقریر کی ایک عجیب شان یہ بھی دیکھی ہے کہ حضور قبیلہ عالمت اپنے علاوہ  
یہ افق کی عدم موجودگی میں خطاب فرمایا اور انہوں نے اپنے مقام پر اس کو دیکھنے لیا۔  
پس انہوں نے اپنے عذر بیجا خواہ آپ نے فرمایا کہ یہاں کا سیاست پر شماکر ہے۔ یہ نکم بننا ہر

کوئی موجود نہ تھا۔ اس نے استنبال بہوا اور یہ داد میں نے تاریخ تائین لکھ لیا۔ کچھ مدرس کے بعد چودھری خدا بخش صاحب شمیکیدار ستر مل ماماد جو بارگاہ داری کے قدیم حلقوں پر گوش تھے۔ پہ تماقے قدیم کو دیوبی شریعت حاضر ہوئے جب نجست ملاقات ہوئی۔ تو دران انگلاؤ میں ان کے کاربار کی حالت بھی دریافت کی۔ وصوت نے کہا کہ تم کو معادم ہے کہ اس کے قبل میں بہت تر مدار ہو گیا تھا۔ لیکن سر کار کے کرم سے وہ پریشانی یوس مبدل ہے خوشحال ہو گئی۔ کر ایک روز ایڈنائز منزب حربے ستور میں نے تصور کیا۔ اور اتفاق سے حضور کی بیرونی قائم مرنگی اسی حالت میں آپ نے فرمایا۔ یا بارٹا۔ پڑھا کرو۔ میں نے اس حکم کی تعلیل کی۔ اور بہت طیلہ میر کاردار پہلے سے بھی اچھا ہو گیا۔ اور تر غدر کی بھی ادائی ہو گئی۔

پھر چودھری صاحب سے یہ داد چورا۔ اور اپنی باد داشت سے تاریخ کا مقابلہ کیا۔ تو مطابق پایا۔ اس وقت سمجھ میں آیا کہ حضور قبیلہ عالم کا داد ارشاد بے وجہ نہ تھا۔ بلکہ ایک نادار علماء کی پروفس منکور تھتی۔

دوجار درج کے بعد میں نے یہ سبیل تذکرہ چودھری صاحب کا یہ تصریح ضمیر قبلہ عالم سے ہوئی کیا۔ تو فرمایا۔ ہاں۔ جو تصدیق کے ساتھ ہے یا بارٹا۔ پڑھتا ہے۔ وہ نگہست نہیں رہتا۔“ الفرض۔ اس مختصر تصریح سے یہ ظاہر ہو گیا کہ آپ کی تقریر فیوض دبر کات سے ملوث تھی۔ باد جو دیکھی میری عدم الہیت سے وہ صفات پھرٹ گئے۔ جن کار دھانیت سے گہرائی تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ظاہری نوبیوں کو بھی کما حقہ دکھاسکا۔ اور نہ آپ کی تقریر کو نذکورہ بالا صفات کے ساتھ مدد دکر سکتا ہوں۔ کیونکہ جو اوصات بیان ہوئے۔ یہ تو میری نافض معلومات کا اندازہ تھا۔ درجہ سامیعن عالی خیال اور صاحب ہم دادرک ہوں گے خلا جانے انہوں نے آپ کی برجیت تقریر کی کیا غلطیت سمجھی ہو گی۔

ہندو سرکار عالم پناہ کا تن اہم سراپا قدرت الہی کا توزہ اور منتسب ایزدی کا تیمور عدو تھا۔ جس کے ہر عذر نے اپنے برکات ظاہری اور تصریفات باطنیت تقریباً سال تک دشیا کو

مستیند فرمایا۔ اس نے ہر ایک جزو دن آپ کا ہزار شادتاش کے قابل ہے مخواہ  
 درست چپ و ذلن لکھنے کو بیٹھا جدم خوت ملاری ہوا چلنے لگا رک رک کے قلم  
 کس سے تشبیرہ دوں چیرت کلبے مجھکو عالم اس نشیبہ اہ الفت کی شنا کیا ہو رسم  
 چوٹ کمالے ہرئے دل سے یہ اذیت پوچھو  
 چل اس چاہ کی یوسف سے حقیقت پوچھو  
 بندل ہے یہ گل انور کے سانچے میں ڈھلا طور کی شمع سے بہتر ہے کہیں اس کی شیا  
 جس نے دیکھا اسے بے ہوش ہوا یہ بونا عقل نے مجھ سے کہا ہے یہ محل خوت کی جا  
 کرتا ہے خوت ہے تو ڈر نہیں اصلاح جکو  
 مثل موئی کہیں غش آئے نہیں اصلاح جکو  
 کہاگر دن کو اگر میں نے کہے شمع طور بے دوقن ہے نہانیں گے اے اہل شور  
 اس کی توصیت بیان ہو یہی ہے کس کا مقدار یگا دھم ہے جسے دیکھ کے ہر تاہے سر در  
 نحن واقریب صفت آئی ہے اسی کی دیکھ  
 عاشقتو بادہ وحدت کی عمر اسی دیکھو  
 جان دیتے ہیں انہیں با توں پربا بل صفا بر ملا کہتے ہیں سبے ہیں یہی دست خدا  
 پوچھا باعث نہیں دیتے جواب اسکے سوا تم ہو جاہل تمی کجھو گے نہ مطلب اس کا  
 خوبی بخنت ہے ایسا جو ملا پسیر ہیں  
 یاد ہے خوبی بد اہنڈ کی تفسیر ہیں  
 پنجہ ہمسر ہوا ہے اسی پچیسے سے خجل مرتب اپنے مریم کو کہاں یہ حاصل  
 کام آسان یہ نہیں اس کی شناہے نسل اس میلے پختن پاک کا جلوہ اے دل  
 سب ہی قیضے ہیں ہے دعویٰ لے شاہی کا در  
 شش جہت میں یہی خمار حداڑا کا

انگلیوں پر ہوں نکس طرح فدا ایں مذاق رہی سب کی کریاں سیں بھی ہیں شکانت  
ڈنگیری کی صفت میں ہیں شہیر آفاق یوں مشکل میں خبر عقدہ کشائیں ہیں ٹھان

تیک اور بدے بھی آگاہ یہ کردیتی ہیں

ہاتھ پکڑا تو من الشدی کردیتی ہیں

میزِ پاک بے گنجینہ رازِ اسردی کیزے دل غصہ وحدت بکر دکد درستے بری  
یہ سفالی بھی آسیز میں دیکھی تھی اہل دل سمجھیں نکس طرح بندگی اسکی  
زہزادہ کو دل انگاروں کو الفتن بخشنی

جس کو سینت لگایا اُو نعمت بخشنی

وصفت سینے میں رہا ذہن رسما مرگِ دال دم تحریر ہوا انکر کو کیا کیا نگاہ  
کوششیں طبع نے کیں تب یہ کھلا رازِ نہا۔ لوحِ حفوظ ہے یا عرشِ خدا دد بہاں  
صدرِ عظم بے در قیس کا گنجینہ ہے  
صورتِ علمِ لدنی کا یہ آسیز ہے

اد راسی سینہ کے پسلوں میں ہے دل کا بھی مقام وصف اس دل کا ہمیزیں نہیں کملے غلام  
ذکر میں شغل میں مصروف یہ رہتے ہم الخرض یادِ الہی میں کی گئی شتر تمام  
سمبول کر لندت دنیا کی طرف پاہنہ کی  
عشق میں سینکڑوں صدے بیٹے پر آہنے کی

پیشک دہ ہے جو پر نعمتِ خالق سے رہا نمن سب روک لست کہنا پتے ببا  
ذہنِ توصیف کریں ہوا کو شاہ جو سوا دل یہ بلا تجویزِ عطا نہیں ہو شہر آں  
ستعد ہو گیا تو کوشش بے جانکے لئے  
یامِ اپسلا یا گرفتاری عنفات کے لئے

مدحتِ مرنے کمر ہو نہیں سکتی زہار فکرے سود ہے تدبیر ہے گرنا بیکار

اسکم آنہلم کی طرح یہ زکھلے گا اسرار ہے دیوبنیں سخت افہار  
کیوں نے خالوش ہوں ماقبل کو محل صبر کا ہے  
اختیار اس میں نہیں ملکیہ عجیب رکا ہے

صفت پائے مبارک بعض ہوئیں بیرت داری نے حضور قبلہ عالم کی اس شخصیت  
صفت کا بھی ذکر کیا ہے کہ باوجود تعلیم چوبی ہر وقت استعمال نظر کے، سیش پائے مبارک  
گرد غبار سے ایسے پاک اور محظوظ ہتھی تھے جن کافر شیفید پر بھی نشان نہ پڑتا تھا۔ یہکہ  
عابِ مشکوٰۃ حقایق نے بھی اس کی تائید میں بعض مستند اور متاز حضرات کے شاہدات  
کا عوال دیا ہے۔ ظہوری سے

کعبہ ردنلیں دور انداز درگام نہست از میلان نتران زیر قدم می آدد  
واقعی حضور قبلہ عالم کی یہ صفت عجیب اور عدیم المثال صفت ہے اور نظر ناہر سے دیکھتے  
ہیں۔ تو صرف آپ کی ذات محدود السفات اس شخصیت میں صفت سے موصوف معلوم ہوتی ہے  
اور آپ کی یہ صفت کسی خاص وقت اور موقع کے لئے موقوف نہ تھی۔ بلکہ بلا قید مکان و  
زماں ہمیشہ اور ہر حالت میں اس صفت کا عملی الاعلان اٹھا رہتا تھا کہ جس کے شاہدین کی  
نہ رست بھائے خود ایک مستقل کتاب ہو سکتی ہے۔

لیکن حضور قبلہ عالم کی اس حضرتی صفت کا جس طرح زمانہ مترن ہے، اسی طرح  
آپ کی پر خداداد صفت اپنی توبیت میں عقولاً نقلًا ایسی غیر معمولی وعدیم التغیر ہے۔ جس کا  
ذکر سن کے بوجہ اپنی عدم معرفت کے استعجاب ہوتا ہے۔

کیونکہ جب تک حضور کے پائے مبارک کی اس صفت کا فلت میں اختیار نہیں ہوا تھا  
کسی فرد لیشر کے کالزوں نے نہ اس غیر معمولی صفت کا انسانہ نا تھا۔ اور زکر کی کسی آنکھ نے نہ یہ  
عجیب غریب کر شد و میکھا تھا۔ بلکہ تاریخ کے ادق شاہدیں کہ متقدیں حضرات صدیقی میںے  
کرام کے صفات میں نہ اس بے مثل صفت کا ذکر ہے۔ اور ان کے قصہ نات میں کوئی ایسا اقتض

نظر آئیے جس سے ہمیشہ اور مستقل طور پر اس صفت کا انہمار ہوا ہو۔

علیٰ بذہ انظام نظرت بھی یہی ہے کہ نہ کسی مٹی سے پاؤں گرد آلواد اور ترمیٰ سے پاؤں میلے ترور ہو جاتے ہیں۔ اور ہر دعالت میں ان کا شان فرش پر محکوم ہونا لازماً تحریک ہے مگر حضور قبیلہ عالم کا معاملہ کفیریٰ اس کے خلاف دیکھا کر کو سوں کی مسافت پا پیا رہ اور پا برہنہ طے کرنے کے بعد بھی آپ کی کشف پاگرد آلواد نہ ہو۔ اور نہ بارش کے زمان میں آپ کے پاؤں کبھی میلے ہوئے جن کا سفید فرش پر کبھی داغ نہ رکا۔

بلکہ حضور قبیلہ عالم کے سوانح میں ایسے واقعات بھی منقول ہیں کہ اکثر غیر مریدین نے آپ کی تشریف آوری کے وقت بنظر آنا والش اپنا صحن مکان پانی سے خوب تر کر دیا اور اسی میں سے گذر کر آپ فرش پر آئے۔ مگر اس سفید فرش پر دھرنہ لگا۔

محضر یہ کہ منقولات کی وساحت سے اس بے مثل صفت کے خصوصیات کا تم کو علم ہوا۔ اور نہ منقولات کے ذریعے سے آج تک یہ سمجھیں آیا کہ راتنی اس صفت کی اصل دلیلیت کیلیے۔ اس لئے سمجھو اس کے اور کچھ نہیں کہ سکتے کہ یہ قدرتی و دلیلت اور ممکن عناصر ہے۔ اور اس راز سرستہ کی ماہیت کو دہی سمجھ سکتے۔ جس کو داہم العطا یا نہ حق شناس کیا ہے۔ بنقول۔

در کار خانہ کرہ ملہ دعقل نیمت دہم ضعیف درائے فضولی چراکند

اس لئے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ سرکار عالم پناہ کی یہ غیر معمولی صفت اور عجیب و غریب خصوصیت جس کے ظاہری تصریح سے گردہ مریدین ذمہ معتقدین و غیر معتقدین میں قریب تریب ہر شخص دافت ہے اور جس کا ناص دعام ملکیار داغیا نے ہر شر و دیار میں باہم بار مشاہدہ کیلیت اور جس حیرت نیز و اتوکی یہ شان بت کر عین ایقین کا مرتبہ حصل کر رکا ہے۔ ہذا خلائق اللہ کی یہ چشم دید حصت ذمہ احت کی اب شخزبے۔ زاشاعت کی تھیں اور اگر اس شہرت کے بعد بھی جس سے دنیا کا بڑا حصہ خبردار ہے۔ اس کا اعادہ کیا جائے

تقطیعات کے اعتبار سے بیکار ثابت ہو گا۔

قطع نظر اس کے ارباب طاقتیت نے ہادیت زمانی ہے کہ وہ اخبار جو مشتعل پر روزہ ر اسرار ہوں، ان کا اعلان عام منانی اختیاط ہے۔ اس لئے کہ بہت بلند مقام اپنی کمیت سے اگر شرعاً انس بجا نے مفاد و منفعت کے منازع و مظاہر کا نعمان اٹھاتے ہیں، کیونکہ روحانی صفات اور معنوی حکایات کے تذکرے سے انسین طالب ایسا راہ تھی کو نامدیہ پہنچتا ہے جن کا تلب درود محبت سے متاثر ہو۔ چنانچہ اسی خیال سے مجموعہ ذرا کے مقدار میں عرض کر کے ہوں کہ حضور تبلیغ اعلیٰ کے وہ حالات دار شاداً تھیں کہ ارشن کر دیں گے، بن کار رحایت کر گہر امر دیکار ہو گا۔ اور اسی اعتبار سے سرکار عالم پناہ کی اس منصوص صفت کی تشریح و تصریح سے جو عین دلیلت تھی اور عنایت دہی ہے۔ مددور ہوں۔ اور اسی قدر عرض کر دوں گا کہ میری ہمکوں نے ضمور کے پائے مبارک کی یہ صفت دیکھی ضرور ہے۔ کہ نہ کبھی دہ خبار آبود ہوتے۔ اور دسیند فرش پر ان کا دہیہ مجوسس ہوا۔ مگر اس میں کیا اسرار فدا دندی تھے۔ اس سے نالیمد اور بے بہرہ ہوں۔ نزیر تباہ سکتا ہوں کہ اس صفت کی حقیقت اور ماہیت کیا ہے۔ نزیر کھانہ کا شعور ہے کہ یہ صفت حاتمی ماذب قبار کے والسنے منحصر کیوں تھی۔ اور اس صفت خاص کا تمام عمر قدم پر اظہار کیوں ہوا۔ ایتھر یہ باؤ ازاں بند کہہ سکتا ہوں کہ یہ صفت ہائی سرکار عالم پناہ کی منحصر صفت ہے۔ بلکہ مولیعین یہ رت واری نے شاید خیال نہیں کیا کہ حضور تبلیغ اعلیٰ کے اوصاف پائے مبارک میں ایک اندھی پھر ٹھیکی صفت مستتر ہے۔ لیکن اس صفت کی بھی معنوی صراحت اس لئے ہے ملکے امکان سے باہر ہے کہ آپ کی چوری سے چھوٹی صفت بھی اعلیٰ سے اصلی اسرار کا مجموعہ ہے چنانچہ وہ صفت بیکارش کرنے سے پہلے بلکہ تہیید یہ عرض کر دیں گا کہ نظام فطرت کا یہ کلیہ ہے کہ دنیا میں یہ قوم۔ اور ہر قوم میں ہر طبقہ کے افراد کی جسمانی شست کے اعتبار میں یہ خصوصیت عرب ٹائکھی جاتی ہے۔ کہ تمام ہمگی کمال ہے ان کے تلوے کا پڑا دیز، اور ان کی ایڑی سخت ہوتی ہے۔

اور انگریس ملکیت میں ان فرنگیوں کا شمار نہ بھی کیا جائے۔ میں کا ہمیشہ پاسا دہ پہنزا اور پا برہنہ ہے سبب غربت یا بحافاظاً ہمیشہ داخل معاشرت ہے۔ اور صرف اعلیٰ طبقہ کے حضرات اہل ترقیت کو دیکھا جائے۔ جو اپنے گھر میں پڑتا اور پڑتا ہے پہنچنے کے عادی ہیں۔ اور بغیر سواری کے چار ترموم بھی نہیں چلتے۔ تو وہ بھی اس نظر پر نظرت میں مستثنی نہیں ہیں۔ اور ان کے بھی تابعے کی کمال۔ ان کے جسم کی کمال سے زیادہ مولی۔ اور تابعے سے بہت زیادہ ایبری کی کھال مونی اور سخت ہوتی ہے۔

لیکن اس نلسنہ نظرت کے باکل بر عکس ہے مسکارا عالم پناہ کے تلوے کی کمال نہایت نازک اور ایڈری نرم ہتی۔ بادجودیکہ آپ نے ہندستان کے علاحدہ جیاڑ، عراق، ایران اور بیدس، بصر، قسطنطینیہ، شام، حلب اور بعض تھوس پورپ کی پاسا دہ سیاحت نزدیک اور پہاڑوں کے نامہوار رہتے۔ اور بھیگستان کے پیلی میں الوں کا پا برہنہ سفر کیا۔ مگر آپ کی کف پا شیرخوار اور ماں کی گود میں رہتے رائے پئے کہ تلوں سے زیادہ نرم نازک تھے جس سے بیان نہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ صفت بھی حصہ تبلہ عالم کے خصوصیات میں داخل اور ملکیت نظرت کا ایک نازک اشتراہ ہے۔ چنانچہ واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ پاؤں دبائیں میں مسکارا عالم پناہ کی کعف پا کو جب از جد شفافت اور بیشم کی مثل نرم پایا۔ تو میں نے حالت استیجان بیہ اپنے گاؤں سے مقابلہ کیا۔ اور خود حکم بتا۔ بالذہ العظیم اس وقت میرے ایمان اور اغماٹ نے یہی بیفلک کیا کہ تیرے گاؤں سے حضور کی کفت پا بہت زیادہ نرم نازک ہے۔

ہند ایاعتباڑ طاہر آپ کے پائے مبارک کی اس بعید از عقل لطافت کو جسمان صفت تو کہہ نہیں سکتا۔ کہ نلسنہ نظرت کے قلعی خلاصت ہے۔ اور اس کا بھی خل نہیں ہے کہ بغور نہ لالی یہ عرض کروں کہ قدرتی لطافت آپ کی شان عنظمت درفت کی عین محنت۔ اور آپ کے مراتب تقرب اور مدارج مجموعیت کی خاص علمت ہے۔

اور بوجعدم الہیت نہ یہ جسارت کر سکتا ہوں کہ اس قدرتی لطافت کے روز د

اس راز بکار رش کر دوں۔ اس لئے زیادہ آسان صورت یہی نظر آتی ہے کہ برادران طریقت  
اس بیسی دغدھی صفت کی حقیقت داہمیت کی بہتمت خود حاکر زیماں۔ اوس پانے اپنے  
خیال اور فراز کے مطابق حضور قبلہ عالم کے کوت پائے مبارک کے اس صفت کے ظاہری  
امتیاز اور باطنی اعزاز کا لقینہ کریں۔

بِتْنَ بِرِیاً كِنْدَگَلَمَ تَصْوِيرِنَهَايَ رَا بِپَایِدَار سَازِنَخْتَكَانِ تَعْشَ فَانِ رَا  
لَطَافَتْ آنَقَدَرْ دَارَدَ كِنْدَگَامْ خَایِرَنْ توَانِ ازْلَبَشَتْ پَالِشَنْ يَلْقَشَتْ قَالِ رَا  
دَرْنَهِ بِیْ عَزْنَ کَرَدَوْنَ گَاَکَرْ سَکَار عَالَمْ پَیَاَهَ کَیْ صَفَتْ اپَنِی نَظِيرَ آپَسَے۔ اور کچوں  
نَہْرَ۔ اس دَاسْطَنَ کَیْ صَفَتْ ان تَرْدَمْ نَیَنَتْ لَزَمْ کَبَے۔ جَنْ کَے نَیَضْ دَبَرَکَاتَسَے  
ہَرَانَدَلْ گُمْ کَرَدَه رَاهَ فَانَّزَ المَلَامْ ہَوَے۔

وَادَیْ صِيدَرْ رَفَاسَے يَقْدَمْ بَهْرَنْ ٹَلَے  
یَرَہِی پَادُؤں ہیں جُورَاه خَادِمِیں ہیں چَلَے  
ان کَلَپَرِو جَرَنَہیں عَشَنْ کَادَنَامْ نَلَے  
کَیْوَنْ نَعَشَانْ دَلَ دَجَانَ سَے چَاہِیں ان کَر

مَشَقْ سَبْ کَوْچَدَ الْفَتْ کَیْ ہیں رَاہِیں ان کَو  
سَرِیَہاں جَسْ نَتْ جَبَکَیَا رَدَه ہَوَانِیکَ انجَامْ دِینِ دَنِیَلَکَ کَبِیْ بَنْ گَنْ بَجَرَٹَه ہَرَے کَامْ  
اپَنِی پَیرِ دَکَیْ ہیں رَہَبَرِی کَرَتَے ہیں مَدَامْ اب قَدَمْ چَوَمْ لَے شَیدَا کَمْ سَرَ اپَاَہِے نَامْ  
کَوَنِ دَنِیَا مَیِں نَعلَیْ سَے نَمَتَانَ ہَوا

سَرِیَہاں جَسْ نَتْ جَبَکَیَا رَدَه سَرِنَزَارِ ہَوا  
آپ کے حَسَم کی خوشیوں اسی سلسلہ میں حضور قبلہ عالم کی اس شہور اور منسوب صفت  
کا بھی ذکر کرتا چاہتا ہوں کہ آپ کے حُسْنِ اقدس سے ایسی خوشگوار نیکتت آتی تھی کہ علاوہ  
اہل ارادت کے غیر مریدین حضرات جب خذلت با برکت ہیں مُظْرِفَتْ تھے۔ تو وہ بھی اس شیع پر درد  
اور جان نواز غُربَشبو سے متاثر ہو کر آپ کی شانِ محبوبیت کا اقرار لگ کر تھے۔ تھوڑی سے

پیر آن برگ سمن گشتہ زلفت پذش اے خوش آں مخزک دیکھ کشد از پرفس  
حالانکو بعض مولفین یہر داری نہ سرکار عالم پناہ کی اس عدیم انتیل صفت کا ذکر  
کیا ہے۔ بلکہ صاحب شکوہ خانی نے صفحہ ۳۹ میں موانا انفضل رحمن عاصب علیہ الرحمۃ کے  
اکی مقدار حلقة بلوش کی تقدیمی ردا میت نقل کی ہے۔

لیکن اس غیر معمولی صفت کا علم چونکہ جملہ علامان داری کو سنجو بی ہے۔ اس لئے جانب  
دالا کے جسم اقدس کا یہ تصریح محتاط بیان ہیں۔ بلکہ میرا مقصودیہ ہے کہ اس علیل القدر  
صفت کا ذکر اب اپنے بدی ہی دلائل اور نمایاں اسناد کے ساتھ کیا جائے کہ اس گز شدہ  
و اقد کے اہم اثرات اور زریں برکات سے ماضی عام ہیئت شرست اندزاد اور فائزہ ملزم ہو اکریں  
کیونکہ حضور قبیل عالم کی اس ہمیم باشان صفت کے دیکھنے والے ارادتمندوں سے اب  
دنیا کا ہر گو شہ خالی ہوتا جاتا ہے۔ اور اگر پنڈت مہر پرستاران داری کی مشکلیں دکھانی  
دیتی ہیں۔ تو وہ بھی اس عالم فانی کی سیر کر چکے ہیں۔ اور اب سفر ملک جادو دانی کرنے  
کم رہتے اور داعی اجل کو بیک کہنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ بقول۔

خیٹے ماسٹران عدیم نے نکلے ہیں جس قافیے میں ہم ہیں دہ سب جانوں کے ہیں  
عتریب دہ زمانہ آتا ہے کیہ قبیم اور مفتیم عورتیں جو آج بزم عالم ہیں تجملاتے ہوئے  
چڑائی خحری کی طرح دکھانی دیتی ہیں۔ بلکہ باد نما کامبھن کا بہب ان کو مدد و میرے گا۔  
تو سرکار عالم پناہ کے یہ حریت خیز دعوات کا حشم دید بیان کرنے والا ہم کے اس کیش  
العداد گردہ میں کوئی نہ ہے گا۔

لہذا افر درت معلم ہوئی ہے کہ حضور قبیل عالم کی یہ علیل القدر صفت ایسے عنوان  
کے قلبیند ہو کہ آئندہ نسلوں کے داشتے یہی تحریر دوہیں کا کام نہ۔ اور گریٹھیل پنے آتا  
نامارکے جسم اقدس کی خوبی سے متأثر ہو اکویں۔

حقیقت یہ ہے کہ سرکار عالم پناہ کی یہے مش عفت داقی مخصوص اور غیر معمولی

صفہ تھے، اور آپ کے مارچ ملیا کی کامی دیل۔ اور تقرب دانِ اختصاص کی کملی ہوئی نشانی ہے۔ جس سے بین طور پر آپ کی عنیت و میلات کا انہما ہوتا ہے۔

لیکن یہ بھی خیال ہے کہ آپ کی اس صفت کی شرح حکایت ت وہ حدیث درج فلسفہ جدید کے دلدار ہیں ضرور متعجب ہوں گے۔ اور آپ کی اس خصوصیت کو غلط پیچھے متصور فرمائیں گے۔ اور بباختہ کہیں گے کہ ایک انسان کے سیمہ سے خود بخوبی درقت خوشبو آنا نظامِ فطرت کے منانی ہے۔ اس لئے کہ عام دستور ہے کہ عموماً پسینے کم بازیادہ ہوئے ناگوار آتی ہے۔ مگر امید ہے کہ ایسا نہ ہوگا۔ اس داستے کو جس نے میرت پاک حضرت ماحب بولا کہ بالالتزام مطاول کیلے ہے۔ وہ دعویٰ انکار نہ کرے کا۔ کیونکہ متن احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت خاتم الرسلؐ کے حیم الہر کا یہ خاص میزہ تھا کہ جس رامتے آپ کا گزر ہوتا تھا وہ کوچہ ایسا ماطر ہو جائے تھا کہ صحابہ پہچان جاتے تھے کہ اس اسرت سے آپ تشریف لئے گئے ہیں۔ اور بعض احادیث صحیح میں یہ کہی بسراحت منقول ہے کہ آپ کے پسینے کے قدرات جس عدس سے لگا دیئے گئے۔ اس کی نشان میں وہ خوشبو عمرتک باقی رہی۔

پس یہ مستند اخبار جب کہ شاہد ہیں کہ سردار عالم کے حیم الہر کے عقیق پر نہ کہت کا اثر عدس غیر کفر کی لشکر میں عرصتک باقی رہا۔ تو باغ رسالت کا وہ بخوبی الطرفین (وہاں جو عنایت ایزدی سے صفات خدیہ کا منظہر اترم بھی ہو۔ اگر لپٹے جدا علی کی اس صفت سے ہو سوت ہوا۔ تو محل استعیاب کیا ہے۔ بلکہ اس ولین مصطفوی کا بنتی شرط اور وہی اختصاص تقدیس کا تتفقی تھا کہ اس کی امتیازی شان کا ختن میں انہما ہو۔ اور اس کے مشک نیز پسینے سے سیادت کی دلفریب خوشبو آئے۔

چنانچہ سب نشار جای احادیث۔ اولاد حضرت رسالت میں ایک فرزند سعید کی دو سمات سے تیر ہوئی صدی میں اس نہ کہت سیادت کا اس طرح دیتا میں علی الاعلان انہما ہوا کہ اس عدیم النظر خوشبو سے یار داعیار سب متاثر ہوئے۔

یک دیکھا یہ ہاتا ہے کہ اس بڑے خوشگوار کی انبیت غیر مسلم حضرات کی شہادتیں زیادہ نزدیک ہیں۔ شاید اس جسے کہا یہے وگ جب طافر خدمت ہوتے تھے مادر دنماان کے دماغ میں یہ غیر معمولی خوشبو آئی تھی۔ تو وہ تسبیح اور محیج ہو جلتے تھے۔ اور چونکہ دنیا پریت خیز ہوتا تھا۔ اس لئے اپنی اپنی صحبت میں اس کا ذکر خود در کر سکتے تھے۔

اور مریدین تو اس بدلے میں خوشبو کے اثرات اور برکات سے کما حقہ دافت ہیں۔

چنانچہ جملہ فلان بارگاہ داری شاہیں کو حضور قبلہ عالم کے جسم اقدس کی بھیجنی خوشبو ہو۔ ہر شخص کو موسس ہوتی ہی۔ وہ ایسی مخصوص اور دل آدمی خوشبو ہتھی۔ جس کو کسی دوسری خوشبو سے تمثیل شدے سکتے ہیں۔ اور نہ ایسے الفاظ ہائے پاس ہیں۔ جن کے ذریعہ سے اس قدری تہمت کی حقیقی گیفیت کا الہام رکریں۔ مثلاً اسی قدر کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کی بڑی شہروں میں خوشبو سے اپنے جسم اقدس کی خوشبو بالکل جدا گانہ اور دنیبیت ہتھی۔ جس کو اکثر حلقوں میں استعارہ کے طور پر دہمن کی خوشبو کہا کرتے تھے۔

اور جس کا دماغ ایک مرتبہ بھی خشونت قبلہ عالم کے جسم اقدس کی عدیم المثال خوشبو سے تناہی ہوتا تھا۔ وہ تمام عالم کی خوشبوؤں پر اس تہمت قدرت کو ترجیح دیتا تھا۔ یقول۔

کب خوش آتی ہے اسے سنبل دریا جا کی یو جس نے سونگھی ہونگے انگ کے گرد بیان کی یو لوریہ صفت بھی ویکھی گئی ہے کہ وہ قدمتی تہمت اس قدر تویی الاخر بھی ہتھی کہ جو کہہ امر سکار عالم پناہ کے جسم اقدس سے مس ہو جاتا تھا۔ اس میں بھی وہ خوشگوار خوشبو ایسی آتی تھی کہ اس پر کوئی بچہ کو گلدارت قدرت کے پرستار فراہم کئے نہ گئے کریہ ہائے آفلئے ناہدا کالمیوس خاص ہے اور یہ بھی واضح ہو کہ اس پر کیسے کے دلستے نہ رنگ کی تید تھی اور نہ سوئی۔ بیشی اولی ہوئے کی شرط تھی۔ نہ اس کیسے کے لانے والوں کی کسی امتیازی حیثیت کو دھل تھا کہ فلاں قوم یا فلاں مذہب کے ارادہ نہ کاپٹیں کر دے تھا۔ اس لئے جسم اقدس کی خوشبو سے تناہی کیا بلکہ جو کپڑا۔ اور جس نت جسد المہر سے مس ہوا۔ وہ اس تدریجی تہمت سے خود مسلسل اوجاتا تھا۔

کیونکہ آپ کے احرام کا کچھ مختلف اقسام کا ہوتا تھا۔ اور مختلف مقامات سے مختلف ایساں اور مختلف الحیثیت بلکہ مختلف الاقوام اور مختلف المذاہب جمع بگوش لائی تھے لیزی یہ فرق مفرد ہوتا تھا کہ ارباب شرودت حضور کے احرام کے واسطے یہ اسام کرتے تھے کہ ان کا کچھ ایسی بھی ہوتا تھا۔ اور مختلف پھولوں کے رنگوں میں زینگ ہوتے اور مختلف عطر یا طبیعت کے بھی ہوتے تھے اور غریب ارادتمند مرکار عالم پناہ کا احرام اپنے ہاتھے مٹول رنگ میں رنگ کر بغیر عطر لگائے پیش کرتے تھے۔

اسی لئے جملہ احرام کا کچھ اجس طرح مختلف فرم اور مختلف قیمت کا ہوتا تھا۔ اسکی طرح مختلف اللون اور مختلف فرم کی خوبیوں سے محطر بھی اور غیر محطر بھی ہوتا تھا۔ غرض ہر حیثیت سے ہر ایک احرام میں ہر ہزار امتیاز اور بدی بھی فرق ہونا لازم تھا۔

اور یونکا حضور قبلہ عالم کے مزاج ہایلوں میں غرباً نوازی کی شان نمایاں طور پر تھی اس واسطے جس طرح امراء کے بھی اور صدر احرام آپ بول فرماتے تھے۔ اسی طرح غریب ارادتمند کے ہموں۔ اور غیر محطر احرام آپ باندھ لیتے تھے۔

اور کہلاؤ ان ایسا نہیں ہوتا تھا کہ دو چار احرام تجوڑے تھوڑے تھوڑے کے بعد بدلے جلتے ہوں۔ جس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ کسی احرام کو جسم اقدس کی صفت کا شرث چاہ پانچ گھنٹے سے زیادہ نہیں حاصل ہوتا تھا۔

مگر یہ داعر ہے کہ اس مجموعہ صفات کے جسم اقدس کی خدا واد نہ کہت کا یہ تصریح تھا کہ اس تلیل مرسم کے الفال سے وہ مختلف مقام کے اور مختلف رنگوں میں رنگ ہوئے اور مختلف عطر یا طبیعت سے محطر اور غریب کے ہموں اور غیر محطر احرام ایک صفت نہادت سے ابیسے موصوف ہو جاتے تھے کہ ان کی پہلی مختلف خوبیوں میں قطعی مغلوب بلکہ غیر مغلوب ہو جاتی تھیں۔ اور برائیک کاتا تار اس تقریبی نہ کہتے سے محطر ہو جاتا تھا۔ اور ایک غریب خوبیوں میں بیکاں آتی تھی۔ بلکہ درست سخن الی گھر اقدس کی مستحق خوبیوں

لیکن ہم نے اس زمان کے عجیب دغیرہ داقو کی یہ متفقہ شہادت دیکھی ہے جس کا بہ  
عہدِ راضی میں شمار ہے۔ اگر ناظرین کو اس علیل الفدر صفت کی عظمت داہمیت کے اعتبار سے  
ہنر کا نی اطیان نہ ہو۔ اور تجھیات ایسی دلیل کے متعاضی ہوں۔ جو آج بیداریات سے پیش  
کی جائے۔ تو باز جو دہاری شہادت مذکور جو العداد شاہدین کی روایت ہے۔ اور بہ لحاظ  
قانون شریعت جس کو تواتر کامنزہ حاصل ہے۔ اس کے گز جملنے کے بعد کسی اور جدید ثبوت  
کے ہم محتاج اور پایہ نہ رکھتے۔ مگر آپ کی تشقی کے داسطے یہ عزم کر دل گا۔ کہ موجودہ زمان میں کبھی  
ہمکے بیوالادات آنائے ذی صفات کے جسم اندس کی اس انرکھی خوبصورتی کے اثرات و  
برکات بدستور حاری ہیں۔ اور ہر شخص پر چشم خود اس دل فریب نہکہت کا تصریح آج بھی اسی  
طرح مشاہدہ کر سکتا ہے جس طرح چونتیس سال قبل ہماری آئندھیں روشنی کر شہر دیکھتی تھیں  
چنانچہ سب کو معلوم ہو کہ ہر سال میلہ کا ملک میں اعلیٰ اور ادنیٰ طبقہ کے افراد کا غیر عمومی  
ہجوم ہوتا ہے۔ اور ہزاروں زائرین مزارِ اقدس پر چادریں چڑھلتے ہیں جن میں تقریباً ان حصہ  
پانچ چادریں ایسی ہوئی ہیں جو معتقد میں اپنے دکان تیار شدہ لاتے ہیں۔ وہ رنگین اور نیتی  
بھی ہوتی ہیں۔ اور نہ کتنم کا عطر بھی ان میں لگا ہوتا ہے۔ دسہ پچانزیں چادریں جو قربِ حوار  
کے ہندوستان پیش کرتے ہیں۔ ان کی حیثیت یہ ہوتی ہے کہ میلہ میں ہی براز کی دکان سے  
ددھانی گز کپڑا کر شیرینی کے ساتھ مزارِ اقدس پر پڑھاتی ہیں۔ جن میں عطر دغیرہ لگانے کا  
مقررہ کوئی انتظام نہیں ہے اور ان چادروں کو صرف چند گھنٹے اس نگی لوحِ مزار سے اتصال  
رہتے ہے۔ شب کو یہ ہزاروں چادریں جب مزار پر الوز سے علیحدہ کی جاتی ہیں۔ تو ان کی پہلی  
ماہیت بالکل تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور جلد چادریں رنگِ سادات میں ایسی رنگ جاتی ہیں کہ  
معطر اور غیر معطر چادروں میں ایک ہی قسم کی وہ محض صور خوبصورتی ہے۔ جو حصور قبیل عالم کے جسم  
اندس کی نہکہت بھتی۔ فیما یہ الازم تکمماً تکدید بدلنا ہے۔  
الخرض ہائے سر کار عالم پناہ کا حیم اندس صفات الہی کا گلگستہ اور کمالات خداوندی

کا بخوبی تھا جس کی عدمی انظیر خوشبو نہیں اہل عالم کو پانچ شیعیت اور فرقہ بیگنی کر دیا۔ اب اگر غلامانِ دارثی فرزند مبارکت کے ساتھ ببل شیزادے ہم زنا ہو کر یہ عرض کریں تو بے محل تھے ہرگز۔

**طلاقیہ بیعت** | علی ہذا سرکار عالم پناہ کے صفات کی تعریف جس طرح ہمارے خوش عطا رہنگت  
باہر ہے۔ اسی طرح اس کا بھی اعتراض ہے کہ باقی دامنے طلاقیہ بیعت جو تجویز فرمایا۔ وہ بھی  
ایسا جان اور دیسح امعنی ہے جس کی پوری تشریح کرنا تو ناممکن ہے۔ گراس کے قواعد  
ضوابط کے ظاہری مقادیر و نعمتوں تقدیر استاد امکارش کرتا ہوں۔

چنانچہ حسنور قبلا عالم کے حلقوں ارادت میں داخل ہوتا یہ شرط ایسا ہے کہ جس میں بغیر  
کسی فرقہ دانیباڑ کے تامی مریدین کی مددی حیثیت ہے کیونکہ اطاعت مژد جو بیعت  
کی اصل یا بیعت کی شرط خاص ہے۔ اس کا اقرار جلد ارادتمندوں نے لیکر تی واحد کیا۔ لیکن  
حلقوں غلامی میں داخل کرنے کے وقت سرکار عالم پناہ نے کیا زماں یا دہ مقرر تابل ذکر ادا لائے گوئے ہے  
لہذا تو سی کو معلوم ہے کہ مزاج ہایلوں کو عموماً طاقت ناپسند تھی۔ مرید ہیں اپ کا  
جو شعشع اور نیلہ استغراق کیس کا مقتنی تھا کہ قریب قریب ہمہ وقت بیعت لینے میں صرف  
ہستے۔ شاید اسی کھاٹکے بیعت کے قواعد و حصیں آپ نے اختصار فرمایا۔ جس کو جناب حضرت  
کا اجتہاد بھی کہ سکتے ہیں کیونکہ اکثر ارباب طریقت نے قواعد تصورت میں ترمیم و تصریح فرمایا  
ہے۔ مثلاً اندھیات پشت نے شاید بھیں متقدمین کے مترکردہ مقامات سلوک میں کافی اختصار  
فرمایا۔ اور جو مرام کم آپ نے ترک فرما کے ان کا غیر ضروری ہونا اسی نے ظاہر ہے کہ حضرات  
صوفی نے بیعت لینے کے وقت ایک ہی صورت نہیں اختیار فرما۔ بلکہ بیعت کے قواعد مروجہ  
میں بہت اختلاف ہے۔ مثلاً ایک طریقہ صوفیہ میں بیعت لینے کے وقت خطبہ کے ساتھ دعا  
لئے کہے۔ دوسرا سلسلہ میں دیگر ادیعہ قواعد بیعت میں داخل ہیں۔ بعض نے بیعت کے  
وقت بزرگہ بزرگان طریقت کا پڑھنا ضروری سمجھ لے۔ ایک گروہ نے موزراشی کو کمی لازمی گزانا

ہے کسی نامزادان میں سکاہ دفتر نبی شریعی ایک شرط ہے۔ کسی نامزادہ میں جامن نو شی بھی تو نہ  
بیت میں داخل ہے۔ لہذا ان سب امور کو بیت کے داسطے اگر ضروری مان لیا جائے تو  
ہر سلسلے کے متبعین کو دوسرے سلسلے کے مریدین کی بیت ناقص معلوم ہو گی۔ اس داسطے کہنا  
پڑتے ہے کہی مراکم اصول بیت میں داخل نہیں۔ بلکہ فردعات میں ہیں۔

انھیں جہالت میں مقصین ارباب طریقت کا اتفاق ہے کہ اصول بیت میں صرف  
تو حیرضرت احمدیت کی تصدیق اور اطاعت مرشد کا اقرار ہے۔ اور جملہ تو اعد مرد جو فردعات  
ہے ہیں۔ درست مشائخین عظام یہاں متابعت کرتے۔

بلکہ سیرت ارباب طریقت کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عہد رسالت سے جو شدہ  
صلیوں کے بعد یہ تو اعد بیت رائج ہوتے ہیں۔ چنانچہ صاحب کتاب معدن المعالیٰ نے  
حضرت شیخ شریف الدین بھینی منیری علیہ الرحمۃ کا یہ ارشاد صفحہ ۱۶۷ میں نقل کیا ہے: دعہ رسول  
علیہ السلام حلقہ دعویٰ بیت بدین ہیت نہ پود۔ خواجہ جنید از خود ایداع کر دا است۔ قریبی کی  
کہ اسی نزیل سے حضور قبیل عالم کی اختصار پسند طبیعت نے یہ تجویز فرمایا کہ تو اعد مرد وہ کافا خلاصہ  
گر اصول بیت کے مطابق۔ بمریبے یہی اقرار لینا کافی ہے۔ کہ ہم کہہ کر تماہوں پریکا۔ پختن  
پاک کا۔ شدار رسول کا۔ اور یقین فردعات کو شرط اٹھ بیت نہیں جانا۔

لیکن بیت کی دوسری شرط یعنی اطاعت پر یہ کسی نظر لفڑی کے طلب ہے۔ اور معلوم  
ہو جائے کہ اطاعت پر یہ سرت اتحم پکڑنا اور قدموی کرنا مراد نہیں ہے۔ چنانچہ اطاعت  
دو قسم پر منقسم ہے۔ جسمانی اور روحانی۔ اور جو اطاعت بیت کے دلستہ مشرد ہے۔ وہ  
ہر دو صفات سے موصوف ہے۔ اس لئے مریب کو لازم ہے کہ پریکے احکام ظاہری  
گی اتباع کا بھی مستقل تہیہ کرے۔ اور بیت کے وقت پریکی محبت بھی قلب میں جاگزیں  
ہو۔ اس داسطے کہ دھلکہ عقائد جن کا مریب کو ہمیشہ سختی کے ساتھ نیال رکھا لازمی ہے۔ وہ  
پریکی محبت پر محول ہیں۔

شناپیر کو موجودہ تمام عالم سے بہر کھینچنے لازمی ہے۔ یہ بغیر محبت کے ممکن نہیں۔ یکروز  
بہت ہی کا یہ خاصبے کو بھابھی جیب کو تمام عالم سے افضل جاتا ہے۔ یا اس پیزیر کو  
پیرے ثابت ہو۔ اس کا انقمان بیان کرنا اتفاقاً منزع ہے۔ یہ حال بھی بغیر محبت کے قائم  
نہیں ہو سکتا۔ یا الفور پیزیر ہومرید کے داسٹے بہت ضروری ہے یہ کبھی استغفار محبت ہے۔

چنانچہ امام شمرانی علیہ البر تمثیلے ملبقات الکبریٰ میں شیخ عدی بن مسافر اموی علیہ الرحمۃ کا  
بڑشاہیں شام کے عذر ادا نام تھے۔ یہ قول نقل فرمایا ہے کہ تم اپنے پیرے فائدہ نہیں اٹھا  
سکتے۔ مگر اس صورت میں کو محبت ہو۔ اور تمہارا اعتقاد اس کی نسبت ہر اعتقاد سے زیادہ ہو۔  
اور ماحب تو امداد فواد لکھتے ہیں۔ کہ ارادت و بیعت عبارتیت از عشق و محبت پسیر۔  
اور ہلکے حصہ تعلیمِ عالم کے ایک مشہور طفونہ کا جس کا آئندہ ذکر آئے گا۔ آخری حصہ یہ ہے۔  
کہ چار سو یا خاکر کردب جو ہم سے محبت کرے۔ وہ ہمارے۔ اور یہ کبھی فرمایا ہے کہ یہ  
محبت خدا نہیں ملتا۔ اور یہ کبھی ارشاد ہوا ہے۔ کہ ”پیر کی محبت مرید کا دین ہے۔“  
ان ارشادات کا ستموہم اور خلاصہ یہ ہے کہ مرید کا محبت کے ساتھ رجوع ہونا اصل بیعت ہے۔

شاید اسی وجہ سے سرکار عالم پناہ نے جس طرح بیعت کے قوام مردوج کی تقلید ضروری  
نہیں سمجھی۔ اسی طرح جیسا حب ارادت نے محبت سے رجوع کیا۔ تو اسی کی محبت ہی اس  
کی بیعت کے داسٹے کافی مستحور ہوئی۔ گونجا ہر تصرفات صوفیہ کی سنت جاری کا کبھی سماں کیا اور  
مرید کا تھک کبھی پکڑا۔ اور خلاصہ طور پر سڑک بیعت کا کبھی اتر اکر کریا۔ بلکہ اکثر ثابت و استغفار  
بھی با یہ تصریح پڑھا کر رکھ پھر اسستغفاریہ رہی میں ملکی ذمہ دشمنیہ پڑا تو برابر ایہ اقتراہ کیا لیتا ہے۔  
تصدیقیتاً لعلت۔ یہ یہی روکھا ہے کہ کبھی اس عبارت میں اور اختصار فرمایا کبھی ایسا بھی ہوا ہے  
کہ اہل ارادت کے سرت رجوع پر یہ فرمایا کہ تم مرید ہو گئے۔ اس انداز سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ  
سراہا تکنڈ کی محبت کا یہ اتفاق ہا ہر۔ اسی قدر اس کی بیعت میں اہتمام فرمایا جس کا صحیح معہوم ہے  
ہے کہ بیعت کے سرت ہاتھ پکڑنا کافی نہیں ہے۔ بلکہ شرعاً اول محبت ہے۔

بیعت خاندان یہ بھی واقع ہے کہ اکثر حضور قلبِ عالم نے اہل ارادت کی غائبانہ بیت لی ہے اور متعدد حلقوں میں ایسے ہیں جو بذریعہ خط کے نواسٹگار ہرئے۔ اور آپ نے انکی اس مقابلو فرمائی۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کے نیقر جاتی اور گھٹ شاہ صاحب نے ایک فلموم ہنپہ پیش کیا۔ جس میں بیعت کی استدعا تھی۔ آپ نے فرمایا۔ "محمد اگر" محبت بے تو مریا ہیں" اور بعض نے عالم رویا میں بیعت کی۔ اور یہ داقو تجہب عرض کیا۔ تو خباب حضرت نے اس بیعت کو قائم رکھا۔ ہندیا و اقواعات دلیل میں ہیں کہ بیعت کے واسطے خلوص ارادت و محبت کافی ہے جو حضور قلبِ عالم کے تصرفات بالطفی دبر کات معنوی کی یہ شان بھی دیکھی ہے کہ آپ نے گزشتگان اسیں کی ارادت ان کے دشائی اندھا پر اکثر قبول فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ سینما میں شاہ صاحب متوطن مفہومات گیائے یہ عرض کیا کہ میرے خاندان میں ایک بی بی پر بسب بعد مسافت حاضری سے فاصلہ ہیں۔ گر بیت کی تملیٰ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دیں رہیں ہم نے مرید کر لیا۔" شاہ صاحب عرض نے یہ عنایت دیکھی۔ تو لمحیٰ ہونے کے میرے لڑکوں کو بھی مرید کر لیا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اچھا سب کو مرید کر لیا۔" جب دریافتے فیض کا یہ جوش دیکھا تو موصوف نے دست لیتے عرض کیا کہ میرے بزرگان میں کوئی داطل بیعت فریلیے۔ آپ نے تسلیم لپوں سے فرمایا۔ اچھا سب کو مرید کر لیا۔"

علی ہذا ایک مرتبہ تااضنی میزراں عالم صاحب نمائاد دھنیگر نے عرض کیا کہ مجھ کو تو شرت غلامی نصیب ہو۔ گر میرے آباد ابجاد اس نہستے فرم ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ان کو بھی مثل اپنے ہمارا مرید کر جو۔" تااضنی صاحب نے یہ شرفت داری دیکھی۔ تو متذمی ہوئے کہ میرے خاندان میں جو آئندہ پیدا ہوں۔ وہ بھی نظل حمایت داری میں آجائیں۔ ارشاد ہوا میزرا عالم محبت سے سب ہو سکتا ہے۔ اچھا ان کو بھی مرید کر لیا۔"

ان ارشادات سے غاہر ہے کہ اس طرز بیت کا بھی دار و مدار محبت ہے پر جوت رہا۔ اگرچہ بیعت کا یہ قاعدہ بظاہر ہر سب بنائیں از عمل معلوم ہر لمحے۔ مگر ٹھیں یہ رہمانی

توت اور محبت کی زیر دست شبکہ کثیر ہے کہ وہ امورِ جن کے کچھ میں ہائے اور اک  
تاسری ہیں۔ وہ بھیت محبت سب بھائیتے ہیں۔ پناپ کرتی ہے سیر میں بعض صاحب قوت  
پر گان طریقیت کے حالات میں ایسے دادا ت منقول ہیں۔

جیسا کہ صاحب سیع نابل نے لکھا ہے کہ یہ فتنے حضرت محمد مسیح صلی اللہ علیہ الرحمۃ  
وعلیہ السلام کیا کہ فرزند نہ میں پیدا ہوا ہے۔ ہذا آپ اس کو کلاہ دیکھرہ مرمت فرمائیں راس  
سلسلہ میں کلاہ پوشی شرکت بیت میں داخل ہے، حضرت محمد مم تے کشف باطنی سے دیافت  
فرمایا کہ یہ فتنے کے آئندہ پانچ لڑکے ہوں گے۔ اور میں اس وقت میکٹ ہوں گے۔ پس پانچ کلاہ  
دیکھ بخیرہ حاضر کرد فرزند کو پنج پسر ان شمارہ مرید کر دیکھ۔ بعد از مرمت حضرت محمد فوت شد  
در خادم یہ فتنے پنج پسر متولد شدند۔ انہیں معلوم شد کہ پیش تولدم زیر نسبت ارادت درست  
اور صاحب سیع نابل نے سیند دریم میں لکھا ہے کہ حضرت محمد مم شاہ مینا علیہ الرحمۃ  
نے ایک شخص کو اس کے مرجانے کے اب کلاہ دیکھرہ مرمت فرمایا۔

ادر رفاضی محمد گنتری نے تذکرہ المتعین میں حضرت بدیع الدین قطب المدار علیہ  
الرحمۃ کے سفر جو تپور کے سلسلہ میں لکھا ہے۔ کہ "شباب الدین در بنگا مر منز عرض گرد کر در اندازہ"  
بیت خلق اندھ پھکمی شود۔ فرمودند ہر کہ سینور بالشریت ارادت شرکت گشت۔ اور  
تاہدت پشت تبول کر دیکھ۔ وہر کہ پہ غیبت ماما مید ارادت دست عادت مانوا ائند  
بوسید۔ ویرانیز کا سختے اولاد بر گز نیلے یہم۔

ہذا محمد مسیح صلی اللہ علیہ الرحمۃ کا فرزندان یہ فتنے کی بیت قبل دلا دت تبول  
فرما۔ اور حضرت محمد مم شاہ مینا قدس سرہ کا ایک مردہ کو مرید کرنا۔ اور حضرت قطب المدار  
علیہ الرحمۃ کا پتے مرید کی سہت پشت قبل دہفت پشت آئندہ کی ارادت کو تبول کرنا  
اس کی کافی دلیل یہ کہ فاما باد بیت بھی جائز ہے۔ اور مادیان راہ طریقیت کے ترقفات  
باطنی سے غیر موجودہ ارادت مم بھی مستقید ہے ہیں جس کی بجز اس کے اور کوئی دبیر نہیں معلوم

ہوتی کہ مریدی کی عقیدت اور محبت اور پسیر کے نیض و تصرفات کو تلبث بر باطن سے سردا کار ہے۔  
بوجین کر شکر بوج ہے اور بعد عالیٰ تعلقات اس عالمِ شال میں اسی نسبت سے ہوتے ہیں جو عالمِ رُش  
میں قائم ہو چکے ہیں۔ اور دوڑہ رُمیں جو عالمِ اندراج میں موجود لان ایزدی کے فیضان سے مستفید ہوئی  
ہیں۔ ان کی ارادت بدستور قائم رہتی ہے کیونکہ رہنمایاں کامل ان کے نگران اور بوجین احوال ہے  
ہیں۔ اور جب اس عالمِ شال میں تشریف لائے ہیں۔ تو ان کو اپنی بیت میں داخلِ زمانے ہیں یعنی  
سببیت کے سمجھی بقیدِ احیام اور کسی بھی غائبانہ شخص رو رہا ہے اسے ان کی ارادت اس عالم میں  
قبول کرتے ہیں۔ اور جس طرح شخص موجود کو اپنے نیض سے مستفید کرتے ہیں۔ اسی طرح شخص غیر  
موجود کو یا گزرنے یا آئندہ نشوون کو سمجھی اپنے نیض سے فائزِ الہرام کرتے ہیں لیکن یا انھیں ذی  
آندر اور صاحبِ خذیارِ سہیوں کا منصب ہے۔ جو عنایت دہی سے سرفراز ہیں۔

چنانچہ امام عبد الداہب شعری غلیظ الرحمۃ طبقات الکبریٰ میں لکھتے ہیں کہ سہیل بن عبد اللہ  
ترتیبی علی الرحمۃ فرماتے تھے کہ میں اپنے مریدوں کو روزِ الرست پہچانتا ہوں۔ اور می  
روزے میں اپنے مریدوں کی تربیت کرتا ہوں اور دوڑہ صدیوں میں تھے۔ مگر مجھ سے پہ شیڈ زندھے  
علی ہذا حضور قبلہ عالم کے بعض دانقات دار شادات کا یہی مفہوم ہے۔ چنانچہ ایک  
مرتبہ یا میلہ کا نگ میں چند متفقین نے بیکث قوتِ حاضر خدمت ہو کر حصولِ شرمندیت  
کی استدعا کی۔ جناب حضرت نعیم یا چار ارادتِ تندول سے افزارِ طاغوت کے کردان خل  
بیت فرمایا۔ لیکن اس کے بعد ایک طالب کا ہاتھ پکڑا۔ تو نور آچھوڑ دیا۔ اور مگر کر کر فرمایا کہ  
”اب بیت کی گیا ضرورت ہے تم کو تو روزِ ازال سے محبت ہے۔“

وہ سزاد اتعبد یہ ہے کہ جب حضور قبلہ عالم بالنجی پور تشریف ہے گئے۔ اور دہاں کے ہزار  
حضرات حلقوں گپوش ہوئے۔ اسی وقت سے مولوی محمد احسن صاحب جو معمرا درہبایت معتقد  
شخص تھے کمال خلوص اور لیشون ارادت ہے۔ حاضر خدمت ہوتے ہے۔ مگر سرکار عالم نہ  
لے ان کو مرید نہیں فرمایا۔ آنحضرت مولوی عبد الکریم صاحبؒ نے سفارش کی۔ تو ارشاد ہو کر بیت

کی کیا ضرورت ہے۔ ان کو توازن سے ارادت اور محبت بے اور اگر یہی نوشی  
ہے تو آڑ۔ ہاتھ پکڑ لو!

ان ارشادات سے بخوبی نلا ہو گیا کہ اصل بیعت ارادت اور محبت پرستہ اعلادُ  
اس کے جس قدر تو اعد بیعت مدرج ہیں۔ وہ مفید ضروریں۔ مگر نہ لازمی۔ اگر ان کی کمی پائی جائے تو مفہوم نہیں کیونکہ شفا صوفیہ ہیں۔ درست ان کے ترک سے بیعت ہیں کوئی نفع انہیں کیا  
اگر یہ خیال ہو کہ اطاعت مرشد کے بعد اطاعت پختن پاک کو کیوں لازمی گردد۔ اس  
کی نسبت بجہت عدم ابیت اسی قدر عرض کر دیں گا۔ کہ یہ مسئلہ قابل تقریر والصریح ہے۔ نہ  
لائق درج سفینہ۔ ایسے ہی مسائل کے اٹھار کے لئے خافض اشیازی علی الرحمۃ فرماتے ہیں ہے  
حوالہ شیعہ و قاضی دشتر بابیہودشان کردم سوال میحمد از پیرے فردش  
عشق و تفتیت سخن گرج پیغمبری درکش زبان پروردہ فتحدار می بنو ش  
اسی قدر کہیں ہائے داسطے کا نی ہو گا کہ حضور قبلہ عالم کا نسب بکمال محنت حضرات  
پختن پاک سے ملتے۔ چنانچہ اکثر آپ نے فرمایا ہے کہ ہمارے بزرگ سادات نیشاپوری  
تنجہ اور ہماری غیر خاندان سے مناکحت نہیں ہوتی۔ علاوه اس کے ہب کو حضرات پختن  
سے روحانی نسبت بھی بہت قوی تھی۔ بلکہ اسی قوی نسبت کا یہ اثر تھا کہ ارادتمندوں سے  
اپنی اطاعت کے ساتھ ارادت پختن کا بھی اعزاز لیا۔ جو عین ہند نوازی کی شان تھی کہ ہم  
غلاموں کو اپنے اصداد امبار کے پرورد فرمایا۔ اور ہمارے پھر کے دہان پہنچایا۔ جہاں ہائے دہم تھیاں  
کی بھی رسانی نہ تھی۔ یا اس کا سبب یہ ہو کہ اکثر حضور قبلہ عالم نے فرمایا ہے کہ ہمارا شرع عشق  
ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ سلسلہ عشق حضرات پختن پاک پر ختم ہوتا ہے۔ یقول مولانا علی الرحمۃ  
عشق امیر المؤمنین حیدر بود۔ اس لحاظ سے یہ کہا جائے گا کہ اپنے مشرب خاص کے بزرگان  
سلسلہ کی اطاعت کا اقرار لیا۔ اور ہر ایک حلقة بگوش کو ان مقبولان الہی کی حمایت میں یا  
جو سرخیہ عشق ہیں۔ جس سے آپ کے عشق کا مل کا بھی تایاں طور پر اٹھا رہتا ہے۔

حالانکہ حیل حضرات صوفیہ کا مسلک عشق سے مخوذ ہے اور کوئی سالکب نہ ادی طرفت  
ایسا ہنسیں ہے جس نے عشق کو اپنا خضر راہ نہ بنایا ہے۔ مگر حضور قبلہ عالم نے عشق کی دشوار  
۴۷ زیر گل ایسا ایسے ثبات د استقلال سے طے فراہیں جس کی نظر حنفی صدیوں کی تائیں  
نہیں تھی جتنی کہ لوازات عشق کو بھی نظر انداز نہیں فرمایا بلکہ ایک آنام د اختسام کی صورت میخایا  
**ذکر شجرہ طریقت** اور بعض آثارات دار شادات سے گاہ قدم تائب ہوتا ہے کہ حضور قبلہ عالم کو  
افادہ عشق کا مل بخیر کی داست کے پارگاہ مرتضوی سے براہ راست ہوا جس کا ذکر اس غمود  
میں مغلباً آچکا ہے اور دیگر مولفین ہیرت داری نے بھی مختلف عنوان سے بگارش کیا ہے جس  
کے اعادہ کی ضرورت نہیں معلوم ہے لیکن کیونکہ یہ داقعہ ایسا نہیں ہے پوصرحت کا محتاج نہیں  
لیکن سلسلہ بیان کے اعتبار سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ بظاہر سلسلہ تقادیہ روز ایک اور شپڑی نظر  
سے آپ کو صفرتی میں تعلق ضرور ہوا۔ مگر بھی آپ نے غالباً موہوں کی بیت میں سلاسلِ ذکر وہ کے  
تواحد مردجہ کی تقلید نہیں فرمائی۔ پس اگر مشرب عشق میں جو آپ کا خاص مسلک ہے بے داط  
نیق حاصل نہ ہوتا۔ نازمی تھا کہ مثل دیگر مشائخ ہیں عظام آپ بھی پیران طریقت کا پورا اتباع فرماتے  
اینکہ ازغیر شستا نہیں اندیشد میتوان یافت کہ دل تک یہ بجائے دارد

علی ہذا صوفیا کے گرام مریدین کو شجرہ پیران طریقت دیتے۔ ادراس کے دردگی ہدایت  
ذماتے ہیں لیکن حضور قبلہ عالم نے کبھی یا ابھام نہیں فرمایا۔ کسی حلہ مگر برش کو مرید کرنے کے  
وقت شجرہ دیا۔ اور نہ کسی کو شجرہ کے دائل اوسا د کرنے کا حکم فرمایا۔ بلکہ شجرہ قادریہ چشتیہ جو  
دبار داری میں خدام قسم کرتے تھے۔ ان کی انتدار نقد ردا تیزیت بگارش کرتا ہو۔  
دیوی شرایط کے مغم حضرات کا عموماً یہ قول تھا کہ ۱۲۸۶ ہجری تک دربار داری میں  
شجرہ کا دیور بھی نہ تھا۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ حضرات کس دلیل سے یہ ذمات تھے لیکن میری  
پیلاش چونکہ ۱۲۸۶ ہجری کی ہے۔ اور تیرہ ہو د سال کی عمر کے حالات اکثر مجھے یاد ہیں اس  
اعتبار سے میرا اندازہ یہ ہے کہ ۱۲۹۳ ہجری تک شور قبلاً عالم کے شجرہ پیران طریقت کا ذکر

بھی آئیں سُنا تھا۔

اور جس طرح خلاف طریقہ مرد جب سرکار عالم پناہ نے مریدین کو شجرہ ہنسیں دیا۔ اسی طرح  
غیر مولی صورت یہ پیش آئی گا بلطف مریدین میں بھی کوئی شخص شجرہ کا طلبگار نہیں ہوا جس کا سب  
یہی مسلمان ہوتا ہے کہ حضور کو صرف اپنے منفیں سے مرد کا رحاب ہے اسی نسبت کے اثر سے مریدین  
کو بھی ایک ذات محروم الصفات سے داسطربا۔ اور شجرہ ہنسیں طلب کیا۔

چنانچہ میر خاندان میں کسی کے پاس شجرہ نہ تھا۔ اور رات بھی جو قدیم حلقہ گپوش بالی  
بیں۔ ان کے پاس نہ شجرہ ہے۔ اور نہ ان کو اس کی جستجو ہے کہ ہم کس سلسلہ میں مرید ہے  
بلکہ عین مراخوان ملت کے سلسلے کی تصریح کی توجہ میں بکال فخر دہماہتی ہے زیادہ کہ ہم اسی قدر  
جانتے ہیں کہ دارثی ہیں۔ لہذا میر اخیال یہ ہو کہ زیادہ سے زیادہ ۱۴۹۵ھ بھری میں رحیم شاہ صاحب خادم  
خاص نے شیخ پوچھا علی صاحب تعلقدار سے جو حضرت حاجی سید خادم علی صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ  
کے مرید ہے۔ شجرہ قادریہ پشتیہ لاکر حضور قبلہ عالم کو دکھلایا۔ اور عرض کیا کہ آپ کا نام کبھی اس  
میں لکھ دیا جائے۔ آپ نے فرمایا لکھ دو۔ اس وہ شجرے بیان میں نقل بھی ہوئے۔ اور مشی  
خدا بخش صاحب شائق دریا آبادی نے شجرہ قادریہ نظم بھی کیا۔ اور مولوی محمد بھی صاحب  
وکیل دریں عظیم آزاد نے ہزاروں کی تعداد میں اس کو چھپا یا۔ اور جب سرکار عالم پناہ  
باہم پورتشریف لے گئے۔ تو دیگر تھائے کے ساتھ وہ ملبد شجرہ بھی آپ کے سامنے پیش ہوا۔  
حضرت قبلہ عالم نے جس طرح دیگر تھائے حاضرین پر تقیم کر لئے۔ اسی طرح وہ شجرہ بھی  
کسی کو دن اس کسی کو بیس دلوں اکریتیہ کی نسبت مولوی عبد الکریم صاحب متوفی شیخ پورہ  
کے زرمیا یہ تمہارے جاؤ۔ اس داقد کے عینی شاہد اکثر ہنوز موجود ہیں۔

بعدہ یہ شجرے مختلف عنوان سے نظر می ہوئے۔ اور چھپاٹے بھی گئے۔ اور خدام تیکم  
بھی کرتے تھے۔ مگر اس کو ملتا تھا۔ جو طلب کرتا تھا۔ یہ انتظام اس وقت بھی نہ تھا کہ جو داخل  
بیت ہو۔ اس کو شجرہ ضرور دیا جائے۔

چونکہ حضور کے برادر نبیتی حضرت حاجی سید خادم علی شاہ عاصب قدس نبڑھے غیر  
سنی میں آپ کی بنگاہ اشت کی اور اسی زمانے میں آپ کو مرید فرمایا۔ اس نے سلسلہ قادریہ  
دینشتریہ سے آپ کو چوتھا تعلق تھا۔ اسی سماں سے شجرہ جود و مرسوں نے لکھا۔ اور پھر آپ ایسا۔ اس کی قسم  
کو بھی جائز رکھا۔ لیکن مثل مشائخ نہیں عظام شجرہ دینے۔ اور اس کے دردگی ہدایت کو لازمی  
نہیں مستقر فرمایا۔ اگر نظر غائر سے دیکھا جائے۔ تو شجرہ پیران طریقیت دینے کا ہاتھ نہ کرنا اس  
کی مبنی دلیل ہے کہ آپ کو بغیر کسی داسطہ اور توسل کے انفاذ ہوا۔

غرض حضور قبلہ عالم کے ملفوظات دینیز عادات دا آثارات کے منہوم سے بخوبی ثابت  
ہوتا ہے کہ آپ کو بلا داسطہ حضرت خاقم الولایت الکبریٰ دائرة المقادیر والمرطاب مولانا دموی  
اکل اسداندھا غالب۔ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم اندھ دجھے سے فیض باطنی حائل  
ہوا۔ اسی دجھے سے نہایت تویی اور ممتاز نسبت آپ کو حضرات پنجتن سے تھی۔ جو دیگر مسلمانیہ  
میں عام طور سے نہیں پائی جاتی۔ اور یہی سبب تھا کہ آپ کے جوش میں خاص قسم کی کشش  
اور کیفیت میں غیر معمولی اثر تھا۔

حالانکہ جیل مقرر بین حقن کو افادہ بارگاہ مرتشی کے ہوا۔ اور ہوتا ہے۔ اور ہو گا بلکہ  
دیکھا یا گیا ہے کہ وہ فیض جو پیران طریقت کے توسل سے پہنچتا ہے۔ اس میں اور فریضین بلا  
داسطہ میں یہی امتیاز ہوتا ہے۔ پر نکار اول الذکر میں حجاب حائل ہوتے ہیں۔ اس نے  
دھنسو صیحت نہیں ہوتی۔ جو بغیر حجاب حاصل ہونے میں ہوتی ہے۔ جیسا کہ نور آذتا ہے  
جب بے حجاب ہوگا۔ تو صنو نہایت شفافت ہوگی۔ اور جب ایک شیرش کے جواب سے  
دیکھا جائے گا۔ تو گو شیرش مصنفا ہوتا ہے۔ مگر اس نور میں گورنگ نکدر ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ  
چند تجربات حاصل ہوں۔ تو کیوں وہ شانست گی۔ جو نور بلا حجاب میں ہوتی ہے۔

اور تائیخ کی درق گردانی کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو خاصان خدا فیض بلا داسطہ  
میں مستفیض ہوتے ہیں۔ ان کے احوال متقابلہ دیکھ بزرگان دین کے تزیادہ روشن اور نداز

تھے۔ مثلاً حضرت بدین الدین قطب ائمہ اعلیٰ الرحمۃ کی سعد س بیرت کا مطابود ہے جو تتمہل کر رہیں تو اپنے چہرے صفات کو تصویبات کے نالی نہیں پانتے اس کا سبب یہی تھا کہ اپنے یادا سلطنت فتحت تم الرسالت مسلم سے اندازہ نصیب ہوا جسکی تصریح اور آپ کے چہار عظیمت کی تعظیل کتاب تخفیف البار بر فی مذاق قطب ائمہ ارشاد شاہ عزیز ادھرداری سعفیۃ الا ولیا مصنفہ مزادار اشکوہ اور کتاب الکمال فی اسماء المربال مصنفہ شاہ عبدالحق صاحب بیٹھ دہلی اور رسائل ایمان نعمودی مصنفہ فاضی تبرور کمیری اور بھری المعانی وغیرہ میں مطرور ہے اور صاحب طبائعت اشرفت لکھتے ہیں کہ قطب ائمہ ارشاد یعنی مزہد میں خافر ہر سے تو بردھائیت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم صفا باطن اور امیرگشت آنحضرت صلیمہ کیاں ہر باتی خود دست ادا گرفتہ اسلام حقیقی تعلیم فروزوند بردھائیت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ پر فخر اس کے بعد لکھتے ہیں کہ پیر شاہ مدار حب الحکم درجت اشرفت رفتہ دکار خود نام کر دہ باز پہلے کہ آمدند۔

علی ہذا مکمل ابوالمواسیں شاذی علیہ الرحمۃ چو مصر کے نہایت ایرار اور صاحب جوش بزرگ تھے جنہوں نے موشحات ربانیہ لفظ کئے ہیں۔ اور اکثر حالات سُکر میں ہوتے تھے۔ ان کی کتاب قانون اور تصریح الحکم سے امام عبد الوہاب شرائی نے ان کا یہ تولی طبقات الکبریٰ میں نقل زیما ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بیت لی: **رَأَيْتِي رَسُولُ اهْتِيَّةٍ**

**عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَقَةَ التَّصَوُّفِ** کہ نجیب کو خرد تصورت پہنا یا۔

اور یہ کبھی امام موصوف نے اپنی اسی کتاب میں لکھا ہے کہ سید ایراہم بن بوی علیہ الرحمۃ جلپنے دلت کے مشائخن کے امام اور صاحب دنائز بھری تھے۔ ان کا رسول اللہ کے سوا کوئی پیر نہ تھا اور وہ بیداری میں آنحضرت مسلم سے اپنے معاملات میں مشورہ کرتے تھے۔ اور شیخ الکبریٰ محی الدین ابی عربی علیہ الرحمۃ کو علاوہ ان شیخان کے جو توسل سے حاصل ہوئے بغیر کسی داسطہ کے بھی اناضہ ہوا ہے۔ جنما پنچ صاحب مرزاۃ الاسراء لکھتے ہیں کہ مشیخ اکبریٰ واسطہ خرد از دست خشم علیہ السلام نیز پر شیرہ است۔

**غُشن کتب سیر میں ایسے متعدد مقبولان احادیث کا ذکر منقول ہے جن کو بغیر توسل پر ان**

طریقت۔ بارگاہ رسالت یا حضرت مرتضوی کے حضوری سے نیض حاصل ہوا۔ ادران کے علوی  
 مرتب کا الہمار اسی طرزِ خلق میں ہوا۔ جس طرح ہماسے آئائے نامدار کے ذوق و شوق غلبت  
 و علاالت کا نقارہ دنیا کے ہر گوشے میں بجا۔ چنانچہ عرف صوفیہ میں اسی کو عنایت دی گئی ہے میں  
 اور یہی دہ مرتبہ یہ جو کسب کو شش سے ہنس حاصل ہوتا اور اسی کو بعض فرض اولیہ سے بھی تعمیر کر رہیں  
 ہے نہ اکثر صوفیکے کرامت دوسرے سلسلہ کے ایسے بزرگان طریقیت کے نیفان بالطفی سے  
 بطریق روحانیت استفادہ کیا ہے۔ جن کا زمانہ صدیوں پہلے تھا۔ چنانچہ حالات صوفیہ میں  
 ایسے انکار اکثر مسطور ہیں جن میں سے یہ نظر اخلاق اور تمیل ایک مستند دانہ نگارش کرتا ہوں  
 معتقد تجھ مولانا نظام الدین صاحب فرنگی محلی نے جن کے تبرہ تقدس کا شہر ہے۔  
 ماقتب رزاقی کے دصل ادل میں مرشد الاغاث حضرت شاہ سید عبد الرزاق بالنوی قدس سرہ  
 کے شجرہ قادیریہ کی اصریح کے بعد سطیر فرمایا ہے کہ شجرہ حضیریہ میں بطریق روحانیت جناب مددوج  
 کو خاص حضرت خواجہ معین الدین حشیۃ علیہ الرحمۃ سے اجازت یوں حاصل ہوئی۔ کجب قصیرہ  
 موبان میں ایک شخص کی تملکت سیت قبول فرمائی۔ آں مرید صادق گفت من گردیدگی بخواہ  
 خاندان حاشیہ خاندانہم ہے ایرحت دین برگاند۔ لیکن عقیدہ لماں خانوارہ لعلن گزنتہ  
 پس آنحضرت سکوت فرمودہ۔ گفتہ کہ حضرت خواجہ بزرگ ملاقاتات معزی شد اجازت فرمود  
 پس آں شخص مرید طریق حاشیہ شد۔ اس کے بعد ملاما صاحبے لکھا ہو کہ اس مرید کے لئے خاندان  
 پشت کا شجرہ خود جناب سید صاحبے اس تیریہ کے لکھوایا۔ الی راز دنیا نے کہ سید عبد الرزاق تبدیل  
 الی راز دنیا نے کہ خواجہ بزرگ شیخ الاسلام خواجہ معین الدین حشیۃ رضی اللہ عنہ تیوار دار۔ الی اثر  
 مولانا محمد علی کی اس تحریر سے ظاہر ہوا کہ حضرت نقاۃ الطائب سید عبد الرزاق قدس سرہ کو  
 پہلے خاندان حاشیہ لعلن نہ تھی۔ لیکن بلا اساطیر بطریق روحانیت حضرت خواجہ بزرگ کے اجازت  
 حاصل ہوئی۔ اس وجہ سے اپنے نام کے بعد شہزادی حضرت خواجہ بزرگ کا نام تای لکھوایا۔ چنانچہ سلسلہ  
 رزاقیہ میں ہمدردی شجرہ پستور جاہی تو۔ اس کے بعد سلسلہ حشیریہ صابریہ کی نسبت مولانا صاحب

ہو صوت اپنے پیشوائے برلن کا یہ اقتدار تحریر فرماتے ہیں: "بیزیر مقیمہ روڈلی نرڈل فرمودہ بودہ بودہ  
ارادہ بیویت آورندہ حضرت قدس سرہ دفتر طہ آورندہ رائیں قسمہ دلایت شیخ احمد علی حق است  
عین الشیخ و مزار مبارک روان تفہیمت ریزیار و تیریک ہی احوال نمائے منزی شد: برلن  
مبارک اشراف شد۔ آثار اجازت در فلاح شدن گرفت"۔

چنانچہ شجرہ چشتیہ صابریہ میں بھی آپ کے نام کے بعد بلا اسطو حضرت احمد علی حق ندرس  
سرہ کا نام پاک مرقوم ہے۔ جس کے دو شعر یہ ہیں۔

از طفیل عید الزراق دلی یانبوی      بہراحمد عبید حق خضر حراط استوی  
حرمت خواجہ جلال الدین دشمس الدین رک      ہم علی احمد علاء الدین صابری کلیری

متافق رزاتیہ کی اس متند روایت سے جس طرح یثابت ہو گیا کہ طالبان حق کو  
ستعدیں بزرگان طریقیت کے نیفان باطنی سے بطریق زمانیت فائدہ حاصل ہوتا ہے اسی طرح کمال  
دفعات یہ کبھی معلوم ہوا کہ مستفیض بلا اسطو کو بچرا پنے مغیض کے دیگر درمیانی پیران سلسلہ کے  
توسل کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور نہ مستفیض کے شجرہ میں دیگر درمیانی پیران سلسلہ کا نام ہوتا ہے ہر چہڑا  
کہ نیف کشنا کا زمانہ کتنا ہی بجید کیوں نہ ہو۔ البتہ اقبال مغیض جس قدر بزرگان سلسلہ ہوں گے  
ان کے ذرائع کی ضرورت رہتی ہے چیسا کہ حضرت شاہ سید عبید الزراق علی الزراق حضرت کوجہ خدا دم  
الملک احمد علی حق روڈلوی افس سرہ سے بطریق زمانیت سلسلہ چشتیہ صابریہ میں نیف اور زمان  
حاصل ہو تو بادیکیہ حضرت مخدوم کا زمانہ آپکے زمانہ سے دوسرا سال پہلے تھا۔ اور اس دیوان میں  
چند پیران سلسلہ کا داسطہ حاصل تھا۔ مگر ان کے دیلہ کی ضرورت نہ ہوئی۔ اور کسی کا نام شجرہ میں  
نہیں لکھا گیا۔ ہواج کہ جس طرح بنیکری توسل کے استفادہ ہوا۔ اسی طرح بلا اسطو اپنے مغیض  
مخدوم الملک سے سرزد کارہ۔ اور اپنے نام کے بعد حضرت مخدوم الملک کا نام شجرہ میں لکھوایا۔  
لیکن حضرت مخدوم کے قبیل جو پیران سلسلہ تھے ان کے ذرائع کی احتیاج باقی رہی۔ اور ان  
کا نام شجرہ میں بکستور قائم رکھتا۔

علیٰ ہذا حضرت خواجہ بزرگ جن کے پانچ سو برس کے بعد حضرت میر عبدالرزاق حب پسیدا ہوتے۔ مگر چونکہ حضرت سہن الدولی سے آپ کو اجازت بلا واسطہ نصیب ہوتی۔ اس لئے دریان کے پیران سلسلے کے توسط کی احتیاج نہ ہوتی۔ اور بلا واسطہ اپنے نام کے بعد حضرت نصیب تو اخواجہ اجمیری علیٰ ارجمند کا نام اقدس تیطیر کرایا۔

ہذا عنور کرنے سے یہ ظاہراً لوگیا کہ ہمارے حضور قبلہ عالم نے اپنے غلاموں کی بیت یعنی کے دلت بکمال احتیاط دہ اہم بھی فرمایا کہ حضرات صوفی کی سنت جاریہ تھی۔ یہ فرعی قاعده کہ بیعت کے دلت شجرہ پڑھایا جائے۔ اس کو بھی نہیں چھوڑا۔ اور جس طرح حضرت شاہ میر عبدالرزاق علیٰ ارجمند نے شجرہ میں اپنے نام کے بعد حضرت خواجہ بزرگ کا نام اور شجرہ پشتی عبارت میں اپنے نام کے بعد حضرت مخدوم دولی کا نام لکھوایا۔ اسی طرح ہمارے سرکار عالم پناہ نے اس سلسلہ غاصب یعنی طریقِ عشق کے شجرہ میں اپنے نام کے بعد ان منین فیض دعطا کے اسماء مبارک قائم فرمائے۔ جو فیضانِ حق کے افاضہ کرنے تھے۔ اور یہ شجرہ اپنے مریدوں سے بیت کے وقت پڑھوایا کہ ہاتھ پکڑتا ہوں پیر کا پنجتن پاک کا۔ خدار رسول کا۔

الزمن بیعت کے قواعد مردج کا ایسا جامع اور مکمل خلاصہ فرمایا۔ جس کی وجہ سے ہم گھنے گاروں کو یہ سعادت نصیب ہونی ہے کہ آپ کے حلقة علائی میں داخل ہو گئے۔ بعد حضور قبلہ عالم کے داعی خوش اور غلیہ استغراق ہرگز اسکا متفقی نہ تھا کہ ہر روز متعدد مریدین کی خدمت مروجع کے مطابق آپ بیعت لیتے۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ جلد علامان بارگاہ داری کا اقرار طلوع باللغہ اور بالمعنی ایک صورت سے ہوا۔ تو اب اس کا ذکر بھی ضروری ہے کہ بعد فراغ بیعت حضور قبلہ عالم نے اپنے مترشدین کو اور ادو و نطاوت ذکر و اشغال کی نسبت کیا کیا بلائیں فرمائیں ہدایات ذکر و اشغال | ہذا دانتیہ ہے کہ آپ کے ارشادات دہدایات گورنر زمرہ کے باخادر القاظ میں صادر ہے۔ مگر فی الواقع دیتے رہے کہ ملوا در حقانیت سے محروم ہیں۔ اور آپ کی ایک ہدایت ہے رہرہ رہا مقادہ متعنت سے بھری ہوئی ہے بلکہ پندرہ تا مل دیکھا جائے۔ تو

اپکے بڑیات کا ماحصل اور حیثیتی مفہوم محبت الہی کا ہنا سیت ادق اور بہت دشوار سیت ہے جس کا سمجھنا ہم کو محال تھا۔ مگر حضور قبیلہ عالم نے یکمال شفقت لپیے ارادتمندوں کو ان کی استفادہ سے زیادہ ان کو سمجھایا۔ اور اکثر علماء کو اپنی قوت کامل سے توفیق عمل مرمت فرمائی۔

لیکن یہ حالات سے ہے کہ ان جملہ بڑیات کو احاطہ تحریر میں مخصوص کروں۔ جن سے وقت تو قاتسر شدین مستفیض ہوئے ہیں۔ کیونکہ یہ عہد اداری اپنی لذعیت میں فزاد رہا ہیت میں بیگانہ ہو لے ہے جس کی عظمت و جلالت کا دنیکے ہر گوش میں نقلہ یجا۔ اور لا تعداد مخلوق آہی شرف بیت سے مشرفت ہوئی۔ اور ہمارے رہنمائے کامل نے ہر ایک حلقو گوش کو اس کی حیثیت کے محافظے ہدایت فرمائی۔ کسی کو ادائے فرائض کے ساتھ اولاد و نمائٹ میں مشغول رکھا۔ بعض آپ کے حکمر سے دام المسموم ہوئے۔ بعض سے متعدد حج بیت اللہ کراۓ۔ کسی کو گوشت نہ نہیں کیا۔ کسی کو سیر دیا ہت میں مصروف رکھا۔ کسی کو ذکر جل۔ کسی کو خفی۔ تعلیم فرمایا۔ کوئی نارک الدینیا اور فقیر ہوا۔ کسی کو تحریر پکا حکم دیا۔ پس کیونکہ ہر مسئلہ کے کوئی محدود رمحلوات ان لاکھوں بڑیات کے مضامین بصراحت نلمبند کرے۔ بلکہ یہ کہا جے باز ہو گا کہ بڑیات داری کی مکمل نہست تیار کرنے کا نقصد کرنا ایسا ہے۔ جیسے کوئی شخص غلط سے مغربی کو گھر میں بیٹھ کر دام تو ہم میں گرفتار کرنے کی سعی کرے۔

**عنقا شکار کس نشود دام باز پس** سکاینجا ہمیشہ بادیدست است دام را  
البتہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ احکام نقل ہو سکتے ہیں۔ جن کو گوش خود سنا کو اور ہنوز صحن خیال میں محفوظ ہیں۔ مگر غور کرتا ہوں تو بہ سماہ کثرت داتفاقات ان کی بھی تعداد زیاد ہے اور وہ فرمان جن سے میرے کان آشائیں یا کبی گنجائش کیوں اس طے یہ مجموع مکمل نہیں۔ اس لئے بنظر اخخاریہ پر ایسا احتیار کرتا ہوں کہ اس سال میں بعض بڑیات کا ذکر تو حضور قبیلہ عالم کے حالات میں آچکا ہے۔ اور امندہ بھی آئے گا۔ اور اکثر ارشادات کا نہ کرہ میریہ میں کے داتفاقات میں نگارش ہو گیا ہے۔ اور ابھی اور لکھا جائے گا۔ لیکن یہ سماں تسلی

چونکہ اس کی ضرورت ہے کہ فرمائیں داری شرعاً کا اس باب میں بھی ذکر ہے۔ اس دلائل پر  
مگر ایسے ضروری احکام جن کی تعمیل بغیر کسی فرق دامتباز کے حملہ غلامان داری کو لازمی  
ہے۔ بنگاش کرتا ہوں۔

پناہ پہلے انہیں چھوٹے چھوٹے رو تبلوں کو نقل کرتا ہوں۔ جن کا ذکر ہر چند اور  
ہو چکا ہے۔ مگر یہ اعادہ بھی یہ محل نہ ہو گا۔ اس لئے کہ ان دونوں ہدایات کو حضور قبیلہ عالم  
کے مذاق دمسلک سے گھرا لئتے ہے۔ اور صرکار عالم پنادنے متواتر تکمیل روزانہ ان کی تدریس  
فرمائی ہے۔ اور اپنے ارادتمندوں سے بطور حکم عام خطاب فرمایا ہے کہ ان ہدایات کی تعمیل کرو  
اور جب کبھی یہ معلوم ہو اک فلاں حلقوں میں سرگرم پوشش ہے  
تو اس سے آپ خوش ہوئے۔ اور اس کو وہ انعام تذییف فرمایا۔ جو اس کا سرایہ نماز ہوا اور  
جس پر حکم عدالی کا حرم عاید ہوا۔ اس کو چین چینیں ہو کر تنبیہ فرمائی۔

حالانکہ بظاہر یہ دونوں ہدایتیں معمولی الفاظ کے جواب میں ہیں۔ جن کا سیہم بھی  
یادی النظر میں نہایت سادہ اور جن کے مناد کو بھی صرف شاستگی اخلاق کے تعنت معلوم  
ہوتا ہے۔ اور اس کا تربیث بھی ہتھیں ہوتا کہ یہ ہدایات بالمعنى رمز داسرار سے ملرہیں  
لیکن حضور قبیلہ عالم کا متواتر اور بغیر تخصیص حیثیت راستہ داد جملہ ارادتمندوں سے  
کبھی بطریقہ تکمیل اور کبھی بظری شفقت ہدایت فرمائنا۔ ان ارشادات کو ہم تم باشان بناتا ہے  
اس لئے ہابہ ذاک ابتداء اہمیں دونوں ہدایتوں سے کی جائی ہے۔ جن کو کلمیہ تعمیم کا  
مرتبہ حاصل ہے۔ اور جن میں ایک ہدایت بصیرت امر۔ اور دسری بشکل ہی ہے اور جن  
کی تعمیل کو ہمارے پیڑائے برحق نے ہمارے لئے مفید متصور فرمائکر مختلف عنوان سے اور  
 مختلف موقع پر ارشاد فرمایا کہ "مجبت کرو" اور کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤ۔

ان دونوں ہدایات کا مضمون جقدر صفات اور خصیٰت ہے۔ اسی قدر بالمعنى بہت بادہ  
معنی اور بکار آمد ہے یا اس کو دسرے الفاظ میں یہ کہا جائے کہ دار انفلوم داری کے

تعلیم کے دوستے یہی ہر ایسیں ازادی نا افریز لے سمجھدیا۔ یا سزا کے کہیں ہیں۔ اور باہم آخون کے دریافت کا انتظام اور اباق کا انعام ہمیں بھی انھیں بدایت پر ہوتا ہے۔ کیونکہ تعلیم طریقیت کی سبم اندھہ محبت اور استعاری سی سے ہوتی ہے۔ اور یہ غائب را وحی محب صادق اور مستغفی المزاج ہوتا ہے دی مازل ملک سے فامع ہر کو تحملی اوار شاہد مطلق کا مشاہدہ کرتا ہے۔

اس لئے یہ دو نوں احکام ایسے گرفتاریہ اور طبیل المترتبہ ہیں۔ جن کو غلامان یا رگاہ داری خیز دبایت کے ساتھ اگر طریقہ اپہاز نہیں۔ تب جانہ ہو گا۔ اس نوستے کو انھیں دو نوں تمبوں کی تعییل سے ہم کو دین دنیا میں اقتدار حاصل ہو سکتا ہے۔ ہندا سرکار عالم پناہ کی بدایت اول الذکر جو بزرگ امر بالمرد ہے اس کے اثرات دیرکات۔ خقر ملود پر حضرات صوفیا کے کلام ذی صفات کے متعدد احوال کے خواہ سے منتقل کرتا ہوں۔

حالانکہ پہنچانا بیان تائیف بوجہ کو لازم تھا لکھ اس بدایت کی تعریج اس طریقے سے شروع کرایا کہ پہلے محبت کے لغوی اور اصطلاحی معنی نکھلتا۔ بعدہ اس کی خاصیت اور بہیت۔ اور اس کی نویسی اور ہر اذیع کے ملارج۔ اور ہر درج کے صفات اور یہ نیات کا بصراعت ذکر کرنا۔ لیکن خیال ہوا کہ امور تصنیف حضرات صوفیہ کے مطابعہ سے اخوان ملت کو معلوم ہیں یا ہر کسے ہیں اسے بوجہ کو حضور قلب عالم کے اس ستم باثان زمان کا دوسرا پیلو دکھانا منقول ہے۔

وہ یہ کہ سرکار عالم پناہ نے اپنے غلاموں کو جو بتا کیا ہے ہدایت فرمائی کہ محبت کرو۔ تو بظاہر اس جملہ میں کوئی مخصوص بات نہیں معلوم ہوئی۔ بلکہ اس کے سات حصہ کی ایک معمولی عبارت ہے۔ لیکن در حقیقت اس خصر جملے کی اہمیت کا اس وقت پورا اظہار ہوتا ہے۔ جب متعددین خشت نارفین کی تعیینات کے ان صفات کو لفظی تعریف سے دیکھتے ہیں۔ جن میں محبت کے ظاہری علامات اور خصوصیات کے ساتھ بالمنی صفات دیرکات کا تذکرہ بکمال شرح دلیل مطبوی اور دلائل عقلی نقشی سے ثابت نہیں ہے کہ محبت جملہ ریاضات دیجہات کی اصل وحیت ہے۔ اور محبت صادق کے اثرات و تصرفات انسان کو انسان کامل بنائے کھیں۔

عنسی دو رسم و امید کرایں نہ ترین۔ چون ہنریے دگر موجب حریاں نہ رہ  
علارہ ان تصریفات کے اپنیں منات ہیں۔ محبت کے بیوض درکات کے اپنے بلند مقام اپنے بھر  
تفریحی ہیں جو اپنی تیزی آپ ہیں۔ چنانچہ عقین ارباب طریقت کا اتفاق ہے کہ اس وقت یا خاتمت  
دیباخت کے مفاود شکرات بھی سازراہ طریقت کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں جب بعد قطع ممتاز سلوک  
دہ اپنے جبابات و حانیہ سے گزرا ہے۔ جہاں عبارات و اشارات کی بھی گنجائش نہیں۔ گرمیت صدق  
کا دلخیل پر اذ راہداری اس کے باقاعدہ ہوتا ہے۔ یعنی قطب الہی کے مدارج علیاً سے ہی فائز ہوئے  
ہوتا ہے۔ جس کے نقاب میں محبت صادق عاگزیں ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ محبت ہی کی ایسی زبردست  
نسبت ہے جو ادائیگی کو اعلیٰ قدر کو دریافت کرنے والی ہے۔ مومنانہ دین سے

### شادیاں عشق خوش کروائے ما دے طبیب جمای علیہماے ما

الغرض یہ مسلک ہے کہ جملہ اخلاق حسن کی اصل محبت ہے۔ اور شاید اسی لحاظ سے حضور قبلہ عالم  
نے اپنے غلاموں کو یہ ہدایت فرمائی کہ محبت کرو جس کا مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ شفقت داری  
کیا یہ منش اتحاد کار عفاف حسن سے معموق ہے جاؤ یا تخلیق بالغلائق اللہ ہر جا وہ کما جا عین الحدیث  
القدیمی اُن کُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاحْبِبْ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ۔ جس سے صاف طور  
پر ظاہر ہے کہ جب یعنی محبت ہی باعث تخلیق عالم ہوئی۔ اور یہی ملت ناکی سبب دعید ادم ہی۔ پس  
اس سے زیادہ کوئی تویی ذریعہ مسلسلی افسوس ہے نہ سکتا ہے۔ فاہم دنیہ مر۔  
لیکن طوالت کے خوت سے اس اجمال کی زیادہ دساخت ہیں کر سکتا۔ تمہلا دہ بھی خدا رانہ  
میں چند اخلاق صوفیہ کا ذکر کرتا ہوں جن کے دیکھنے سے طاہر ہو جائے گا کہ فی المتعیت ارباب طریقت  
کی کوئی صفت ایسی نہیں ہے جو محبت سے دامتہ نہ ہے اور جس کو خصوصیات محبت مژوہ نہ کہا جائے  
مثلاً شاہر بے نیاز کی رضا جوی۔ یہی ممتاز صفت ہے جس پر حضرات صوفی کے مسلک کا مدار  
اور ان کی ترقی مدارج کا انحصار ہے لیکن غرنا عقین کے اقوس زبان حال سے شاہد صادق میں کہ  
رمانت کھلیتے محبت کا ثمرہ۔ اور خصوصیات محبت کا عین کرشمہ ہے کہ محبت صادق اثرات

مجت سے تاثر ہو کر اپنے مجبوب کافر مان بردار ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ ابو محمد دیم علیہ الرحمۃ نے مجت کی تعریف میں فرمایا ہے کہ "هی المُؤَفَّةُ فِي حَسْبِ  
ذِحْرَانِ" اور سعینی بن معاذ علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ "صِدْقُ الْحَمْدِ الْعَلِيُّ بِطَعْنَةِ الْجَحْدِ"  
اور سہل بن عبد اللہ تسری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ "الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمَاتِ وَبِحَمْدِهِ  
أَخْلَقَنَا بِهِ" یہ ارشادات بالمعنی مراد ہیں کہ مجتب اپنے مجبوب کی اطاعت سے گلے لگاتا  
ہے اور خالق سے احتراز کرتا ہے۔

اسی مضمون ہمارے سرکار عالم پناہ کے بعض متفقہات کا ہے کہ "اپنے فرما" عاشق  
اپنے مشوق کا ایسا فرمان بردار ہوتا ہے جیسے غلام اپنے آنکا" اور یہ بھی ارشاد ہو ہے  
کہ "عاشق کا منصب یہ ہے کہ مشوق کے آگے متسلیم ختم رکھے" یہ بھی فرمایا ہے کہ "فضلے  
مشوق کی تعییل عاشق کا فرض ہے"۔

تعریف ہے کہ حضور قبلہ عالم نے مجت کی اسی نسبت کے اعتبار سے مجلد ارادہ نہیں کو  
متواتر یہ بدایت فرمائی کہ "مجتب کرو" اس واسطے کہ مجتب کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ پروردگار  
عالم کے یہ فرمابندردار بندے ہو جائیں گے۔

علیٰ بذا، کبڑ غور یہ ایسے مضر اور قابل احتراز صفات رذیل ہیں۔ جن کی وجہ سے  
ہمیشہ طالبین ناماراد رہتے ہیں لیکن مجتب کا خاصیہ ہے کہ غلب صادق تکبیر اور غور نہیں ہوتا۔  
شاید اسی لحاظ سے اس طبیب بالمنی نے ہمارے امراء نے نفایہ کا سہل ترین علاج یہ  
تجویز فرمایا کہ اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ "مجتب کرو"۔ جس کا معنی مفہوم اب سمجھ میں آیا کہ اگر واقعی  
اچیوا اور پریزیر کے ساتھ اس جام المقادی محبون کو ہم مسلسل استعمال کرتے تو یقینی اثرات مجتب  
کے آج ہمارا قلب بھی ضرد تکلدارت کبڑ غور سے صاف ہوتا۔

از انجلی شبات واستعمال بھی اربابی طریقت کی ایک مشہور صفت ہے جس کو عن عالم  
میں ایک درگیر و معلم گیر سے تعبیر کرتے ہیں اور اصطلاح صوفیہ میں اس کا ترجیح نیاں پختہ کردن کا ر

مردان است، اندیا و جو دیگر اس صفت کا خلاف ظاہری سے تعلق ہے لیکن حشرات صورتی نے اس کو گرانقدر منات میں شمار کیا ہے۔ اور طالب راه حق کے مادات میں پہلے یہی صفت دیکھی جائے ہے۔ **الْإِسْتِقَامَةُ فَرُّقٌ أَذْكَرُ أَمَّةً** ॥

مُؤْمِن بِكَرِدَاسْلِي عَلَيْ الرَّحْمَةِ كَوْلَنے نَاتِبٍ ہوتا ہے کہ یہ صفت محبت کی نخوس مدار میں ہے۔ چنانچہ اپنے فرماتے ہیں کہ "تصوفات محبت سے محب کے مادات اور حیالات میں ایسی نسبتیں" آجائی ہے کہ بھر نظہرہ مسن عجیب درجہ میں کے جمال پر نظر التفاق نہیں کرتا۔ ہمہ شہر پر زخوبان ننم دنیاں ہے چونکم کو چشم حق میں نہ کندہ کس نکلا ہے اور ہمارے حضور قبْلَ عالم نے بھی اکثر فرمایا ہے کہ "ماشیت سوائے مشرق کے اور کسی کو محبت کی نکاہ سے نہیں دیکھتا" اندیہ بھی ارشاد ہے کہ "مشرب عشق میں ایک صورت کے سوار دوسری صورت کو دیکھنا شرک ہے" اور یہ بھی متواتر فرمایا ہے کہ "ایک صورت کو پکڑو، دی ہی تمہارے ساتھ رہے گی" ॥

ان ارشادات سے نمایاں طور پر نظہر ہوتا ہے کہ طالب کے واسطے پختہ خیال ہونا لذات سے ہے۔ اور شبات و استقامت امارات محبت میں۔ اپنے حضور کے زمان رحمت کرو، کام فہریم یہ ہو گیا کہ مشارانی یہ تمہارے انتقامے شرک اس صفت سے بھی ہمارے طلاق بگوش برادرست ہو جائیں۔ کیونکہ محبت کے اثرات سے ان کے خیالات میں غصیلی۔ اور مادات میں استعمال و ثبات آجائے گا، اور میانہ زبان حال سے کہیں گے۔

**عَزِيزٌ هُوَ دَيْنُكَمْ حَتَّى نَكِّ حَسْنٌ تُوْكِرْمَ سَازْدَ**  
سہندا، شب بیدار اور نمکوت گزیں ہونا۔ ارباب طرفیت کے لمحت اور نیاز منات میں۔ جنیں ایک صفت تو دیسید مرغت نفس دکشو احوال ہے۔ اور دوسری صفت شب ارشاد حضرت اولییں تری زمی اشمند، اسْلَامَةُ فِي الْوَحْدَةِ یہ کہ تہنی موجب سلامتی ہے۔  
بتوں یعنی صفت نہ رسد گر شہر تہنی رہا۔

لیکن محمد ابو رومیم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ "الْحَبْبَةُ عَلَيْهَا الْمَسَمُ دَالْعَزَلَةُ الْقَوْمُ" کہ  
یہ دو ہی صفاتِ محبت سے والبہت اور محبت کے نعمات میں ہیں۔ اور محبت یہی کے اثرات  
سے محبت غفلت سے بیدار اور تعلماتِ عالم سے وسیرہ وار ہوتا ہے۔

چونکہ یہ دونوں صفات اپنی زمینیت میں ترقیت کے شب بیدار ہوتا۔ اور بیدار آزاد ہوتا  
انہیں برگزیدہ ہستیوں کا منصب ہے۔ جو اپنی راحت اور حافظت کو حضرت وابہ ابو رومیم کی  
محبت میں نہیت ذاتی دکھل کرتے ہیں۔ پس شفقت داری لے اپنے ارادتمندیوں کے دامن ہر دو  
صفات پسند فرمائے اور ایسی دیسخ المعنی ہدایت زمانی جوان ہر دو صفات کی بھی بیان ہے۔ یعنی  
ارشاد ہوا کہ "محبت کرو"۔ ادد اس کی تائید میں مبالغہ اس لئے "فرمایا کہ پیش نظر تمہاری سر نعمت  
بھی کے آثار ان کو فارغ اور سیار کر سکتے ہیں۔

اسی طرح تصور۔ جو حضرات صوفیہ کا ہاتھ ہاشان شغل ہے۔ اور جس کے شافعی کو حضرت  
ناظم الرسالت مسلم نے یہ بشارت دی ہے۔ کما عیشیوں نے توں و کما متوتوں سمعتوں  
کو زندگی میں جو خیال ہے گا۔ اسی خیال میں مرد گے۔ اور جس خیال میں مرد گے اسی خیال میں  
محشر ہو گے۔ یعنی دمیلا میر و جو خیز دمبلان خیز۔

لیکن حقیقت تصور کی نسبت محققین حضرات صوفیہ کی متفقر رائے ہے کہ تصور زادہ  
محبت ہے۔ چنانچہ ولا ناعیمہ الرحمۃ کے چند اشعار کا یہ مشمول ہے کہ اشتیاق دید بوب کا  
یہ کر شد ہے کہ حادث فراق میں محب کی قوت متخلف یہ صورت بھوب کہ قائم کرتی ہے۔ اور فقر نہ  
یہ نسبت ایسی قوی جو بیان ہے کہ محبت بھوت بھوبے باقیں کرتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں

صورتے پیدا کن۔ برباد اُو جذب صورت آردت در گفتگو

راز گوئی پیش صورت مس بزار ۲ ان چنانکہ راز گوید پیش یاد

اور محبت کے چند خیالات دیجی نہیں بلکہ حقیقی ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ محبت صادق کا یہ جذب  
توبہ کامل اور مستحق جو بات ہے تو سو۔ محبوب بھی اپنے محب کی دل جوئی کرتی ہے۔ اور زبان

حال سے کہتی ہے۔

پردہ اسی زماں پر داشتیم حسن را بے داسطہ افراسیتم  
بہذا شفقت داری نے ہم کو اس مفید شغلت اس طرح بھی مستیند فرمائی ارجمند ارادت  
کر کر دیا، محبت کریں اس لئے کہ اصل تصور محبت ہے۔ اگر یہ محبت کریں گے تو محبت کے اثرات  
سے یہ صاحب تقدیر ہو جائیں گے۔

علی ہذا خاموشی جو اہل تصرف کی خاص صفت ہے اور طالب را حق کی ترقی مراتب کے  
بہترین ذریعہ ہے۔ یقیناً اَسْتَحْمَتُ تُورِثَ مَعْرِيْهَ اللَّهِ۔ اس لئے ارباب طریقت کا اعلان ہم  
کناموشی میں ابید کا میانی کی ہے کیونکہ یا رگاہ رسالت سے یہ حکم صادر ہوا ہے۔ مَنْ سَكَّتَ  
سَلَحْوَ مَنْ سَلَّى بَجَا: اور کسی شاعر سما متوڑ ہے۔

طبع بیچ مصروف پر زلب بتن نہیں آید غمروٹی منی دار و کر در گفتہ نہیں آید  
لیکن حضرات ماریین فرماتے ہیں کہ خاموشی محبت کا مخصوص نتیجہ ہے جس کی اب وہاں کام  
علیہ الرحمت نے یہ دعا سنت فرمائی ہے وہ شخص اکثر خاموش رہتا ہے جس کو محبت سے داسطہ ہوتا  
ہے اور شرف الدین بولی شاہ قلندر علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ اہل محبت کی نشانی کم خوردان  
و کم گفعتن دخافت حرام ہے۔

اور ہمارے حضور نبی عالمؐ نے یہ فرمایا کہ عاشق خیال یا ریس خاموش رہتا ہے اور اکثر آپ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ محبت کی زبان میں محبت قفل لگادیتی ہے کہ اسرار  
حقیقت کا انہصار نہ کرے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ محبت میں انسان گونگاہ اور بہراہ بوجاتا ہے  
مَنْ عَزَّتْ رَبَّهُ كَمْ لِسَانَدْ: یعنی جس نے اپنے رب کو پہچانا اس کی زبان بند ہو جاتی ہے۔  
ان ارشادات کا خلاصہ یہ ہے کہ خاموشی کو محبت سے پورا سروکار ہے اور محبت کے  
اثرات سے محبت ساکت اور خاموش رہتا ہے کہنگے اور ہر سے کی طرح کسی سے اپنا عان کہتا  
ہے زکسی کی نیعت سنتا ہے۔

بندھیب گناہوں کی محبت کا شمارہ ہے۔ تو اس اعتبار سے ہم گھنٹاگار بھی خدا ناموں کی سمعت اور سردار ہو سکتے ہیں۔ گیوں کہ ہمارے آفات ناطر لئے ہم کو ہدایت فراہم ہے کہ محبت کرو اور ہم نے اس تکمیل کی تفصیل کی۔ تو کنیت مکمل کے پرکاش سے مستغفیں ہر ہزار زندگی ہے اسی طرح شائع رب العزت کا شاہد ہو جو حرز تسبیث ہے۔ بلکہ منقول ہے کہ صفتِ تالک را ہدایت کو بعد حصول مرتبہ تکین بارگاہ میدار فیاض سے تفسیلیں ہوتی ہے۔ تب دو برگزیدہ حق صفت خالق مطلق کا نظارہ کرتا ہے مانگیتی۔ **شَيْءًا إِلَّا درَأْتُ اَمْثَمَ مَعَهُ**

یہیں تابع العارفین اور بکر و اصلی ملبد ارجمند کے ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس صفت کی بھی اس اور حقیقت میں محبت ہے پانچ آپ فراتے ہیں کہ جبرا شیار خلق میں صفات خالق کی نظر کیا محبت کی دلیل ہے اور شیخ ابو الحسن شاذی علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ محبت ہمیں چاہتی کہ عاشق کر دے سوچن دیکھی ہے تو اسکی کامیں گلائے اور ہمارے سر کا عالم پیاس نے یہ فرمایا کہ کوئی عاشق ہر حیر میش کا جلد دیکھا جائے۔  
**بَقُولُ رَبِّنِي تُكُلُ شَيْءٌ لَّهُ أَمْ يَهُ تَدْعُ عَلَى آمَّةَ وَاحِدٍ**

غرض اس تشریح کا حاصل یہ ہے کہ اس صفت کا دجد محبت کی خاصیت ہے ہے اور اسی خاصیت کے اعتبار سے حضور نبی عالم کی ہدایت کا یہ نہموم بھی ہو سکتے ہے کہ محبت کرو تاکہ مان بآکمال کی صفت گوناگوں کے مشابد کی صلاحیت پیدا ہو۔

علی ہذا ذکر الہی جس کی حقیقت یاد ہوتی ہے۔ بعد فرموش کرنے فیوض کے بغایتے: **رَأَذْكُرُ**  
**رَبُّكَ إِذَا ذَكَرْتَ**? اور قائلہ ذکر کایا ہو کہ حضرت علام بن عبد الرحمن رضی اور شعراً فراتے ہیں۔ رَ  
**ذَكْرُ اللَّهِ شَفَاعَةٌ وَذَكْرُ عَبْدِهِ دَاءُهُ**: کہ اللہ کا ذکر کر شفا ہے۔ اور اس کے غیر کا بھیاری ہے۔  
لیکن محبت کی بھیب شان ہے کہ ارباب طریقت کی کوئی صفت ایسی نہیں ہے۔ جس کی  
اصل رسمیت محبت نہ ہے۔ جیسا کہ عارفین کا آتفاق ہے کہ ذکر بھی محبت کا نتیجہ ہے۔ بعد اوق  
**مَنْ أَحَبَّ شَيْءًا أَكُلَّهُ ذَكْرُهُ**.

اور محبت چونکہ ذکر کی مقنی ہے۔ اس لئے خوب ہر دقت ذکر محبت سے غاظ غلگین ترکیب ہے۔

بے۔ بقول۔

### ہجت رحمتی فی الحییں سید کرکٹ موسیٰ فی الحییں حای

چنانچہ ابو عبد الله بن فضل علی الرحمۃ بکاراً ہے کہ محبت کی طاقت یہ ہے کہ وہ کو جو سب سے دل نوش ہوتا اور شیخ عباد الرحمن مفسوٰحی علی الرحمۃ فراستے ہیں کہ ماشی اس طرح شاہزادی کو کرتا ہے کہ اپنے نفس سے غافل اندھا پنے احساس کو بھول باتا ہے اور ہمارے خصوصیات کو اپنے زیادیتے ہے جس کی کوئی سالش ذکر بمحبوب سے خالی نہ ہے۔

غرض جس طرح یہ مسلم ہے کہ ذکر محبت کا شرعاً ہے۔ اسی طرح سرکو علم پناہ کی اس برائیت سے کہ محبت کردی یہ ثابت ہوتا ہے کہ منشارداری یہ تھا کہ ہمارے علماء گوش اگر محبت کریں گے تو محبت کی اس نفعیں خالیت سے بھی خرد متنبیہ ہو رہے ہیں کہ ہمیشہ ذکر لائیں میں صرف دوسرے ہیں اگے مندرجہ ذیل صفات کے اداب تصریف کی ایک صفت کا نام تلفظ ہے۔ جس کی تحریف مردیت ہوئی سے ثابت ہو کہ مذکورہ ساعتہ حیرتیں عبادتیہ سنتیں سنتے ہیں لیکن حقیقتیں کے ارشادات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تلفظ مشاہق کی ایک حالت کا نام ہے۔ جو ازما محبت ہے ثمرو ہے۔ چنانچہ ابراہیم مہوم علی الرحمۃ فراستے ہیں کہ اہل محبت کا خاصیت ہے کہ تلفظ میں صرف دوسرے ہیں۔

پس محبت کا یہ غرض زبان مال سے کہتا ہے کہ حضور قبائل عالم کی ہدایت مذکور کے عامل مردیں کو وہ بلند مرتبہ کی مل سکتا ہے جس کو اصطلاح صوفیہ میں تلفظ کہتے ہیں۔

ازیں قبلی حضرات صوفیہ کے احوال صادقہ میں سے ایک مال کا نام شرق ہے۔ مگر اس تصریف کی درحقیقت گردانی سے مسلم ہوتا ہے کہ شرق کو سراپا محبت سے مرد کا رہا۔ اول تو اس صفت کے نام ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ عشاون کی یہ کیفیت زایدہ محبت ہے۔ دویم حقیقتیں کہ آنحضرت کو کوشون ازما محبت کا لازمی نیچہ ہے۔ جیسا کہ ابو عثمان جیری علی الرحمۃ فراستے ہیں کہ آنحضرت ستر ہے انجینیت۔ سیم ارباب فریقت فرلتے ہیں کہ شرق کی حقیقت یہ ہے کہ سالک کے بیجان قلب کی اس غیر مزبوری کیفیت کو شوق کہتے ہیں۔ جو محبوب سے مستثن ہونے کی خواہش نہیں کے

باقی میں پسدا کرتی ہے۔

بہذا سرکارِ المپناہ کی اس پر درش کا شکر کس زیان سے ادا کیا جائے کہ اپنے ارادتمندیں  
کو نہ اتریں بدلایا کہ محبت کرد جس کا عالم مفہوم یہ ہے کہ محبت کرد گے۔ تو رابط  
شوئیں کی نہست میں تھا انعام درج ہو جائے گا۔

الحاصل یہ سات حرث کی ہدایت اس تقدیم اور معنی نہیں ہے ایسے ہے کہ ملاuded صفات  
مذکور کے وہ اخلاق مختصر کیجیے اس تصریح میں دلیل ہیں جن کا ذکر بیناں طوالت نہیں کیا۔ کیونکہ میں  
سمجھتا ہوں کہ جب اخوان ملت اس ہدایت کی حقیقی ماہیت کی تفہیف فارسے دیکھیں گے۔ تو  
نمیاں طور پر خلا ہر جائے گا کہ ارباب طریقت کے عبارت صفات محبت کے خصوصیات ہیں۔ یا  
تائج و ثمرت اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ بندیر تو حضور قبلہ عالم نے اسی قدر فرمایا کہ محبت کرد مگر  
وہ حقیقت یہ ہے کہ میں عبارت ہمارے باہم ترقی کا ایسا زندگی ہے جو ہم کو آسانی حضور شاہزادی کے  
پہنچائے اور وہ شریت امیازی حاصل ہو جو ہمارے دہم دعیاں میں کبھی نہیں ہے۔ بہذا اس  
زیر ہدایت کو جو نی المحقیقت اسم انعام کی خاصیت رکھتی ہے۔ اگر ہم غلامان داری اپنا سرا یاد رکھیں  
گمیں تو بے جان ہو گا۔

مگر اس تشریح سے یہ تو بخوبی ظاہر ہو گیا کہ جلد اخلاق صوفیہ محبت کے نتائج ہیں لیکن  
اس کا ذکر نہیں آیا کہ توحید رب العزت کو کبھی محبت سے مرد کا سبے یا نہیں۔ کیونکہ ارباب  
طریقت کے فضل دکمال کا مدار توحید پر دو گاہ پر ہے۔

اس کی نسبت یہ عرض کروں گا کہ دیگر صفات اگر محبت کے خصائص دمترات ہیں تو محبت  
نی المحقیقت میں توجید اور توحید عین محبت ہے۔ کیونکہ توحید کی تعریف یہ ہے کہ حضرت احمد بن  
عزاز کے کو ایک جانے۔ آئَهُ اللَّهُ إِنَّهُ دَاهِدٌ اور کمال محبت بھی یہی ہے کہ بجز ذات شاہ  
سلطان دوسرے کا وجہ مفتود ہو جائے۔ پس یہ دونوں درجات پذکرنی المہیت ایک ہیں  
اس طرف دونوں کی تعریف بھی مراد ہے۔

مشی آں شعلہ است کو پول بر ذرعت ہر پیغمبر نہ شوئ آں رائیک سوت  
 پنا پیچہ شیخ عبدالحق صاحب تیرث دہلوی کتاب المکاتیب والرسائل ای ارباب اکمال  
 والغذا اکمل سے تکملہ ہیں تحریر فرماتے ہیں۔

یحییٰ ہد و محبوب نہ پہ گفارت اس  
 ازیں بارہ دشمن گشت کہ حاصل تو حید نہ لے محبت نہ لے دیکھا تھی ستر کو دل شہو غیر محبوب دا وجد فدا نہ  
 بندہ اہماسے رہنے کا مل نے اپنے ملاموں کو وہ کلیہ ہدایت فریبا کہ جس کے بیڑ تو حیب  
 کی تصدیق نا مکن اور خال ہے۔ اس نے کہ تو حید از محبت لازم وطنم ہیں۔ تو تکمیل تو حید ہے  
 کہ دبودغیر مفترود ہو۔ دبی مآل محبت ہے کہ اسوانے مطلوب سب کو نیست و تابود بکھر۔ غرض  
 جسم کمالات و صفات کی اصل صرف محبت ہے۔ جس کی ہمارے سرکار عالم چاہ نے ہم کو نہیں تو  
 ہدایت فرمائی کہ محبت کرو، چنانچہ محبت کے منات و تصرفات کی نسبت مولانا درم علی ارتقا  
 ارتقام فرماتے ہیں۔

از محبت تلمہسا شیری شود	در محبت مسما نوریں شود
از محبت درد با صانی شود	در محبت دردہا شانی شود
از محبت دار تنخے می شود	در محبت بار بخخے می شود
از محبت سجن گلشن می شود	بے محبت روض گلشن می شود
از محبت حزن شادی می شود	در محبت غول ہادی می شود
از محبت زندہ می شود	در محبت شاہ بندہ می شود

لیکن محبت کے منات سے دائٹ ہونے کے بعد اپنی محرومیتات کے اعتبارے  
 اگر کچھ تخلی ہو کہ حسنور قبلہ عالم کا ایک ارشاد یہ ہے کہ محبت دبی ہے۔ جو کسبے نہیں  
 دیسل ہوئی۔ یعنی منباب اندھہ محبت ہوئی ہے۔ اور بر مکس اس کے حکم پر تابے کہ محبت  
 کرو۔ جس میں ہمارے انتیا زور اکتساب کو سرتیع دخل نہیں ہے۔ تو متھاد مفہوم کیوں ہے

لیکن جب تمود اغور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس شرکا و قوش ہماری لا علی کا یہ چیز ہے درہ مسکارا عالم پناہ کے دونوں زمان نہایت صحیح اور مطابق اصول شریعت اور مرفق اکام فتنت مادر ہوئے ہیں۔ کیونکہ جس طرح علمائے گرام اور ادیانے عوام کے مستند احوال سے یہ ثابت ہے کہ یہ محبت دیکی ہے۔ اسی طرح یہ مسلم ابتوت ہے کہ ایمان اسلام اور صونیائے گرام نے اپنے وقت میں محبت سے متغیر ہونے کے لئے طالبین حق کو یہ ہدایت بھی فرمائی ہے بہذا اگر حصول محبت کے واسطے سمجھی ہے تو مدد ہوتی۔ تو ہدایان ملت اپنے معلمان کو اس لاحاصل برہش کے نئے تاکید نہ رکھاتے۔

اگر ہمیرے اس بیان سے کافی نہیں نہ ہو، تو صحیح کے واسطے یہ ایک دلیل اب ہے کہ تفترت احادیث جل جلالہ نے محبت کو دیکی فرمائی ہے کہ یہ ہم درج یخوبونہؓ و جب کا مطلب یہ ہے کہ محبت خدا کی جانب سے ملتی ہے۔ پھر حصول کرنے اپنے پندوں کو کوشاش کا بھی علم فرماتا ہے کہ "فَاسْعُوا إِذْكُرُ اللَّهَ" اللہ کے ذکر کے واسطے کوشاش کردا اور ذکر بغیر اسے آنَّ أَحَبَّ شَيْءًا أَكْثَرَ ذُصْنَةً محبت کا نتیجہ ہے تو ذکر کے لئے ہوشش میں محبت کے واسطے کوشاش کرنا ہے۔ پس اگر ذکر یعنی محبت کے واسطے کوشاش اور سیگنالے سے سودا در لاحاصل ہوتا۔ تو وہ عالم بکان و ما یکون۔ کبھی یہ فائدہ کوشاش کا حکم نہ ریتا۔

اور احادیث صحیح سے تو بغیر کسی تادیل کے ثابت ہے کہ حضرت خاقم فرماتا نے عان لفظوں میں بتا کیا کہ اس نے تکرار ذمہ کا کہ محبت کردا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں، انس بن مالک سے منقول ہے کہ "قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكَوْمَانَ أَحَدُكُو حُثْتَ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ وَمَا لَهُ دَرَدٌ وَدَرَدُ الدِّينِ كَذَانَاسِلَ جَمِيعُهُ" کہ جیب رب العالمین نے فرمایا۔ وہ کامل الایمان نہیں ہے جو اپنی جان اور مال اور داد داد تمام عالم سے زیادہ محظہ کو محیب نہ رکھتا ہو۔

جب رسول کریم علی الحقیقتہ والسلیمان نے ایمان کامل کے واسطے باس شرط محبت کو لانتی گزنا

وَمَنْ عَذَابِ رَبِّ الْأَنْوَارِ نَهَرْ مَنْ كَيْا بِرَسُولِ اللَّهِ أَكْبَرْ كَرْبِلَةَ اپ کر بجز اپنی جان کے میں سب سے زیادہ  
بھروسہ رکھتا ہوں۔ نَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ وَالْمَقْلُودُ كَاسْلَامُ لَا تَكُونُ مُؤْمِنًا حَتَّىٰ أَكُونَ  
آخَبُ إِلَيْكَ مِنْ تَقْصِيفٍ فَزِيلَ اے غیر تھارا ایمان کامل نہ ہو گا۔ جب تک اپنی جان سے  
بھی زیادہ مجھ کو مجروب نہ یکھو گے۔

بیحیثیت شان رسالت یہ ہدایت فرمائی۔ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ عجج کو مجروب رکھنے کی  
ہوشش کرو۔ مگر شفقتِ محمدی کو لپنے جان شارکا یہ فقعنہ ناگوار تھا کہ آن واحد میں یہ استدار  
پیدا ہو گئی فَعَالَ هُمْدَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ لَا نَتَّ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ تَقْصِيفٍ اتِي بِسُبْحَانِي  
یعنی حضرت عمر خطاب نے سنت کا کویروض کیا کہ یا رسول اہل کتاب میں اپنی جان سے بھی نبادہ مجروب  
رکھتا ہوں۔ نَقَالَ رَسُولُ اِنْشَوَ صَلَّى اِنْشَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَّا يَأْتُهُمْ تَمَرٌ اِنْهُمْ مُكْفِرُونَ  
فریما رسول اندھ سلم نے کارے عمر تھارا ایمان کامل ہو گیا۔

اس متعدد حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ امنفترت صلم نے حصولِ محبت کے لئے ہدایت فرمائی  
اور محبت میں کامل ترقی بھی ہوئی اس پس محبت کے لئے اگر سی بے سود ہوتی۔ تو اللہ تبارک نے تعالیٰ  
نَاصِعُوا لِي ذِكْرِ اِنْشَوَ زَمَانَ اور نہ حضرت بہترین عالم صلم اپنے جان شارکو اَحَبُّ إِلَيْكَ  
منْ تَقْصِيفٍ“ زمانے جس میں اکتساب کو خل ہے۔ چنانچہ اسی کی اتباع بزرگان دین کے  
فرمانیں اور مطابق سنت اندھ دسنٹ رسول محبت کو دہی کہا۔ اور رسول محبت کے لئے ہدایت  
بھی فرمائی۔ اور اسی تدبیر عمل درآمد کے موافق ہمارے حضور قبائل نے بھی اکثر فرمایا کہ عشن دہی ہے  
اور اپنے ارادو نہیں مدد کو اس کا بھی متواتر حکم دیا گے۔ محبت کرو۔“

غرض اس ترشیح سے واضح ہو گیا کہ محبت کو دہی کہنا اور حصولِ محبت کے لئے ہدایت کرنا  
اموالِ شرعاً دینے کے مطابق قدیم دستور ہے۔ لیکن باوجزو اس وضاحت کے اس  
کی بھی صراحت ہو جائے تو اپنامہ کے کثرے داحدگی نسبت متشاد احکام کیوں صادر ہوئے  
کو خبتو کو دہتی کہا گیا۔ اور اس کے حصول کی ہدایت بھی فرمائی گئی۔

چنانچہ حضرت صوفیہ کرام نے ان احکام کی جو بنیاء ہر متقدم معلوم ہوتے ہیں یہ تطبیق  
زبانی ہے کہ محبت دو نوع پر منقسم ہے۔ ذاتی و صفاتی۔ فتحم اول یعنی محبت ذات یعنی اپنی  
بے جس کے نتے سماں دکارشش تعلیم بے سود ہے۔ اور فتحم ثانی محبت صفات یعنی کتاب  
کو بھی داخل ہونا تو اکثر محبت ذات کا دسیلہ بھی ہو جاتی ہے کہ طالب صادق جب محبت صفات یعنی  
سرشش کرتا ہے۔ اور قلب دخور سوز دشوق سے گلزار ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت عنایت رب  
العزت پر منحصر ہے۔ مگر کشش رہی ہوئی۔ تو طالب محبت ذات سے بھی ستفیض ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت مجرب الہی سلطان الاویلیار نظیر الدین علیہ الرحمۃ ایک خطا میں مولا نما  
فروض الدین مرد تری کو اقسام محبت کے تذکرہ میں اتنا فرمایا کہ محبت ذات مغض میں بہت ہے۔ اور محبت  
صفات یعنی کسب کو بھی فی الجملہ داخل ہے۔ شاید اسی خیال سے ہمارے مرکار ناظم پناہ نے ہم کو تیہہ  
فرماں کہ محبت کرد "جس سے محبت صفات متسود ہو گی کیونکہ محبت ذات بہت بڑا مرتقبہ شاید اور  
مشت کامرا دست ہے جس کی انبثت آپ نے اکثر زیارت اکرم شریعی ہے۔ تو کوئے نہیں حاصل ہوتا۔  
این سعادت بزرگ بازو زنیست تاذیخت خدا ہے جنہیں شنیدہ

بلکہ صاحب یہ لاویانے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت مجرب الہی رت تو عشق کی انبثت بھی  
یہ فرمایا ہے کہ گوسلمہ کو کو عشق دیسی ہے اور کسب سے نہیں حاصل ہوتا۔ مگر طالب کو لازم ہے کہ  
کشش کرے اور در دارا ہو کھٹ کھٹائے شاید اس کا نسل ہو جائے۔

نمکن ہے کہ اسی خیال سے ہمارے حضور تبلیغ عالم نے فرمایا کہ محبت کرد اور مطلب  
حقیقی کی طلب کر طلب صادق بناؤ۔ اگر عنایت رب العزت ہوئی۔ تو جسم تو بیکار نہ جائے گی۔  
مَنْ كَلَّبَ وَ حَدَّ " چنانچہ حضرت مولا ناظم علیہ الرحمۃ بھی یہی فرماتے ہیں۔

سایہ حق بر سر بندہ بود	عاقبت جو بندہ یا سندہ بود
گفت پندرہ کچوں کو بی دے	عاقبت از در بر دن آیدہ سرے
چون شیخی یہ در کوئے کے	عاقبت بینی تو ہم روئے کے

پھوں زچاہے میکن ہر روز فناک عاقبت اندر رکی در آب پاک

مگر حسل ہے کہ اداہ محبت اللہ جل جلالہت بھی آدم کو عالم اور دنیا میں رحمت فرمائے  
بلکہ محبت بھی کے تھیں مالم ہوتی ہے کہٹ کہنا غصیا ناچحت آن اُخربت غلامت اللہ تعالیٰ  
جس کا سب سے مقدس مضرات نے اپنے اشعار میں اشارت نہ کر کیا ہے۔ مثلاً حافظ طلبی از رحمت

فرماتے ہیں۔

منہماز می مکن اے صونی صان کر حکیم درازل طینت ماراز می صاف ستر  
لیکن انسان کی استعداد ارزی ہے جب عالم اجسام میں تعلمات موجودات کے جواب  
لاحت ہوتے ہیں۔ اور عوام نفاسی کی وجہ سے ذائقے روحانی مفعول ہو کر خواہشات نہایت کے  
تابع ہو جاتے ہیں۔ تو وہ اداہ محبت ہر روز میانق انسان کو تغییض ہو چکا ہے۔ عالم شہود میں اگر اکثر  
نیالات باطل اور مرادوں بشری کی محبت میں مبتلا کے اشکال حادث ہو جاتے ہے اور نیالات و  
تعیینات صورت متصدیوں اصلی کو چھپا دیتے ہیں۔ اور شوق و سمال مطلوب حقیقی ہو ہو جاتا ہے جیکہ  
کئے مسی و کوشش کی ضرورت ہے کہ توہات فاسدہ اور نیالات باطل سے انسان روگردانی  
کرے۔ اور مقصود اصلی اور مطلوب حقیقی کی جانب جمع ہو۔ اس دلائلہ باذیان راہ طریقیت  
نے جذبہ کی ہدایت فرمائی۔ اور ہمارے حضور قبیل عالم نے بھی اپنے جملہ مترشدین سے خطاب  
ذیاًز محبت کرو کر نظرے چو جاستعد امحبت موجود ہے۔ وہ تکرارت محبات تعیینات  
سے مات ہو جائے۔ **سُنْحَدَدَ وَجَدَّاً**

**مِرْكَ سُوال** [النَّزَمَنْ مُفْهُورٌ قَبْلَ عَالَمَ] جس طرح مختصر عبارت میں اعمال باطنی کا تم کو سبق دیا۔  
اُسی طرح دوسری ہدایت بصورتہ ہی من المکر فرمائی۔ تاکہ ہمارے عادات روزمرہ بھی درست  
اور شاشتر ہو جائیں۔ جس کی ہدایت موندوں مثال یہ ہے کہ ہر بان طبیب کا وستو ہے  
کتب مرضی کے لئے دو انجویر کرتا ہے۔ تو اسی کے ساتھ پرہیز کی بھی تاکید کرتا ہے۔ اور مضر  
اشیا کی تصریح کر دیتا ہے۔ چنانچہ ہمارے طبیب باطنی نے بکمال شفقت اور ارض روحانی کی

اصلاح کے لئے جب ہم کو خوبست کا منفرد اور بھرپور تحریک تباہیا۔ تو اسی کے ساتھ عنایت داری  
نے ہم کو پہلی باری تعلیم فرمائی۔ اور متوالی رشاد ہوا کہ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلا دے۔  
فی الحقیقت حضور قبلہ عالم کی یہ ہدایت ہے اسے عادات کی اصلاح کے واسطے ہمایت منفرد  
ہے، کیونکہ جس طرح محبت کرنا مذکور اور محدود صفت ہے۔ اسی طرح سوال کرنا اتفاقی منزع اور مذکوم  
نعل ہے۔ اور غور کیا جائے تو تدقیقی سرک سوال میں ہزاروں خوبیاں اور مندرجہ مقابلہ ہیں۔  
مشترک سوال جیا کی میں نگاہداشت ہے۔ اور جیا ایمان کا جزو مقدم ہے: **الْحَيَاةُ**  
مِنَ الْأَعْمَالِ تَعْرِفُ خالقُ ازْرَافَتِكَ حَكْمٌ قُطْبِيٌّ ہے، چونکہ مادی برحق کرہماںے ایمان کا تخت  
منور ہے۔ اس لئے اپنے غلاموں کو یہ حکم دیا کہ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلا دے۔  
چنانچہ ایک روز کا دافعہ ہے کہ چند ترشدین حاضر خدمت تھے اور حضور قبلہ عالم نے  
یہ بسیل تذکرہ فرمایا کہ اسلام پیریز ہے اور ایمان اور چجز ہے۔ اسی رشاد کا اصل مفہوم جو کچھ  
ہڈیا حاضرین میں کس نے کیا فائدہ اٹھایا اس کا تعلم نہیں۔ لیکن ایک صاحب جو بظاہر کسی گاؤں کے  
باشدے اور کاشتکاری پیش معلوم ہوتے تھے۔ انہوں نے عرض کیا۔ حضور پیر ایمان کی چجز ہے۔ اپ  
نے ان کے نہم دو استعداد کے لحاظے ایمان کی تعریف کا خلاملہ فرمایا کہ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلا دے۔  
جس کا مفہوم یہ ہے سکتا ہو کہ سرک سوال جیسا کا محااظہ ہے اور جیسا جزو ایمان ہے۔

ملادہ اس کے سوال کرنا ایسا کیک نعل ہے جو انسان کی صفت یعنی کویر یا در کرتا  
ہے۔ کیونکہ طالب راہ حق دادی طلب میں پہلا قدم اس یعنی کے ساتھ رکھتا ہو کہ علی اللہ  
**رَبِّ قَمْدَدَةٍ دَيْرَ زِقْرٍ مَنْ يَشَاءُ لِغَيْرِ حِسَابٍ ه** اور کار ساز حقیقت کی جانب ہی نہیں  
مال سے عرض کرتا ہے۔ مضرع۔ بدترت کر جز در پاک تو بد ردگر گزرے نشد  
کیونکہ ادیان راہ طریقت نے طالب راہ طریقت کے واسطے توکل کو لازمی گردانا ہے یعنی  
مکیہ برتوئی در انش در طریقت کا فریت راہر گریسہ بہزادہ توکل لازم است  
اور ماوسے اندھے کے آگے ہاتھ پھیلانا طالب صادق کا اپنے عہد ادا دھے رہ گردانی کیا

ہے جو بیان میں ترجمہ اس کے تعریف میں گرتا ہے اس لئے بات نظر را  
نے فائز المرام ہونے کا سید عمارت یہ بتایا کہ "کسی کے ہے گے ہاتھ میں پیساوا" اور غیر اندھ کی انتہا  
سے اخراج کرد ایا کَ نَعْيِدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ جس کا فائدہ یہ ہے بقول  
مَنْ نَذَرَ إِلَى الْخَانُتِ هَلَكَ دَمَنْ رَحَجَ إِلَى الْمَغْتِلَكَ

اور صاحب کشف المجبوب لکھتے ہیں کہ ابو نصر شیر بن الحارث اصحاب علیہ الرحمۃ کا قول  
ہے کہ "أَنْفَلُ الْمَقَامَاتِ إِعْبُادُ الصَّابِرِ عَلَى الْفَقْرِ إِلَى الْقَبْرِ" ترجمہ مقامات نفریں  
انفل یہ ہے کہ نفریں صبر کرنا اور اس اعتقاد کو اپنے ساتھ بریں لے جانا۔ خلاصہ یہ کہ تم  
غمراپی حاجت کا انہما رکر کرے۔

اور صاحب کشف المجبوب نے ایزراب بن حسین عجیب علیہ الرحمۃ کا یہ قول بھی نقل زیما  
ہے کہ "أَنْفَقَيْرُ قُوَّةَ مَا دَجَدَ فِقَرُّكِ خُورَكِ" دی ہے جو رسمی طلبہ مل جائے اور  
یہی ہائے حضور قبلہ عالم نے زیما بے کہ "سوال نہ کر دیے طلبہ جو مل جائے اس پر صبر کرو"  
علاوه اُن مفاد کے ترک سوال ایسی ہستم باشان عفت ہے کہ حضرت صدر عالم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے بعض اصحاب ہم اجرین سے ترک سوال کی بیعت لی ہے جس کا ذکر کتب احادیث  
بین بصیرات مسطور ہے کہ وہ یاران رسول اللہ جو اس بیعت میں شرک کیتے تو وہ اپنے عہد کے  
اس تدبیر پا نہیں کر سکتے کہ ان کی زبان اس لفظ سے آشنا نہیں ہوتی تھی جس میں فرمایا ہی بولن  
کا شارة ہو چکا پنچ شاہ ولی اندھ صاحب محدث دہلوی نے رسالہ قول الجمالیں یہ لکھا ہے  
کہ ابن ماجہ سے مردی ہے کہ وہ نفر ائے ہم اجرین جن کو ترک سوال کی ہدایت ہوئی تھی  
ان کا کوڑا اگر گر جاتا تھا تو احتیاط کرنی سے کوڑا اٹھا دینے کا سوال نہیں کرتے تھے  
اور گھوڑے سے اتر کے اپنا کوڑا خود اٹھایتے تھے۔

ادیش عبد الحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں لکھتے ہیں کہ "عکیم بن خرام کی کیے  
از ارتبائے ام اوزینین خدیجہ بود چیزیے از اخیرت صلم بطلید" فرمودیا حکیم من مید حکم تجو آزا

بیکن کرتے ہوئے ہمراه خواہ بیوی دعویٰ نصیت کردا اور اکٹا تو ان سوال بکان ازیج کس۔  
اپنے اکالاتِ محمدیہ کے مثلاً تم لے اپنے جہاً مجہد کی اس منت کوں خوبی کے ساتھ  
اوکپا اور اپنے علاموں کو حاکمِ عالم ہیا کری کے آگے ہائے پھیلاؤ۔ اور اس پر وہ بینیانی  
منت صحابے ہم کو مستثنیں فرمایا۔

علی ہذا اس مشہور حدیث سے کبھی ضمانترک سوال کی تزعیب ثابت ہوتی ہے کہ تنہ  
مَنْ قَعَدَ ذَلِيلُهُ مَنْ مَلَئَهُ يَكْتَنِعُتْ وَجْهُ عَزَّتِهِ اَوْ طَمَعُ سَبْبُ زَلَّتْ ہے جس کو درست الفاظ  
میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ سکا بہمنیہ نے قناعت کو تعمید اور طمع کو مذہوم فرمایا۔  
چنانچہ قناعت کی بھی تعریف ہے کہ خدا پر بھروسہ کر کے اور یہی ترک سوال کاملاً حل ہو  
اور طمع کا مہموم یہ ہے کہ تقیم حضرت احادیث کو کافی نہیں بھہنا اور مخاذن سے استقامت چاہنا  
جس کا خلاصہ ہائے پھیلانا ہے اس لئے ہمارے حضور قباد عالم نے اپنے علاموں کو فعل تعمید  
لیعنی قناعت کی تزعیب دی اور عاداتِ مذہومِ عینی طمع سے باز سنبھے کے لئے پدایت فرمائی  
لگکی کے آگے ہائے پھیلانا۔

اس حدیث کی ثابت شایدیہ عندر ہو کہ قناعت کا حاصل ترک سوال اور طمع کا مہموم  
ہائے پھیلانا اختیار کیا ہے۔ مگر مزید الفاظ میں ترک سوال کا ذکر نہیں ہے۔ لہذا میں دو گھنی  
ستند حدیث ایسی نقل کرتا ہوں جس میں بیکری تاویل کے ترک سوال کی تزعیب ہے اور  
 واضح طور پر سوال نہ کرتے والے کو جنت کی بشارت دی گئی ہے اور جس کو سلطان العارفین  
شیخ شہاب الدین بن محمد سہروردی علیہ الرحمۃ نے عوارف المعرف کی فصل مفتتم آمی محدث  
یہ نقل فرمایا ہے کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مردی ہے کا یک روز حضرت سرور عالم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو شخص میری ایک بات قبل کرے میں  
اس کے لئے جنت کا ضامن ہوتا ہوں میں نے (ثوبان نے) کہا آنحضرت مسول اللہ پر حضرت  
خاتم الرسل نے فرمایا تک تلقیلِ ائمہ شیعہ۔ کوئی تلقیل سے کسی چیز کا سوال نکرہ۔

اس حدیث میں ترک سوال کی مطلقاً تزعیج ہے اور اس سے زیادہ صراحت کیا ہو سکتی ہے کہ فرمایا کہ **لئے انسان شنیقاً جس کا نہایت فضیح اور بامحاودہ ترجیبی ہو گا کسی کے آگے باقاعدہ پھیلاو جس کی حضور قبلہ عالم نے ہم کو منواتر ہدایت فرمائی۔**

الفرض ترک سوال کی تزعیج اور بشارت احادیث صحیح سے بخوبی ثابت ہو گئی تاہم اور ایک حدیث نقل کرتا ہو جس میں قطعی اور عام طور پر عجز کسی استشنا کے سوال کرنے کی ممکنگی ہے پہنچ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ میں منتقل ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مأموراً **المسئلة بالتعبد حتى يلتفي الله وما في دينه** فرمائے۔ کہ سوال کرنے والا خدا کے حضور میں جائے گا تو اس کے چہرہ پر گوشت کی بڑی نہ ہو گی یعنی بزر تیامت وہ نہایت شرمت ہے اور ذلیل دخوار ہو گا۔

اس حدیث سے کما حقہ ثابت ہو گیا کہ سوال کرنا شرعاً ممنوع اور اخلاقی النایۃ کے خلاف اور اصول طریقت کے منافی ہے اور ترک سوال اس کا عکس ہے کہ شریعت کی جانب سے انigmat کی بشارت بھی ہے اور رابط طریقت کی خاص سنت بھی ہے اس دستے سرکار عالم پاہ نے اپنے ارادتمندوں کے لئے حکم عام صادر فرمایا کسی کے آگے باقاعدہ پھیلاو جس کا خلاصہ ہے کہ جملہ معاملات کا رسار تحقیقی کے پرد کرو اور ترس و طبع جو صفات زید ہیں ان سے اخراج کر د بلکہ اکثر حضور قبلہ عالم شاہ بعلی فاندر کا یہ شرعاً طور ہدایت پڑھتے تھے جس میں حرص و طبع کی قطعی ممکنگی ہے۔

**زہد و تقویٰ چیت اے مرد فیر**      **لطیح بودن ز سلطان دا میسر**  
صفت حرص و طبع **و رحقیقت حرص و طبع ای زمیم خصلت ہو جو علاوہ دینوی توہین کے دینی**  
**ترقیات ہیں کبھی عارج ہوئی ہو گیا پھر حشرت پوشاہ تلنہ علیہ الرحمتہ فرلتے ہیں**  
**دل چوآ لو دست لازم حرص دھوا**      **کے شوہ مکشوٹ اسلام خدا**  
**صد بخنا دل دل سوتے پو الفضیل**      **کے گئن لور خدا بر دل نز دل**

بر تو قسمت میرسد لے بے شسر  
پس پر اقاتانے نی بر خشک و تر  
حرص تو دین تناعت پارہ کرد  
نفس امارہ ترا آدارہ کرد  
ایں کن در گوش داری لے جاں  
مولوی گفتہ زردئے امتحان  
ایں خیال اسٹ دھال است بجز  
ہم خداخواہی دھم دینائے دوں  
اوڑی حرص و طمع کا غیبہ حسد ہے بلکہ یہ کہا جائے تو جیا ہو گا کہ حسد ہے

**صفت حسد** لحاظ معنی اور بے عنابر صفات حرص و طمع کا مراد ہوتے چنانچہ حضرت شیعہ  
شہاب الدین ہبہ دردی علیہ الرحمۃ نے عوارف المعرفت میں جو حسد کی تعریف تجویز رہی ہے اس کا تعبیر  
محورین میں الکاشان لئے کیا ہے: انہیں کا شر و تفاخر یا ہبہ خوف و فقر و احتیاط چوں لیں مفت  
نفس قوی گردد حسدانہ و مے تولد کند، زیر اک حسد بخینی کردن سنت بحال دیگران نخواہد کچزے  
پر بگیرے و سد۔ و اگر کے ایتعیت مخصوص بینند وال آل طلبید و چوں لیں قوت زیادت گیرد حقد پدیل  
ہر کریا خود در نفعتے ما ہم یا مسامدی یا بیدیا فضیلے متیر بیندی یا سب با نتراع نعمتے از خود پندرہ دیا وجہ  
امتناع کر امتنے شناسد۔ زوال دہلاک پریستہ خواہاں بود۔

غرض حرص بطور حفتہ زد میسے ہے اسی طرح حسد بھی عقل و لفظاً مخالف ادھر پیاں ہو  
ہی واسطے حضور نبی عالم نے یہ فرمایا ہے کہ حسد سے احتراز کرو چنانچہ ایک مرتبہ چند رات ہمذہ حاضر  
خدمت نکھلے اور حضور بعض مسائل تصوف کا ذکر مختلف پیرا یہ میں فرمائے تھے جناب حضرت  
کی یہ درش دیکھ کر ایک حلقة بگوش نے یہ عرض کیا کہ سر کارہ بہتر فرقوں میں ناجی فرذ کون ہے؟  
آپ نے غیب شان سے مسکلہ کر فرمایا جس میں حصہ ہواد حسد کے عدد بہتر میں۔

اکثر یہ بھی آپ نے فرمایا ہے کہ حصہ مولے نقشان کے فائدہ نہیں اور یہ بھی ارشاد ہے جو  
کہ حسد سے ایکان خراب ہوتا ہے: غور سے دیکھا جائے تو واقعی حسد مغرب ایکان ہے کیونکہ حقیقت  
حسد یہ کاس کا تعلق نفس سے ہے اور نفس روح کی صندھ سے اور یہ کلیے ہے کہ خواہشات انسانی  
سے روح ضعیف اور ایکان خراب ہوتا ہے۔

چنانچہ امام رازی علی الرحمۃ لغیر صورۃ فانت کے تخت میں بلال شاہ فرمایا ہے کہ  
جملہ اخلاق زمیں کی اصل حسد ہے اور تماں عادات قبیح حسد پر ختم ہوتے ہیں اسی باعث کر نہادنے  
کریم نے مِن شَرِّ حَابِسٍ إِذَا حَسَدَ پر تمام شر در انسانی کا خاتم کر دیا ہے۔  
لبذا مسلسل ہے کہ جس طرح قناعت جامع اوصات حمد ہے اسی طرح حرص جملہ صفات  
رزیل کی اصل ہے لیکن اس ذیل عادت کا ایک جو جب علان کی حضرت صوفیاء کرام نے  
ہٹایا ہے جس سے یہ عیوب طفی طور پر بیش کے لئے زائل ہو جاتا ہے چنانچہ مولانا فرماتے ہیں۔  
ہر کرا جامسہ زعشق چاک شد اد حرص دعیب کی پاک شد  
یہی مجرب نفحہ ہمارے طبیب بالطی نے اپنے غلاموں کے واسطے تجویز فرمایا کہ تھا یہ  
ارشاد ہر کو کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلا دی اسی کے ساتھ یہی حکم ہوا کہ محبت کرو کیونکہ بغیر محبت  
کے حرص و ملت کا استباب ہتنا محال ہے۔

الی محل حصہ قبید عالم کا یہ ارشاد کو کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلا دی ظاہر و ذمہ کی بات یہ  
معمولی نصیحت معلوم ہونی تھے مگر در حقیقت یہ بہت بڑی تعلیم اور مہمیم باشان ہڈیت نامہ ام  
یہ منحصر جملہ ارشاد ہوا ہے جو اصول شریعت کے مطابق اور احکام طریقت کے موافق ہے۔ اور  
اس ہدایت کی تعلیل پر حوصل مقصود اصلی کا انحصار ہے اور حضرت احادیث کی شان رو بہت  
کا یقین یہی اسی سے ہوتا ہے۔

حالانکہ بعض حضرات صوفیہ کے تذکرہ میں یہی منقول ہے کہ انہوں نے کبھی کبھی طلب  
رزق کے لئے اسباب و توصل پر کبھی نظر کی ہے اور بعض نے بلقد رضورت سوال کبھی کیا ہے مگر  
بلمنی ان کا سوال شل ہمارے سوال کے مقابلہ گو صورت ظاہری دلوں کی ایک بھی کیوں  
نہ ہو مگر دلوں کی حقیقت میں ٹرا فرق ہے۔ بقول مولانا علیہ الرحمۃ۔

کارپا کاں راتیاں از خود میسر گرجاند و نشتن شیر و شیر  
مشلا ہمارا مقصد رسال کرنے سے جسم کو اسلام پہنچانا ہوتا ہے جس کی تحریک نفس کی

خواہش سے ہوتی ہے اور حضرت صوفیہ کا سوال کرنا اکثر نمان و خفا کی غرض سے ہوتا ہے کہ خلق میں ان کی سرداری کا اظہار نہ ہو اور کنود دشہرت سے محفوظ رہیں اور یہی نفس کی گوشائی اور اس کے تزکیہ کے واسطے سالوں کی صورت میں اس بابِ استخارت کا اختیار فرماتے ہیں۔

ادار بابِ الرحمۃ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ منہلِ سلوک میں ایک حالت ہے جو اکثر الگین پر ظاری ہوتی۔ اور اس کا انتصاف یہ ہوتا ہے کہ طبیعت میں خاص قسم کی رعوت کے آثار پر چلتے ہیں جس کی اصلاح کا مفید طریقہ یہ ہے کہ جب تک وہ کینیت رہتی ہے بقدر رعوت سوال کرتے ہیں اوجب وہ حالت سکون و محیت سے مبدل ہر جاتی ہے تو پھر بدستور کمال رب العزت میں جبالا پر قناعت کرتے ہیں۔

جیسا کہ ابریشم ادھم علیہ الرحمۃ کی مقدس سیرت میں منقول ہے کہ ایک زمانیں بھیال اللہ حلال آپ نے کسب بھی کیا۔ اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ جامِ بصرہ میں منتکت ہوئے تیرے ردِ شبِ اظہار میں دروازہ پر جا کر سوال کرتے تھے کچھ عرصے کے بعد یہی حالت جمیعت خاطر سے بدل گئی اور اعانت رب العزت پر ڈکل کیا اور استخانت خلق سے قطعی اخڑاز فرمایا۔

اسی طرح ابو جعفر حداد علیہ الرحمۃ جو حضرت جیند کے استاد تھے۔ چند روز کے واسطے ان کی بھی یہی حالت ہرگئی تھی کہ درسی تیری شب کو عشا کے بعد جو ہے نکلتے تھے اور بقدر احتیاج سوال کرتے تھے مگر پھر بدستور وہی صفتِ اختیار کی اور عطاۓ غیبی پر قناعت نہ رہا۔

علی ہذا حضرت ابو سعید خراز علیہ الرحمۃ نے بھی کچھ رذیبی کیا کہ جب محتاج ہوتے تو ہاتھ پسیلا کر کر یا بنی اللہ فرماتے تھے لیکن جب حالت سکون سے مبدل ہو گئی تو پھر گوئی قناعت اختیار فرمایا۔ اور استخانتِ مخلوق کو حرام سمجھا۔

ان تکشیلات سے نایاں طور پر ظاہر ہو گیا کہ حضرت صوفیہ کا بلماڑا اصلاحِ نفس د

مختصرناہے حال طلب رخصت کے لئے کسب کرنا بائیشل ہمارے کسب کے ہے اور نہ ان کا عارضی  
ٹپور سوال کرنا ہمارے سوال کے مانند ہے بلکہ دھج پچ کرتے ہیں رضاۓ مطلوب حقیقی کے  
داسٹ کرتے ہیں یا بیوہ تازیہ نفس علی ہیں لاتے ہیں۔

لیکن یادی انظر میں اس مسئلہ کا خلاصہ مفہوم یہ ہے میں آتا ہے کہ توکل چوتھے بہت بڑا  
روحانی مرتبہ ہے اور چند مدارج پر منقسم ہے جس کی صراحت بجمال و صفات امام محمد غزالی علیہ  
الرحمۃ لے احیا الرذم میں کی ہے اس داسٹے لازم ہوا کہ متزلین کے حالات و کیفیات یعنی حسب  
درجات مختلف ہوں اس وجہ سے بعض حضرات بجهت حال طلب رخصت کے لئے توسل اور  
اسباب بھی اختیار کرتے ہیں اور کسب کو سبب بناتے ہیں۔

اول بعض اہل مجیعت اور صاحب حال جن کی قوت اختیاریہ قضاؤ قدر کی قوت کا مل  
کے سامنے نہ ہو چکی ہے وہ کفالت حق تعالیٰ پر اکتفا فرماتے ہیں اور یہ اہل لفظین نہ کوئی  
سبب پسند کرتے ہیں اور نہ ماسوے اللہ سے استغاثات چاہتے ہیں جب اور جس قدر مدد اللہ اہل  
ان کو رخصت پہنچاتا ہے اس کو بیکری اعراض کے تسلیم کرتے ہیں۔

بلکہ علاوه ان کے وہ متزلین جو مقام اعلیٰ وارث سے سرفراز ہیں ان کا مسلک یہ ہے  
کہ خلق کی امداد داستحافت چاہتے ہیں اور نہ خالق سے روزی ماننتے ہیں جیسا کہ حضور  
قبلہ عالم نے بعض مترشین سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ فیقر دہ ہے جو سات ناقوں کے  
بعد بھی خدا سے نہ مانگ۔ اور یہی مضمون حافظ شیراز کے شرکا ہے۔

بیت در دارہ یک لفظ خلاف ائمہ ہیں کہ میں ایں مسئلہ بے چول و چراہی میں  
اس توکل علیٰ کی تعریف یہ ہے کہ جو خدا شناس اپنے علم دارا دہ کو ذات حضرت واجب الوجود  
کے علم دارا دہ کے سامنے محکرتے ہیں اور لقیلیں کامل کے سامنے سمجھتے ہیں کہ علم آہی جو بے  
پایاں اور غیر محدود ہے۔ ہمارے مصالح ہم سے بہت تریا دہ جانتا ہے اس لئے ان کا لفظ  
کامل سوال کرنے سے ان کو مستغنى کر دیتا ہے جیسا کہ حضرت غلیل اللہ نے فرمایا کہ حجتی عن

ہٹالی بعلہ بھائی! یہ مرتبہ عاشقان خدا اور نعمتے باصنما کا ہے بصداقِ انفیروں لاختا ہے  
لائی اللہ۔ اصطلاح صوفیہ میں ان متکلین کو صاحبِ فتوح کہتے ہیں کیونکہ زندگی ان کا نمودار  
نیبی پر محصص ہے۔

**ذکرِ اکرم ذات** [کو محبت کرو] اور سنبھیات میں ارشاد ہوا کہ کسی کے آگے ہانچہ پھیلانے اور  
خواری صراحت سے علوم ہو گیا کہ ہدایت اول الذکر حبل اخلاقِ حسن کی اصل اور فرمان شانی صفات  
ذمیہ کا قائم ہے مگر یہ دونوں ہدایتیں حکامِ شریعت طریقت کے عطابی اور ذہب و شرب کے  
موافق اور ہمارے عادات و معاملات کی درستی کے واسطے کافی اور یہ اس وجہ سے میں نے  
یہ دونوں فرمان وارثی کی تقدیر وضاحت سے نقل کئے کہ جلد غلامان بارگاہ وارثی کو لیزکی ذاتی و  
صفاقیِ امتیاز کے ان کی تعلیل لازمی ہے۔ مگر تا ہم اس کا بھی ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ  
ان ہدایات کے دیگر اذکار و اشغال کی لحاظ سرکار عالم پناہ نے ہم کو کیا حکم فرمایا ہے؟  
چونکہ طریق حضرات صوفیہ میں تدیم دستور ہے کہ شیخ اپنے مسلک کی مناسبت سے مترشیک  
کو ذکر و اشغال تعلیم فرماتا ہے۔ چنانچہ ہمارے حضور قبلہ عالم کے ہدایات و ارشادات کا بھی  
وہی اندان ہے کہ جملہ حکامِ عشق و محبت سے والبستیں۔ جیسا کہ ہر دہدایات مذکورہ کا مضمون  
ہے کہ سلی ہدایت میں صاف صاف محبت کی تلقین ہے۔ دو صاعق ترک سوال کا ہے کہ یہ اس اور  
اللہ سے مستغنی ہونا اور کفالت مبذود حقیقی پر اکتفا کرنا۔ عاشقوں کا یعنی مشرب ہے لیکن فرق  
یہ ہے کہ جس طرح دیگر سلاسل میں اذکار و اشغال کے قواعد مقرر ہیں اسی طرح مشرعِ عشق کی  
یہ خصوصیت ہے کہ اہل محبت کی ریاضت و مجاہدت کا کوئی خاص قاعدہ متعین نہیں ہے  
بقول سے

ذہبِ عشق از ہمس دین ہاچدا است      عاشقان را ذہب و ملت خدا است  
چنانچہ حضور قبلہ عالم نے متواری فرمایا ہے کہ محبت میں نظم نہیں " اور ظاہر ہے

کا انتظام کیوں نکرہو۔ جب کہ قاب میں سوزخت جانگیں ہوا۔ اور دل مضطرب اور بے قرار رہنے لگا تو پیر نظم سے کیا سروکار، بلکہ خیال یا میں جس وقت اور جس طریقے سے اور جس زبان میں چاہتے ہیں اب محبت مطلوب حقیقی کا ذکر کرتے ہیں اور ان کا ذکر کرتا شاہد ہے نیاز کو پیند کی ہوتا ہے۔ جیسا کہ مولانا علی الرحمۃ نے اس چوڑا ہے کا قصہ تھا ہے جو ہزار سو گذاز زبان حال سے شاہد ہے نیاز کے ذکر میں مفرد نہ تھا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی تہذیب سے خاموش ہو گیا اور جس کے سکوت کا یہ اثر ہوا کہ

و حی آمد سوئے موسیٰ اخذدا نہدہ مارا مکر دی جسدا

اور اگر اب محبت کے ذکر کا کوئی تابعہ بنا برقرار رکھیں ہے تو وہ ہنایت مستند اور شخص کے واسطے چیزیں مسامی مفید کی ہے اور لطفی کیاس قaudah سے بیزرا دادہ اور اہتمام کے ذکر خود بخوبی ذکر کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے بلکہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کیا کیس قaudah کی تعلیم دہی ہر جسکی پیر حضرت میر صادق تیرہ سو برس پہلے دے چکے ہیں کہ من احباب شیعۃ اللہ تردد نہ رکھو یعنی اب محبت کا ذلیقہ بھی ہے کہ وہ جان باز ہمیشہ اور ہر حال میں شاہد ہے نیاز کے نام نامی کی تسبیح پڑھتے ہیں۔

پس حصہ نور تبلیغ عالم کی عنایت سے جب ہم کو یہ بیان کی محبت کرد جس کو کلتیہ قلب سے تعلق ہے تو اسی مناسبت سے ہمارے واسطے ریاضت تجویز ہوئی جس کو درج کر سرو کار ہے لیتی مختلف عنوان سے ارشاد ہو اکا سم ذات کا در در کردا۔ کیونکہ محب کا فرض عین ہے کہ خیال یا میں مفرد رہے۔ اس واسطے ذلیقہ بھی ہم کو اللہ تردد نہ رکھو کی رعایت سے بتایا گی کہ مطلوب حقیقی کا نام یا کرو۔

چنانچہ مراجع ہمایوں کا یہی انداز تھا گلگسی طالب نے جب تعلیم اور اد کی استدعا کی تو اکثر آپ نے یہ فرمایا ہے اللہ اللہ کیا کرو اور اکثر بطور مراحت یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ جس طرح بندوں کو روزی سچانا اللہ کی شان رو بربیت ہے اسی طرح اللہ کے نام

کے دنات بندوں کا انہمار عبودیت ہے چنانچہ جلد حضرات صوفی کا اتفاق ہے کہ ذکر اسم ذات فضل الاذکار ہے جیسا کہ شیخ ابوالعباس رسی علیہ الرحمۃ اپنے اصحاب کو اسم ذات کے ذکر کی تائید کرتے اور قرآن تکمیلی ذکر سلطان الاسلام ہے اور اس کے لئے بساطاً اور نہہ ہے۔ بساطاً اس کی علم ہے اور نہہ نور ہے۔

بلکہ دیکھا جائے تو حضور قبلہ عالم کی یہ بذیلت بالمعنی جامِ حقیٰ گیونکہ جس طرح نواس کے داسٹے مفید کئی اسی طرح عام مریبین کے لئے سو مندرجی۔ شاداہ طالب ہیں کے دل میں شوق و صالح الہی نے اپنا گھر بنانے کے داسٹے ابھی بیوادُالی ہے یادوں سے الفاظیں یوں کہا جائے کہ ایسا سافراہ سلاک جس نے اس دادی دشوار گزار کی بہلی منزل ٹکر لئے کئے ہنوز کر باندھی ہے اس کو الگریہ بذیلت ہوئی تو وہ اسم ذات کا زبانی ورکرنا تھا اور وہ خوش پیسب جن کے قلوب کو خانے ملاحتی و استعداد مرمت فرمائی تھی۔ ان کے داسٹے اسم ذات کا ذکر بالجھر بخوبی ہوتا تھا اور جن کی طالب پختہ اور شوق مستقبل ہوتا تھا دادہ حستا عمد پاں لفاس کی یاد فذکر اسم ذات کے عالی ہوتے تھے۔

چنانچہ حضرات خقین نے اس میں طویل بحث کی ہے کہ طالب کے لئے ذکر بالجھر برتر ہے یا بالخفی اور تلقیہ یہ فرمایا ہے کہ ذکر کا طریقہ ذاکر کی حالت پر نو قوت ہے جس کی تصریع شیعہ محمد ابوالموہب شاذی علیہ الرحمۃ نے یہی کی ہے کہ جو طالب بنتی ہے اس کے لئے ذکر بالجھر میغد ہے زانِ لکن سرّاً اَفْعَمْ لَمَنْ غَلَبَتْ عَلَيْهِ الْجَهَنَّمَ یعنی جس پر تمییز طالب ہو اس کے داسٹے خفی برتر ہو گا۔

اور ابو الحسن بن حبان علیہ الرحمۃ نے جن کام مرکے مشاہیر صوفی میں شمار ہے فرمایا کہ ذکرُ اللہ تھئی لی بالیسانِ یُمُرِّثُ الدَّرَجَاتَ وَ ذِکْرُ کُبَابِ الْقُلُوبِ یُمُرِّثُ الْقُرْبَاتَ گزبان سے ذکرِ الہی کرنا درجات پیدا کرنا ہے اور قلب سے اس کا ذکر کرنا قربت پیدا کرتا ہے۔

اور بعض طالبین کو حضور قبۃ عالم نے ذکر اسم ذات جلالی طریقے  
ذکر اسم ذات جلالی سے تعلیم فرمایا یعنی اللہ کی آنکو پیش کے ساتھ اس طرح پڑھا جائے  
 کجس سے داؤ کا انتہا رہے۔ چنانچہ واقعہ ہے کہ شاہ شاگر صاحب کو جو تقدیم ہےند پیش ایں ہنر  
 نے اللہ ہر جو بحث تعلیم فرمایا تو انہوں نے یہ عرض کیا کہ اس کی تعیل بالہجر کروں یا بالحنی آپ نے  
 اس کی یہ تصریح فرمائی کہ تنہائی محض یا صحراء تر بالہجر کرنا اور ہر وقت خفا کے ساتھ  
 ایک منزہ ہنر تعلیم عالم نے اپنے ایک ہنندہ پوش کو ذکر اللہ ہر تعلیم فرمایا۔ دوسرے  
 مرید نے بھی جو اسی جلسے میں موجود ہتنا استدعا کی آپ نے اس کو ذکر اسم ذات کا حکم دیا اور پاس  
 انفاس کا قاتما عده بتایا اس نے عرض کیا کہ میری خواہیں ہے کہ ذکر اللہ ہر کا تجھکو بھی حکم ہو۔  
 آپ نے فرمایا انتہارے واسطے بھی مناسب ہے۔

عرض مختلف صورتوں میں آپ نے اسم ذات کی تعلیم فرمائی۔ لیکن انتہا ان غلاموں  
 کی تعداد زیادہ ہے جو ذکر الخفا کے ساتھ کرنے میں بکھر کو حضور قبۃ عالم نے منزارت فرمایا ہے کہ  
 عاشق دہ بھے جس کی کوئی سالش خالی نہ جائے۔ بلکہ آپ کے تقریباً جو اگھٹ شاہ صاحب نے  
 بطور یادداشت زبان بجا شایمیں اس کو بیوں نہم فرمایا ہے۔

ادگھٹ چیلادہی گئی جپانی سد برلنی درہیان حصے اور گیان رکھے اور اس نے خالی جائے  
 بلکہ دیگر مشاہیر صوفیہ نے بھی شمار انفاس کی تائید فرمائی ہے۔ چنانچہ شیخ ایا الغیب  
 عبد القادر سہروردی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: «اَفْضُلُ الْأَشْيَاءِ عِنْدَهُمْ عَدَدُ الْأَفْسَرِ»  
 کامل تصوف کے نزدیک سب سے افضل شمار انفاس ہے اور شیخ احمد بن الحسین رفاعی علیہ الرحمۃ  
 نکا قول ہے کہ، «اَنَّ بَرَیٰ كُلَّ تَفَنِّنٍ هُنَّ الْفَنَّا سِهٗ اَعْنَّ مِنَ الْكِبْرِیَّتِ الْكَاهِمِرِ» کے سالن  
 کو سرخ گندھک سے زیادہ تمیتی سمجھے۔ اور حضرت بوعلی شاہ قلندر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-  
 پاس دار انفاس اے اہل خرد      ناترا ایں قافلہ منزل یہود  
 ہر شش در دم دار اے مرد خدا      یک لش یک دم میاں ارجن جدا

چوں شوی فانی تو از دگر تشا  
راہ باب در حسرہ کیم کبریا  
نی الحیقت ذکر اسی شان سے کرنا چاہیے کیونکہ ذکر نشیان کی صدھے اور اسی وجہ  
سے عین عبادت ہے اور جب عبادت میں ہم اور لفظان ہر آنطاں صادق میں  
لفظان منصور ہو گا اور یاد مطلوب میں لفظان محبت کے منانی ہے اسی لحاظے  
حضور قبلہ عالم نے شمار لفظان کی بڑایت فرمائی جس کی محبت سے کابل نسبت ہے۔  
چونکہ باعتبار دیگر انکار کے اسم ذات کے ذکر میں کسی قدر تعیین ہے اس لئے میں نے  
اس کا تذکرہ کیا کہ اگر اس کو عامہ ہدایت کیا جائے تو ناموزد نہ ہو گا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے  
کہ جیسی جس کی طلب اور استعداد تھی اس کو اسی لحاظ سے ہدایت ہوئی ورنہ کسی کوئی داشت  
کا حکم ہوا۔ اور کسی کو صرف داشت کی تعلیم ہوئی اور یہ بھی دیکھا ہے کہ اکثر تذکرہ حلقہ میگوش  
اسم حن کا ذکر کرتے تھے اور ان میں بھی بعض کو بالغی اور بعض کو بالغہ کا حکم سخا اور پھر  
بالغہ میں فرق نہ تھا۔ بعض اسیم حن کو باہر کی سانس میں اعلیٰ کی طرف رجوع کرتے تھے جیسا کہ  
معصوم شاہ صاحب وارثی جن کا زیادہ قیام دہی میں برہتا تھا ان کے ذکر کا یہی طریقہ  
نہ تھا اور ضلع بارہ بھنگی کے متقطن عبد اللہ شاہ صاحب وارثی جن کا لقب حق شاہ ہو گیا تھا  
بھی اسی صورت سے حق کا ذکر کرتے تھے اور بعض فرقے وارثی کی صرب فضائے قلب سے تعلق رکھتی  
تھی۔ جیسی ولی شاہ وارثی الصاری جن کا مردہ ہمیں مزار ہے ان کی ضرب اس شدومہ کے ساتھ  
فضلے قلب پڑتی تھی کہ ایک قسم کی آوازاً تھی اور سامیعن کے قلب بے چین ہو جاتے تھے۔

**علی ہذا جس طرح غلامان بارگاہ وارثی کو ذکر اسیم ذات کی عامہ ہدایت  
ذکر درود شریف** [ہمیں اسی طرح حضور قبلہ عالم نے ذکر درود شریف کی بھی منازلہ بھیت  
فرمائی اور چونکہ یہ فرمان اکثر صادر ہے اس لحاظے اگر اس کو کسی حکم عامہ کیا جائے تو بے محل نہ ہو گا  
کیونکہ گاہے مریدین کی استند عپار اور گلبے پنکھ پروٹش سرکار عالم پناہ نے خدمت شریفین کی فرمایا کہ  
درود شریف پڑھا کر دیکھن طالبین کی حالت اور استعداد کو ضرور ملاحظہ رکھا۔ جس کا انہیں

آپ کے احکام سے نمایاں طور پر ہوتا ہے  
 مثلاً کسی ارادتمند سے فرمایا کہ بعد فراغ کے درود شریف پڑھا کرو، کسی سے فرمایا کہ  
 پاندی کے ساتھ درود شریف پڑھنا بہتر ہو گا، کسی کو حکم دیا کہ ادب اور ترتیل کے ساتھ  
 درود شریف کا درود کرو، کسی کے داسٹے وقت کا بھی تعین فرمایا، اور ارشاد ہوا کہ آخر شبیں  
 درود شریف کا پڑھنا زیادہ مفید ہوتا ہے، کسی کے لئے وقت کے ساتھ تعادل کی شرط بھی  
 لازم گردا۔ چنانچہ مولیٰ سید محمد یوسف صاحب دارثی منتظر بائیکی پور سے آپ نے فرمایا کہ  
 آخری کام روزانہ یہ ہر کو سوتے وقت سو مرتبہ درود مجہت کے ساتھ پڑھ لیا کرو، کسی علاقہ  
 بگوش کوئی حکم ہر لارکہ ہر وقت درود شریف پڑھا کرو مگر با وضو اور لبیکی غرض کے۔  
 اور الگری نے عرض کیا کہ کس درود شریف کا درود کروں تو اس کے لئے آپ نے قدرت  
 بھی کر دی لیکن اکثر آپ نے اللہمَ صلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ فَرَسَّلْهُ  
 پڑھنے کی پرہیز فرمائی۔

میرے والد ما جد بکتے تھے کہ بھیت یعنی کے بعد سپلی پڑھیت، مسجد کی فرمائی کہ مجہت  
 کرو اور جب سفر جازے والیں تشریف لائے تو ایک روز بکمال پرورش یہ فرمایا کہ یا عالیٰ ہر  
 بیس نے عرض کیا کہ حضور کا کرم ہے مگر قلب سو ز مجہت سے گذاز ہے، اس کے لئے ایک  
 نظر عنایت کی خودت ہے ارشاد ہوا کہ تہجی کے بعد عمل کرو اور عطریات سے معطر ہو کر تصییں  
 کے ساتھ ایک بزرگ مرتبہ درود پڑھا کرو۔ اللہمَ صلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّاللهُ  
 بَقَدْرِ رَحْمَتِهِ وَجَمِيلَهِ۔ برزخ قائم ہو جائے گی۔ لیکن پھر دنیا کے کام کے نہ  
 رہو گے۔ اور حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کا تبسم قرماکری شعر پڑھا۔

ہر کو را باشد زیز داں کارو بار بار آنچیاافت بیو دل شد ز کار  
 ایک حاجت من مرید نے اپنی حالت کا انٹھا رکیا، حضور نبی عالم نے فرمایا کہ  
 شب کو درکعت نماز نسل کے بعد درود تاج پڑھ کرو، ہا کرو مگر ہر رکعت میں سات

مرتبہ سورہ تکا شرپرعناء و دصیر کی استفادہ کرنا۔

بادی النظر میں یہ طریقہ تعلیم بہت سادہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر حقیقت تعلیم کو دیکھا جائے تو ماتن اہر تھا ہے کہ عام مردیوں کے لئے بھی درود دشیریت کی تعلیم خصوصیت سے فائی نہیں ہوتی تھی کیونکہ علاحدہ خیشان باطنی کے حضور قبلہ عالم ذا کرکی استعداد کے لحاظ سے ایسی شرط تعلیم میں مزدود شرکیب فرماتے تھے جس کو روحاںیت سے تعاف اور محبت سے سرد کار پختا نہ تھا جس کا سبب یہ مختار کا آپ مجھ تھیں فی طریقہ العرش تھے اس لئے آپ کی کوئی بذیت الیس نہیں ہے جس کو محبت سے کافی لشبت نہ ہے۔

خصوصاً درود دشیریت تو کلینیت محبت ہے جیسا کہ صاحب تفسیر المسالیان نے جلد اصحفہ ۱۶۰ میں لکھا ہے کہ تعالیٰ ابن عطا الصالوی امام اللہ دفضلہ و میں الملک است  
ر فَعَثَّهَا وَمِنْ أَكْمَمْهُ مُتَابَعَةً وَمَحَبَّةً ۝  
یعنی صلوٰۃ من اللہ کی حقیقت اس کا دصل ہے اور صلوٰۃ ملائکہ کی تعریف رسول اکرم صلی اللہ علیہ الشدید علیہ السلام کی شان رفتگی کا اظہار ہے اور جب امت کی طرف سے درود پیش ہوگا تو آپ لی متابعت اور محبت مقصود ہوگی۔

ابن عطا کے اس قول سے واضح ہو گیا کہ ہمارے بدیہی درود کی باہیت یہ ہے کہ ہم: بُنَارَبُنَارَ زَبَانَ بَارَگَا ۝ رسالت میں متابعت اور محبت کی درخواست کرتے ہیں لہذا عقلاؤ لفظاً زبانی استدعا متابعت اور محبت کے اعلاء کافی نہیں ہے بلکہ مزدود اس کی ہر کہکشانی یہ درخواست زبان قلب سے ہے کیونکہ متابعت اور محبت کو قلب سے تعلق اور درج سے سرد کار ہے۔

قریب ہے کہ اسی اعتبار سے ہمارے سرکار عالم پناہ نے لازمی گردانکہ ذا کر درود دشیریت کی جیشیت واستعداد کے لحاظ سے گواں کی ابتدائی حالت کیوں نہ ہو گز کر لسانی کے ساتھ تبلیغی درودی مشاگرت بھی مزدود ہوا اور جس قدر ذا کر کی استعداد میں ترقی ہو۔

اسی تدریجی مناسبت زیاد ہوئی تھا۔ اور اگر یہ خیال ہو کہ متابعت اور محبت میں تفاوت ہے کہ محبت کیفیت قلبی ہے اور متابعت جواح کا فعل ہے جس کے لئے معنی پریدی کے میں اس مفارکت سے دافع کی ایک تعریف اور ایک یقینیت نہیں ہو سکتی۔

اس کی نسبت یہ عرض کر دل گا کہ اتباع کے معنی پریدی کرنا مزدہ میں۔ لیکن پریدی مخصوص بجواح بھی نہیں ہے۔ قلب سے خیال سے بھی پریدی ہو سکتی ہے۔ مگر ظرفیت دیکھتے ہیں تو متابعت کو قلب سے فطحی نسبت ہے۔ کیونکہ متبوع ہمیشہ دہی فعل کرتا ہے جو اس کو مرغوب ہوتا ہے۔ اور یہ مسلم ہے کہ رعنۃ قلب کا فعل اور محبت کا نتیجہ ہے اس لئے بغیر محبت رعنۃ محال ہے۔ اور یہ رعنۃ متابعت ناممکن ہے۔ اس لحاظ سے متابعت اور محبت بالمعنی مراد فیں اور دونوں کا ایک حکم ہو گا اور بجا ہے مفارکت کے لیگانگٹ ثابت ہوئی ہے۔

قطع نظر اس کے متفقین حضرات صوفیا یے کرام نے متابعت کے دہی معنی بیان کئے ہیں جو محبت کے ہیں۔ چنانچہ امام عبد الوہاب شرائی علیہ الرحمۃ طبقات الکبریٰ کی جلد ثانی صفحہ ۳ میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابوالآن شاذلی علیہ الرحمۃ نے جو سلسہ شاذلیہ کے شیخ الطالق تھے فرمایا ہے۔ *رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَقْلَتْ يَارَسُولَ اللَّهِ مَاحْقِيقَةَ الْمُتَّابَعَةِ فَقَالَ رُوَيْدَةُ الْمُتَّبَرِ عَنْ دِكْ أَدَهْرَشَ كُلُّ شَيْءٍ عَوْنَاقَ كُلُّ شَيْءٍ عَوْنَاقَ*<sup>۱۵</sup> ترجمہ۔ میں نے رسول اللہ صلیع کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ متابعت کی حقیقت کیا ہے۔ فرمایا کہ ہر شے کے نزدیک ادھر شے کے ساتھ اور ہر شے میں تبع ع کو دیکھنا۔ اور یہی تعریف محبت کی ہے کہ *يُحِبُّ مَا يُحِبُّ* ماسوی المحبوب کہ بجز محبوب کے ہر شے کو جلا کر فنا کر دیتی ہے لیکن اور کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ پس ایسے جلیل القصد محدث کی کتاب سے اور ایسے مقدس اور کبیر الشان صوفی کا قول۔ وہ بھی ان کا ذاتی اجتہاد

نہیں، بلکہ رسول اللہ کی تعلیم کرده حقیقت متابعت جب حلوم ہو گئی تواب یہ شہر نہیں تھا کہ متابعت اور محبت کا ایک حکم نہیں۔ بلکہ واقعی متابعت اور محبت کی دہی تعریف ہے جو این عطاٹے بیان کی۔

علی ہذا صاحب تفسیر عزالیں الہیان فی حقائق القرآن نے آئیہ کہ میہہ اَنَّ اللَّهَ ذَمِلَنَّكُتَّبَ يَسْلُوْنَ عَلَى النَّبِيِّ "والذیٰنَ کے تحت میں صلوٰۃ من اللہ وصلوٰۃ ملائکہ لتریف کے بعد صلوٰۃ امت کی نسبت بھاہے کہ صلوٰۃ الامَّةٍ عَلَيْنَا مَتَابِعُهُمْ وَمَحْجُوتُهُمْ ایاً ہے وَالثَّنَاءُ عَلَيْنَا مَلِیکُ الْجَنَّاتِ کے صلوٰۃ امت یہ ہے کہ آپ کی متابعت اور محبت میں خوبصورت عذان سے رسول اللہ کا ذکر کریں۔

ہماری درودخوانی کی صاحب عزالیں الہیان نے جو حقیقی تعریف تھی ہے وہ اور محبت کی تعریف جو حضرت خاتم الرسل نے فرمائی ہے بالمعنی ایک ہے بمصدقان "مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ دِحْسَرَةً"

اسی لحاظ سے حضور قبلہ عالم نے ذکر درود شریف کی تعلیم اسی طریق سے فرمائی جس کو روحاں سے تعلق اور محبت سے نسبت تھی تاکہ ذکر درود شریف کو یقیناً رام کان قلب سے سروکاری ہے۔

بلکہ بعض طالبین کو ذکر درود شریف جلالی تفاصیل سے بھی تعلیم فرمایا چاہئے شیخ محمد حسین صاحب متوفی مفتانا فاتح اے بریلی جزاپیکے قیم حلقة مگریش تھے ایام میلاد کاں میں حاضر خدمت ہرئے اور جب حضور قبلہ عالم تے رخصت کیا۔ اور خادم نے ان کو شیرنی اور چادر دی تومد صوف نے قدیم بوس ہر کو برص کیہیز کیہیز تھے ملا۔ مگر آج چختن پاک کے نام پوہ چیز مرحمت فرمائیے کہ دین دنیا کی خواہش نہیں آپ نے تھیسم لس سے فرمایا اچھا۔ اور ذکر درود شریف تعلیم فرمائکر ارشاد ہوا کہ ہر وقت چھڑ نشانب ہیں وہ ہے اور جو گزدے وہ زبان پردازے۔

اور فردا آباد صلح آگر دیں مولوی عبدالتاری دارثی کو بھی حضور قبیلہ عالم نے ذکر درود شریف جلالی تا عده سے تعلیم فرمایا اور ارشاد ہو رات کو جنگل میں را کر کر کچھ عرصہ کے بعد جب حضور پھر فردا آباد تشریف لے گئے تعلیم ہوا کہ اب نہ لوی صاحب جنگل کی میں رہتے ہیں اور مغلوب الحال ہو گئے ہیں آپ نے بلا کر مولوی صاحب کو ایک تہبند دیا اور فرمایا تم مدینہ منورہ چلے جاؤ نقاب بھی ہو تو سوال نہ کرنا اور دیں مرجانا۔

اور یہ تو مشہور واقعہ ہے کہ عبد الصمد ساکن قصیدہ مولیٰ صلح بارہ بیکی نے استدعا کی کہ جلالی تا عده سے ذکر درود شریف مجکو تباہی کیے اور حضور کی بندہ لوازی تھی کہ اس کی دخواست منتظر فرمائی لیکن تین یا چار دن کے بعد جب مشاہدات کی نتاب نہ ہوئی تو خالف ہو کر حضور دیا حضور نے سنا تو فرمایا "کم ظرف تھا درست الشان ہو جاتا۔"

اسی طرح ایک مرتبہ فیضت شاہ صاحب دارثی جوانکار و اشناں سے بخوبی آگاہ ہئے حضور قبلہ عالم کا تھا طب دیکھ کر تازہ تعلیم کے مستندی ہوئے ارشاد ہوا کہ رات کو پانچ سو مرتبہ درود شریف پڑھ لیا کرو۔ مجھکو خیال ہوا کہ یہ باخبر فقیر ہیں ان کو ضرور جلالی تا عده سے تعلیم ہو گی مگر چونکہ تعداد زیاد ہے تھی اس وجہ سے عرض کیا کہ حضور تعداد یہاں سے فرمایا کا اچھا سو مرتبہ پڑھا کریں پھر ہیں نے عرض کیا کہ اس کا بھی خاید تحمل نہ ہو اس وقت حضور نے فرمایا کہ جلالی تا عده سے نہیں تباہی ایجاد ہے اور فیضت شاہ سے مناطب ہو کر ارشاد ہوا کہ تم پانچ سو مرتبہ درود شریف پڑھ لیا کرو اور جو شغل کرتا رہے اس کو نیکم رکھو۔

لیکن اکثر اپنے یہ فرمائی ہے کہ لیزر محبت کے ذکر سے کچھ نہیں ہوتا اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اسی ذکر سے فائدہ ہوتا ہے جو بلے عرض ہوتا ہے۔

ان ارشادات سے ظاہر ہو گیا کہ ریاضت بیز محبت بلے سود ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مشرب محبت میں اصول ریاضت یہ ہے کہ بیکر منائے مطلوب جملہ غواہشات سے بلے غرض

اور سماں مرادات سے بے واسطہ بنا لاذمات سے ہے۔ لقول حافظ شیراز علیہ الرحمت

من هماندم کو دھو سانتم اچپر عشق چار بکبیس زدم میسرہ بر بر پکہت  
خلا صصیہ کے غلام ان دارثی کو اذکار و اشغال کی ابتدائی تعلیم ہی جو ہوئی۔ وہ بھی  
روحانیت سے خالی تھی اور دہ تعلیم جس کا تم کو فزو نہ اپنے اور جو حضور قبلہ عالم کی توجہ  
خاص سے ہوئی ہے جس میں ہماری سی اور کوشش کو کچھ دخل نہیں۔ اس ناذکرہ احادیث تحریر میں  
آسکتا ہے اور تقریباً اس کا اظہار کر سکتی ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ گونے کا خواب ہے کہ دیکھا سب  
کچھ مگر بیان نہیں کر سکتا۔ بسم الله الرحمن الرحيم۔ مُبَحَّانَ الْمَالِكِ الْقَدُّوسِ۔

صفات لقصور اپس جس طرح حضور قبلہ عالم نے ارادہ تندوں کو دکرا سمئے ابی کی  
مختلف طریقوں سے ہدایت فرمائی اسی طرح وہ اشغال جن کو محبت سے قطعی تعلق رکھا پانے  
غلاموں کو بھال شفقت تعلیم فرمائی جن کی تفصیل اگرچہ بسراحت لگارش ہو تو طوال کا  
خوت ہے اس لئے بعض شذال کا مختصر لفظوں میں ذکر تاہوں۔

محققین ارباب طریقت کا تفاہ ہے کہ جو نوعیت اہل محبت کے ذکر کی ہے کہ ان کی  
محبت کا وہ تقدیر ہوتا ہے وہی شان ان کے شغل کی ہوتی ہے کہ تعلیم کی حاجت پڑتی ہے  
کی ضرورت، ان کا وہ پورہ شرق ان کو خیال یا میں ہر وقت معروف و مشغول رکھتا ہے۔

چنانچہ صاحب طبقات الکبریٰ لجھتے ہیں کہ ابو حمزہ بن ابراہیم بعد ادی علیہ الرحمت سے  
ان کے اصحاب نے دریافت کیا یعنی <sup>لِمَعْنَى عَمَّا يَعْبُدُ الْمُحْبُوبُ</sup> نقائی لکھا ہے یعنی محب کو  
محبوب کے سوا اور کسی چیز کے خیال کی فرضت بھی نہیں ہے۔ فرمایا ہے اور شیخ منصور بطاہی یحیی  
علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ <sup>لِمَعْنَى لِمَنْ يَعْبُدُ</sup> مسحوان فی خمادہ بحدائقہ شرائی یعنی محبینہ پنچاریں  
سرشار اور شراب میں جیلان رہتے ہے۔

اہل محبت کی اسی حالت کا نام اصطلاح صوفیہ میں شغل یہ شغل ہے اور ان کی اسی  
کیفیت کا نیمسہ ہے جس کو عرف عام میں تصور کہتے ہیں چنانچہ ہمارے سرکار عالم پناہ نے اکثر

مُسْتَرِشِدِیں کو یہ بُلایتِ فرمان ہے کہ یا رُنگ پُختے کا آسان راست تصور ہے اور یہ بھی متوازن رُنگ  
ہو جائے کہ ایک صورت کو پکڑو۔ وہی بہتراءے ساتھ ہے اور اسی مضمون کو دوسراۓ الفاظ میں یوں فرمایا جو  
کہ جو صورت ہے تا اے سانچے یہاں پہنچی دہی مر نے وقت اور دہی شریں ہمارے سامنے تیکی اور یہ  
بھی ارشاد ہے لہے کہ جس کے تصور میں مر گئے قیامت کے روز اسی صورت کو دیکھیں گے۔

ان ملحوظات میں تصویر مطلوب کی ایسی بشارتوں کے سانچہ بُلایت فرمائی ہے کہ جن کے  
خیال سے ہر فرد بشرت اشرمنڈا ہے اور باوجود اختصار کے چھوٹے چھوٹے جملے جامن اور بین مدنی  
بھی ایسے یہیں جن کی تشریعِ دلچسپی سے خالی نہ ہوتی، مگر طوالت کے خوف سے اسی ندر عرض  
کرتا ہے کہ یا رشادات فی الحقیقت غیر معمولی الفاظ میں اور واقعی حصول مرادات کا اسی  
بے نیز شغل پر احتمال ہے اور طالب صادق کو اسی ایک شغل کی مزادلت مرید سے مراد اور  
الشان سے الشان کامل نہ سکتی ہے۔

ہمارے حضور قبلہ عالم کی یہ شانِ دستگیری ہے کہ اپنے ارادتِ متدول سے ایک شغل کی  
عرض میں ایسے ہمہ تم بالشان اور گرانقدر وعدے فرمائے جو ہماری امید سے بہت  
زیادہ ہیں۔ اور داریں میں ہماۓ فروض مبارکات کے واسطے کافی اور نہیں۔  
زہے قسم ان کی جواہر ان ملبتِ سرکار عالم پناہ کی اس زریں بُلایت پر عمل کرتے  
ہیں اور اس دولتِ سرحدی کے حل کرنے میں ساعتی اور کوشش رہتے ہیں۔  
اور وہ خوش نقیب تو بہت بڑے عالیٰ ظرفت ہیں جن کے گوشہ قلب میں بُر نہیں مجذوب  
جلوہ فراہم کر واللہ ان کی زندگی بھی بہا زندگی ہے اور ان کا مرنابھی حیاتِ جادید ہے  
اور روزِ نشور بھی ان کے لئے شبِ محل سے بہتر ہو گا کہ میدانِ حشر میں اُصولِ مطابق سے  
ہمکاری ایں گے اور آج بھی اسیں شایاں ہے کہ پاوازِ بلندی کہہ سکتے ہیں۔

رُوزِ قیامت ہر کے درست گیرِ نامہ من نیز حاضری شویم تصویرِ عالمانِ دلبل  
حضرت عارفین نے تصویرِ شیخ کے صفات و برکاتِ نہایت شرحِ دلبل کے ساتھ

فرماتے جن کے مطابق سے ظاہر رہتے ہیں کہ طالب صادق کو محبت کی دشادگار گھایاں  
سے بھی برداشت خیز خسرو اہ بن کر حوار شاہد حقیقت نکل پہنچاتی ہے اور یہی صدور پر اسرا رحقیقت  
سے خبردار کرتا ہے جس کا انتشار حافظ شیراز علیہ الرحمۃ بھی صفات الفاظیں فرمائیں۔

ہر دم از در دمے تو نقشہ زندم رخیاں باکہ کویم کردیں پر وہ چہاتی بینم  
علی پڑھ احضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ نے بھی مقادیل قبور کے سلسلے میں یہی لقل فرمایا  
ہے کہ صورت منصورہ حشریں ظاہر ہیں گی اور ہمارے فہم کے لائق تکمیل یہ خنزیر فرمائی ہے  
کہ جس طرح تخم زین کے اندر پوشیدہ رہ کر آخر شکل خل نظاہر ہنزا ہے جو درحقیقت اس کی  
اصلی صورت ہے اسی طرح جو صورت آج مرعومہ دل میں مخفی ہے وہ قیامت کے رذپی  
اصلی صورت پر نمایاں ہو گی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

آل خیالے از در دوں آید بروں چوں زین ک زاید از تم در دوں  
ہر خیالے کو کند در دل دطن روز محشر صورتے خواہ پدشن ن ن  
ادر دوسرے مقام پر مدلانے مددوح نے مقادیل قبور کی اور زیادہ وضاحت فرمائی  
ہے اور صفات لکھ دیا ہے کہ جو صورت آج دلنشیں ہو گی اسی صورت منصورہ کے ساتھ  
محشر ہونا لازمی ہے کہ۔

صورتے کان برہنادت غالب است ہم برآل تصویر حشرت واجب است  
مولانا علیہ الرحمۃ کا یہ ارشاد مطابق اصول شریعت ہے کیونکہ حضرت بہترین عالم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا ہے ”کَلَّا تَعْيِشُونَ تَهْمَوْتُوْنَ دَكَّاهَمَوْتُوْنَ بَنْعَثُوْنَ“ کہ زندگی  
میں جو خیال رہیگا اسی میں مردگے اور جس خیال میں مردگے اسی خیال میں مخدود ہو گے۔  
اس سند حدیث سے بخوبی ثابت ہو گی کہ اہل محبت کی موت صورت منصورہ کے ساتھ  
ہوتی ہے اور قیامت کے روئی ہمیں صورت منصورہ کے ساتھ وہ محشر ہوں گے لیکن یہ مزدیک  
کنصوراً اگر صورت محمود کا ہے تو فائدہ اٹھائیں گے اور اگر شخص مذموم کا ہے تو اسی قدر

لندن ہو گا۔

اور اس کا تصیف کر خالی محدود اور تصور مذموم کا امتنی از گینز بکر ہواں کے دامت  
حرب صرفی نے کرام کی تصدیق کا مطلب کافی نہیں ہے جن کا ایک ایک درجہ زبانی  
سے منہ بھی کر رہے کہ دنیا میں پیش کیے ہوں کے تصور سے ہنڑ کوئی خیال ہیں ہو اسے کہ  
خیال و حیثیت صحبت دوں ہی نہیں ہے اور اسے کہ صحبت کا انتہا ہے اور انہی کیسا اثر کر  
سکے، اس کی صحبت کوہ بہتر نہیں الفاعت بلے بیا ہے فرمایا ہے پس تفسیر شیعہ جملہ مجدد اٹھائی  
سے غسل ہے وجب ہم ایسے یہود خیال کے ماتحت ہمیں گے اور اسی مقدار خیال کے ساتھ  
مشیرہ ہوں گے تو عذر و سادت ابدی لغیب ہو گی۔

پہنچ دنیا دی معاشرات میں کبھی برزخ شیعہ کی امداد کے ہم کو مناوہ حاصل ہوتے ہیں۔  
چنانچہ ایک مرتب شیعہ عنایت اللہ صاحب لعلقدار سیدن پوری حجہ بارگاہ داری کے نیکم  
حلتے گوش تھے اور حضور قبلہ عالم بھی ان کے حال پر خاص توجہ فراہم کئے خدمت والا  
میں تھا ہوئے کہ تعلقات زمینداری ہمیشہ چیزیں رہتے ہیں اہنہ کوئی اسم حللاں مشکلات  
تعلیم ہو جیں کا درود کروں اپنے تنبیہ بولوں سے فرمایا۔ پیش جی جب کوئی مشکل میں آئے  
تو ہمارا التصور کریں کرو اور تصور کا تابع تعلیم فرمایا۔ پیش صاحب و صوف لے ہمیشہ اس ہدایت  
داری پر عمل کیا اور مشکلات اور مہمات میں ان کو اسی تصور شیعہ کے تصرفات کو کامیابی ہو کی۔  
ایک مرتبہ آپ کے تنبیہ پیش مددوم شاہ صاحب نے عرض کیا کہ حسب براہیت شب  
کو زکر کرتا ہوں لیکن بعض روایتیوں میں ہوتی ہے کہ فرمایا التصور کیا کرد۔ شاہ صاحب ہو تو  
نے عرض کیا کس کا التصور کیا کرد۔ ارشاد ہوا جس کو زیادہ دوست رکھتے ہو، اپنے نے  
آپ کی جانب اشارہ کیا اور کہا میں اسی صورت کو زیادہ دوست رکھتا ہوں جکم ہوا اسی سوت  
کا التصور کیا کرد۔ خیال بھی نپتھی ہو جائے گا اور یہی صورت ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے گی۔  
علی ہذا ایک مرتبہ مولوی محمد حکیمی صاحب داری پر کلیں دیں عظیم آباد مدنیت انسان میں

عمازیز ہوئے تو حضور نے بکال شفقت فرمایا کہ دلوں سا سب تم تصور کیا کر دو وہی بیجا  
مردوں نے دست بستہ سن کیا اگر کس کا تصور کر دیں اس وقت مس کار عالم پناہ نے  
تباہ آمیز تسمیہ کے ساتھ پھرہ اقدس پر دست مبارک پیر کفر فرمایا اسی صفت کا تصور کیا کرو  
یک مرتبہ مولوی نشنل الرٹن صاحب دارثی عنف اسلامیان ختن بنی پرانے من  
کیا کہ پھری بیں طازم ہوں مگر افسرنا خوش رہتا ہے فرمایا جیس کے مامن جاؤ ہمارا تصور  
کرو فصلو میاں کہتے تھے کہیں نے اس پدایت کی تعمیل کی۔ ہین چار درز کے بعد اسی افسرے  
میری ترقی کے واسطے روپورٹ کی اور بھیتہ مجہکو اسی تصور کی برکت سے کامیابی ہوا کی۔

ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم نے ایک ہند دست گرفتہ کو تصور کی بداشت فرمائی  
رضت کیا۔ اسی ہنگام میں فیض شاہ صاحب خاں غاصن نے عرض کیا کہ مجہکو بھی تصور  
کرنے کا حکم ہے۔ فرمایا ہر دفت قلب میں محبوب کی صورت دیکھنے کی کوشش کر داگر محبت  
ہے تو بزرخ قائم ہو جائے گی۔

ایک نوآمدہ علقوہ گوش نے خدمت اقدس میں عرض کیا کہ بید جب بداشت تصور کرتا  
ہوں لیکن کشف صورت کے ساتھ فرماجواب حاصل ہو جاتا ہے حضور قبلہ عالم نے فرمایا  
جب تھا حاصل ہو چند مرتبہ درود شریف پڑھ لیا کر دی صورت قائم ہو نے لگے۔

اور اکثر مس کار عالم پناہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ عاشق کو ایک صورت کے سواد مری  
صورت کا دیکھنا نرام ہے لیکن قریب ہے کہ اس ارشاد کاروں نے سخن ان باخبر ادکنڈیں  
کی جانب ہو گا جن کے تلوپ سرزمیت سے گذاز تھے کیونکہ یہ مرتبہ عشق کا ہے کہ ماسنے  
یا روح جدات سے سرد کا نہیں رکھتے۔

اب ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور قبلہ عالم نے تصور کا قاعدہ کیا تعلیم فرمایا اس  
کی انبیت یہ عرض کر دیں گا کہ جس طرح ذکر اسم ذات کی تعلیم مختلف طور سے ہوئی اسی حج  
حضور قبلہ عالم نے اپنے غلاموں کی حالت اور استعداد کے لحاظ کر تصور کی تعلیم بھی مختلف طبق

**شغل سلطان الاذکار** | معین الدین تقبلہ عالم لے اپنے مخصوص اور باخبر غلاموں کو شغل سلطان الاذکار بھی تعلیم فرمادیا ہے۔ لیکن میں طرح تصور نظریہ ب کی ہدایت عالم اور بیرکتی تخصیص کے بلطفت شریمن کران کی استعداد کے اعتبار سے پہلی رو تعلیم شغل تذکرہ کی تعلیم میں نہیں ہے چند غلام اپنے بارگاہ دارثی ایسے دیکھے میں جو شغل سلطان الاذکار کے صحیح معنی میں عامل تھے۔

لیکن شغل سلطان الاذکار کے عقائد جس قدر ارباب طریقت کی تصنیفات میں منتقل ہیں ان کے مطابعہ کر ظاہر ہوتا ہے کہ شغل جامع کمالات ہے اور اس کے چند ملائف میں اور درجہ آخر مخصوص تقریبین بارگاہ حضرت اصحابیت کام تبریز اوری شغل کا اصطلاح حضرت موفیہ میں صوبت سردی اور شغل بخشی ہی نام ہے اور تقریباً بہنند کے محاورہ میں اسکو انہند کہتے ہیں۔ اس ممتاز شغل کی نوعیت اور حقیقت کو مشايخین عظام نے بھال و مناسن نقل فرمایا ہے ادا کی تعلیم کے قاعده نہایت شرح د بسط کے ساتھ ہے میں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح شغل اپنی نوعیت میں لیگاہ ہر اسی طرح اس کا عمل نہایت دشوار ہے اور زمانہ دراز کی جدوجہد اور سلسلی اور کوشش سے شاغل اس کے جملہ مانع سے خبردار رہتا ہے۔

مگر حضور قبلہ عالم کی تخصیص طریقہ تعلیم میں یہ توصیت بدیہیات سے دیکھی گئی ہے کہ شغل سلطان الاذکار کا قاعدہ بہت جلد اور نہایت آسانی سے طالب کے ایسا ذہن لینشیں ہو جاتا تھا کہ وہ اس پر عمل کرتا تھا اور اس کے اڑات سے کما حق آگاہ ہو جاتا تھا۔

چنانچہ سرکار عالم پاہ لے جس دست گرفت کو شغل سلطان الاذکار تعلیم فرمایا۔ تین روز میں اس پر ابتدائی حالت طاری ہو گئی اور اس کے بطن سے آزاد لطیف آئے گی۔  
بقول حافظ علی الرحمۃ۔

کس نہ انشت کرنے لگا مقصود کجاست ایں تقدیرست کہ بانگ جس سے می آیہ  
گو طالبین کی اس یافت اور کامیابی میں اس تدریجی عجلت کا باعث یقینی حصہ کے

سے فرمائی ہے۔

مگر ایک تااعدہ میں مسادات بھی ہے کہ بدایت سب کو بیساں ہوتی کہ بات تصور آنکھیں  
ذنب کی جائیں۔ بلکہ قلب کی آنکھ کے سامنے ظاہری آنکھ سے بھی غائبانہ صورتِ بھکنے کی  
مزادالت کر دے۔

حقیقت یہ ہے کہ طرفی محبت میں جس طرح ذکر کے داسٹے کوئی تااعدہ میں نہیں ہے  
اسی طرح شغل کے داسٹے بھی کوئی طریقہ مخصوص نہیں۔ شاغل کی حالت کے استبار کوئی طریقہ  
نہیں بھی دیا جاتا ہے۔ درستیح معنی میں ابل محبت کو اذکار و اشغال کا تااعدہ خود ان کا اضطراب  
قلب تباہیلے ہے کیونکہ محبت میں آور ذنبیں ہے۔ طالب صادق یا مطلوب میں ہوتی کرتے ہیں  
جو ان کی سچی لے تراہی ان سے کرتی ہے۔

چنانچہ اہل محبت کا تصور بھی بغیر کسی سی اور کوشش کے پیوں قائم ہو جانا ہر کفر اُن محظوظ  
میں جب وہ زیادہ بیغزار ہوتے ہیں تو صورتِ محبوب کے خیال سے دل کو تکین دیتے ہیں۔  
اور رفتار فتح صورت منصورہ ایسیں قائم ہو جاتی ہے کہ موجودات میں بجز صورتِ محبوب ان  
کو دوسروی صورتِ انکرنا نہیں آتی۔

سرمیوں تو کر کر اکبر ادیوں بنائے جن نیشن ماں پیوں میں دوچے کوں سمائے  
حالانکہ ارباب طریقت نے تصور کے فوائد منضبط فرمائے ہیں اور بجاۓ خود دہبہ بہت  
صیحہ اور بکار آمدیں جن کے لئے سنتوری سی اور کوشش کی ضرورت ہوتی ہے اور بعد و تبدیلے سے  
تصور پختہ بھی ہو جاتا ہے مگر وہ لفظور جن کہما عینشون نہ میوں زکنا فتوں توں بتھشتون ہے کی  
مصلاق ہے۔ بغیر محبت کے نہیں قائم ہوتا۔ کیونکہ صورتِ محبت کا نتیجہ ہے اس لئے محبت ہے تو  
تصور بھی ہے اور محبت نہیں تو تصویر بھی نہیں۔ اور محبت جو نکدہ بھی ہو لی ہے جو کس سے  
نہیں حاصل ہوتی پس وہ تصویر جو عین محبت یا محبت کا ضیعہ ہے کیونکہ سی و کوشش سے  
حاصل ہو سکتی ہے۔

تقریب باطنی کا اثر ہے گا۔ مگر بنا بر قاف عده بھی آسان نہیں۔

محابدہ عالم | اب بھیکو: لخاذ سلسلہ مصنایں اس کا بھی ذکر کرنا لازمی ہے کہ حضور قبلہ عالم نے محابدات کی کشیت ہم کی کیا پہلی بابت فرمائی اور ان ارشادات کی تعمیل میں غلامان بارگاہ وارثی شے کیا اور کس عنوان سے جدوجہد کی یہیں یہ نیا ہے کہ جس قدر احکام مشتمل ہے محابدات وقتاً ذوقناً فتناً اہل رادت کے حق میں صادر ہے تھے ایں ان پیغامیں نقل کرنا ماحالات سے ہر کیونکہ کب اور کہاں اور کب کیا احکام ہے اسکا کل علم شایدی کو نہ ہو گا بلکہ ایسے فرمان جو اقعد واقفیت صفحیہ یادیں محفوظ ہیں اور وہ بھی مختصر افال ہیں اگر نگارش ہوں تو باعتبار تعداد ان کی بھی گنجائیش کے واسطے یہ موجود عکافی نہ ہو گا اس لئے چند اخوان بنت کے شخصیں ریاضات اور محابدات کا تینیاں لذکر کرنا ہوں جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ غلامان وارثی کے اس کیفیت التقدیر اور گردہ پس کس قدر اہل محابدات گزرے اور کیسے کے بغیر معمولی محابدے انہوں نے نہ کئے۔

لیکن قبل اس کے کو وہ محابدے اور ان اہل محابدات کے واقعات نگارش کر دیں پہلے ایک ایسے محابدے کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو کلیتیہ حضور قبلہ عالم کے تصریفات باطنی پاکر شہر ہوا وہیں میں فطاہ تیعم فلز آتی ہے اور جس کیلئے کسب کوشش کی ضرورت نہ زمان و مکان کی قید اور ایسی کوئی تخصیص کے جملہ پرستاران بارگاہ وارثی کو اس تدبیتی محابدے سے گہری تعلق ہے اور اس محابدے کو دل کا دام محبت ہیں گر فتار ہونا کہتے ہیں۔

مگر غلامان وارثی کا یہ تعلیٰ محابدہ گو صورت تایکیاں ہے لیکن بالمعنی اس قدر امنیا ز خود ہے کہی کے قلب کو قابل برداشت صدماتِ محبت سے تعلق ہے اور کسی کا دل از اڑا محبت سے ہمیشہ سر ایسیدہ اور بخوبی رہتی ہے۔ یا اس کو بول کہنا چاہیے کہ حضور قبلہ عالم کے بعض حلقوں گوشنے دل بیار دست بکار کے مصادق ہیں کہ دنیوی تعلقات کے ساتھ اثرات محبت کر بھی متاثر ہیں اور بعض ارتقان دل کو ایسا غلواد رہنما کے کو وہ جانباز ہو دقت شاہد

بے نیاز کے خیال میں محدود ستفرق رہتے ہیں۔ چنان پنچ غلامان وارثی کے اسی قلبی سردار کار کمیں نے عام مجاہدہ کے نام سے تعمیر کریا ہے اور میرے خیال میں یہ دوامی صعوبت درحقیقت بہت بُرا مجاہدہ ہے۔

مگر شاید ارباب ہوش دخشد، مجتہ کے دل خراش اثرات کا ناقابل برداشت ہونا قبول ہے فرمائیں۔ اور اہل مجتہ کے اضطراب و اضطرار کا کوئی ایسا یہی شہرت طلب کریں جن کو مشاہدہ سے تعلق ہو تو فی الحقیقت اس قلبی حالت کا عینی معاندگر انہمارے امکان سے باہر ہے بھرپور عرض کرنے کے اور کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔ مهر طرزِ ذوق ایں میں شاسی بندج لٹا جائیں۔ اور ان کی یہ لیے خبری اس وجہ سے بیجا بھی نہیں ہے کہ جو حضرت عیش و آرام سے دن رات ہمکنار رہتے ہیں وہ کس طرح اہل مجتہ کی دلکشی صعوبت سے خبردار ہو سکتے ہیں۔ بقول حافظ شیراز علی الرحمۃ: *کجا دانتہ حالِ ماسکدار ان ساحلہا*۔ اور سہ نزاچ غم کے شبِ مادرانگی گز رد کرد گار تو در خلیب نازمی گز رد حالانکہ اہل مجتہ کے اضطراب قلب کے شاخ اور آثار کا اکثر نما یاں طور پر اظہار ہوتا ہے خلا اکنہیں تکھول سے بعض مقتدر حضرت کو پہلے خوش مذاق اور خوش پوشال کاہ شاند اور مکا اتوں میں رہتے دیکھا تھا لیکن اکنہیں کے دل کو جب فیضناں وارثی نے در مجتہ سے آشنا کیا تو پیغمبر کی بھی بھیری کے وہی عیش پسند فیضناں لیاں میں نظر آئے لہذا یہ القلب ان کے اضطراب قلب کا اعراض اڑا اور ان کی مجتہ کا یہ صحیح نتیجہ ہے کہ خیال یار میں نہ دل بیقرار ہوتا۔ زان کی یہ حالت ہوتی ہے

منک ملول گشته از نفس فرشتگان قال و مقال عالمی شنوم بڑے تو  
چنانچہ جس کی کھلی ہوئی تمثیل یہ ہے کہ سماں کرنے سمجھے عاصب وارثی ریس ملا دلی ضلع میں پوری جن کی فراخ حالی کا سب کو علم ہے کہ موصوف کی پہلی زندگی کیسی امیرانہ زندگی سنتی کہنے کو کوئی نہیں۔ عیش و آرام کا حمل سامان، غذالطیف، شکار کا شائق، سواری کے لئے منقد قیمتی

گھوڑے، ہوٹر، دلائی لینینڈ وہر وقت ہبہ جو درستی کی مگر محبت کے ہجڑ سزا ثراحت سے ان کے  
قیم عادات میں یا انقلاب ہوا کہ ان کی شان امارت بخزداور تقریبے ان کا لباس تہبند  
سے مبدل ہو گیا۔ حتیٰ کہ پچم سنگھ سے وقار شاہ ہو گئے۔ اور عاصی امارت پھر کسری  
افتخار اختیار کیا۔

علی ہذا سید محمد واصم شاہ صاحب دارثی۔ رئیس مولانگ ضلع موگا جن کی جایزاد  
کی آمدی تقریباً میں ہزار روپے سالانہ کی کمی فیضان داری نے باطنی شرف و افتخار جو پر  
ہپن مرحبت فرمایا ہے اس کا تو علم نہیں مگر دیکھایا کہ موصوف دینوی افتدار سے بیزار  
اور تعلقات موجودات سے دست بردار ہو کر محبت الہی کے جوش میں جب سے فیقہ تہبند  
پوش ہوئے اور مکان چھوڑ کر باغ میں گوششین اختیار کی۔ آج تک باہر قدم نہیں رکھا۔  
غزل مضمون کے واقعات بکثرت میں کمحبت کے اثرات سے اکثر غالباً اس قدر  
مضطرب اور بے قرار ہوئے کہ ان کی تنظیم عادت میں انقلاب عظیم ہو گیا اور یہی وقوع انقلاب  
ان کے انتساب تلب کی میں دلیل ہے بلکہ محبت کی یہی تعریف ہے کیونکہ اصطلاح  
صوفیہ میں محب صادق کی اس باطنی کیفیت کو محبت کے نام سے تبریکرتے ہیں جو مطالو  
جال پار کے لئے تلب کو الیسا مضطرب اور بے قرار کر دے کے مسوئے یا رد نیاد مانیہاے  
سرد کار رہ دے۔ چنانچہ صاحب احیا العالم کہتے ہیں کہ ابو محمد دیکم علی الرحمۃ کا قول ہے کہ  
محبت کی تعریف یہ ہے کہ دل میں وحشت پیدا ہو جو مسوئے اللہ سے اور نعمات اللہ میں ہو  
کہ خواجہ ابو بکر شبلی علیہ الرحمۃ نے محبت کی تعریف یہ فرمائی ہے کہ اپنی محبوب ترین چیزوں کا  
اشیا کرنا اسکے لئے جس کو زیادہ دوست رکھتے ہوں۔ اسکی محبت کہتے ہیں بفواتِ لئن شَالُوا  
أَلِيْرَحْتَى تَنْقِفُزْ أَهْمَاجْتَبُونَ ۝ بقول سہ۔

در مقامات طریقت ہر کجا کر دیکم سیر عافیت را النظر بازی طلاق افتاب بدود  
لیکن باہر یہ سلطانی علی الرحمۃ کا قول ہے کہ محبت اس کہتے ہیں کہ دنیا ادا خات

کو بیوں جائے۔ اہنہ انور کیا جائے تو نلا ہر ہوتا ہو کہ محبت کے اس اثر سے بھی حضور قبلہ عالم کے اکثر اراکن تدقید راستہ داد متناثر نہیں۔ چنانچہ بعض ایسے ارباب علم جن کے تجزی اور تقدیس کا شہرہ نہ تھا، وہ مکتب تہبیت میں جب داخل ہوتے تو یہ القلاب رونما ہوا کہ یہ فلم ان کا علم و فضل خیالِ موہوم ہو گیا اور بھائے تجزی کے دہ دسی اساس حرث شناس بھی نہ رہے۔ چنانچہ مولوی عبدالکریم صاحب دارالشیعہ متوطن شیخپورہ مصلح منگیر جو علامہ وقت تھے لیکن جب بیضان دارالشیعہ ان کو محبت کا سین پڑھایا تو مدرج عالم سہویں ایسے مستتر قابو ہو گئے کہ بعد ادی قاعده پڑھانے کی بھی صلاحیت نہ ہی آخوندوں نہیں ہوئے اور اسی حالت میں داعیِ اجل کو بیک کیا۔

مرہبہ امولا ناہدایت اللہ صاحب دارالشیعہ سورتی جو مختلف علوم کے عالم بلکہ حفت زبان مشہور تھے مگر جب حضور قبلہ عالم کے علم ارادت میں داخل ہوئے اور صحیفہ عشق کی درق گردانی کی تو ان کا کیفیت زبان کا حال تھا کہتا تھا: جو پڑھا کھا کھانیا زنے اسے صاف دل سے بھا دیا ॥

یہی حالت ملکہ السنی الدین صاحب بعد ادی کی ہوئی کسی تقریب سے ہندستان آئے اور سرکار عالم پناہ کا نام نامی ستا تو پہلے مقرر ہوئے کچھ عرصہ بعد خوبی قسم سے حضوری نصیب ہوئی تو حضور قیل عالم کی نظر عنایت نے یہ کرشمہ دکھایا کہ موصوف کے قلب سے جایا ہیا اٹھا کہ عالمانہ بیاس سے سبک دش ہو کر نیقرہ نہیں پوش ہو گئے لہذا شاہ خطاب، طا۔ اور ظاہری مشغله یہ بتایا گیا کہ پرانے جو توں کی مرث کیا کر و مگر چار پیسے سے زیادہ مرد دری نہ کرنا دھی بھی یا اس ترتیب کو د پیسے نیزات کردا ورد د پیسے میں برازفات ہو؛ چنانچہ موصوفت نے تمام عنبری کیا اور کبھی بیٹھنے کا ذکر زبان پر تھیں لائے۔

بلکہ اکثر وہ عمل کے ہندو یوگی شاشتر سے کا خذ اگاہ اور اپنے مذہب کے میشواؤں میں تھے یہیں محبت کے لیے راش اثرات کئے حالات زندگی میں القلاب علیہم واقع ہے ایشان پیش فعل رسول صاحب دارالشیعہ جن کا پہلا نام

رام اور شاہزادہ اور نہایہ کو موصوف جبڑھ سنکر کے عامل تھے اسی طرح دہیان اور گلشن کے بھی عامل تھے جب حضور قبلہ عالم کے حلقة غلامی میں داخل ہئے اور محبت کا پاپ کیا۔ نتیجہ ہے ہر کوک و سنا فضیلت برکات ثابت ہوئی بت پستی چھوڑ کر خدا پرستی اختیار کی اور تعلقات عالم سے دستبردار ہے کرتا حیات ردو لی شرابین میں قیام کیا۔

یہی صورت پیدت سینا رام پر باری معرفت پر دین محمد شاہ وارثی کی ہدی کو مدصون ہے تو شوال اور بامکال پیدت تھے حضور قبلہ عالم کی نعمتوں کو کئے دو ماں گفتگو میں آپ نے فرمایا۔ پیدت جی بہم پیچا لے موصوف نے عرض کیا اور ماڈلار پہچان لیا۔ ارشاد ہوا جاؤ۔ پھر ملاقات ہو گی۔ اکھوں نے عرض کیا مراجح اجنب تک سینیں پہچانا تھا تو ملاش میں دیدر مارا پڑتا تھا۔ جب پہچان چکا تو اب کہاں جاؤں آپ نے سکر کر خڑک فقر تلفیض فرمایا۔ اور دیانت کی پیدت جی گھرد بنانا۔ سیاحت میں مرجانا۔ اور سات فاتے کبھی ہوں تو باقاعدہ کھسیلانا۔

اسی طرح پیدت دیبا رشاہ صاحب کا داتند ہے۔ کہ پسلے آپ کا نام کیسے رکھتا در ملک والا بار کے باشندے تھے۔ حالانکہ عدم ذہبی میں آپ کو فرع مندا۔ مگر تحقیق حق کا خیال ہمیشہ رہا جب سرکار عالم پیاہ کے حلقة ارادت میں داخل ہوئے اور محبت کا سبق پڑھا تو نتیجہ ہوا کہ طلاق آبائی سے روگردانی کی اور قومی لباس سے سبک دش ہو کر بارگاہ وارثی کے فیقر نہ بندلوش ہو گئے۔ اور اب دلن اور اہل دلن سے در دریا شریف میں شب و روز آستان بوسی کرتے ہیں۔

چنانچہ متعدد مثالیں میں کہ حضور قبلہ عالم کے سیکڑوں ارٹنمنڈ جو ذاتی تعلیم یافتہ اور صاحب عقل دہوش تھے مگر مکتب وارثی میں تربیت پا کر محبت کی اڑاثت سے خود فراموش ہو گئے نظریں آبائی کا خیال رہا۔ نہ دلن کا ملال ہوا۔ تمام عمر بے سر و سامان سیاحت میں سرگردان رہے۔

الفرعن اہل محبت کی ذندگی ایسے احتصار دانتشار میں گذراتی ہے کہ نہ دن کھین  
درات کو آرام۔ ہر وقت خیال یا ریسِ ماضی اور بیتار رہتے ہیں اسی لئے یہیں نے محبت  
کو تبلی مجاہدہ کیا۔ اور یونک محبت کی پدایت علمان دارثی کو بلورِ قیم ہوئی ہے اس لہبت  
سے میں نے اس کو عامِ مجاہدہ کے نام سے تعبیر کیا۔ اور یہی عرض کروں گا کہ محبت  
درحقیقت غیر معمولی مجاہدہ ہے۔ **الْحَجَبَةُ تَعْلَمُهُنَّ الْقُلُوبُ هُنَّ الْغَيْبُ**

**مجاہدات** [لیکن علاوه اس عامِ مجاہدہ کے صنور قیادِ عالم نے اکثر امکنہ دل کو خاص خاص  
مجاہدت کی سی براہی فرمائی ہے مثلاً عنہم تعلیٰ شاہ صاحب وارثی ہو یہی عبید الحسن دادا شیخ چپوری اور عباس علی  
شاہ صاحب وارثی کو تقلیلِ غذائی کی پدایت تھی اور مخدوم شاہ صاحب وارثی دریا بادی  
اور پیر اشاغ صاحب وارثی مقیم ہر دی اور نمازی شاہ صاحب وارثی اور حاجی گھوڑے  
شاہ صاحب وارثی کو ترکِ لذات کا حکم نہ تھا جو بہت سادی غذا کھاتے تھے اور زوالِ فرقہ  
ہیں لیتے تھے اور بعض کے داسٹے ترکِ حیوانات کا فرمان تھا۔ جو بخیالِ احتیاط مک  
سے یا پانی میں بھگو کے روئی کھاتے تھے۔

بعض کو مسلسل روزہ رکھنے کا فرمان تھا۔ چنانچہ حاجی فیضن شاہ دارثی خادم  
خاص نے حسبِ الحکم چھپیں سال تک اور بالا الحسن شاہ صاحب وارثی متوضط اٹادہ  
نے بارہ سال تک اور بالا کھنیا اللال صاحب وارثی دیکیل علیگڑھ نے چودہ سال تک ترکِ روزہ  
اور حاجی میک شاہ صاحب وارثی متوضط صنعت بارہ بیکی اور میکن شاہ صاحب وارثی  
اور بی بی سکینہ صاحبہ وارثیتہ ذخیر گلاب شاہ صاحب سکنے۔ اگرہ اور حاجی رمضان شاہ  
دارثی متوضط فتح بر تمام عمر داکم الصوم رہے۔

اور ردمی شاہ صاحب ترک دارثی۔ اور میکن شاہ صاحب وارثی بیسِ مصنفات  
الآباء داکم الصوم اور فاکم اللیل تھے۔ اور بی بی نصین شاہ صاحبہ وارثیتہ تاجیات  
اس کی پانیزدگی کو دو روز صرفت پانی سے افظا را دستیرے رہ ز بعد افظا رکھانا کھاتی تھیں

اور حافظ احمد شاہ صاحب دارثی اکبر آبادی نے بارہ سال تک نماز معمودی شب کو پڑھی  
اویسخ منقوصہ علی شاہ صاحب دارثی رئیس پیتے پر کو صلوٰۃ العشق کی مدامت کا حکم  
ہتنا اور مردی بركات اللہ صاحب دارثی متولن پیلی بھیت کو روزانہ چوہ میں ہزار چار سو مرتبہ  
درود شریف پڑھنے کا حکم تھا اور جنہوں میں ایک سیدانی بی بی دارثی تھیں ان کو کلمہ طبیب کے درود کا  
بایں شرعاً حکم تھا کہ ہر وقت باوضنوت پڑھا کر دچنا پڑھ دیکھا ہے کہ اس فرمان کی تنبیہ میں  
وہ ضعیفہ اس قدر منہمک رہتی تھیں کہ بات کرنا چھوڑ دی تھی اور کھانا یا اصرار ایک وقت  
کھاتی تھیں اس خیال سے کہ ورد میں لفظان نہ آتے۔

بعض کے لئے جاندار طواری کی امتناع اور سیاحت کا حکم قطعی تھا بعض ہر ال  
رج کرتے تھے بعض دن کو سوتے اور رات کو جاگتے تھے۔ چنانچہ یتیم شاہ صاحب جو  
بارگاہ دارثی کے نزدیک تہبیند پوش نفیر تھے چالیس سال تک شب بیدار رہے۔  
اور میں نے اپنے والد سے سن لئے کہ ایک روز حضور قبلہ عالم لکھنؤ میں شاہ پیر محمد  
صاحب کے یہی پرمیٹی دریا کی پر کر رہے تھے کہ ایک طالب خدا نے حاضر خدمت ہو کر  
القطار تعلقات کی استدعا کی۔ چنان حضرت نے اپنا شغل احرام اس کو لفظیں فرمایا۔ اور  
بیدار شاہ خطاب مرحمت ہوا۔ اور ذکر اس بدی تعلیم فرمائ کار ارشاد ہوا کہ رات دیدار کے واسطے  
ہے دخواب غفلت کے لئے یتم شب کو آبادی کے باہر یہ ذکر بالہ بھر کیا کہ داد جب تھک  
جاوے تو کلمہ طبیبہ یا درود شریف کلہ مسائل رہے اور دن کو اگر نیند معلوم ہر تو اس طرح  
سونا کہ لوگوں کی گفتگو اور آذار فشار بخوبی سنائی دے۔

اور حاجی موسیٰ شاہ صاحب دارثی تا دم دا پیس کھڑے رہنیں ہوئے۔  
کیونکہ بوقت تہبیند پوشی ان کو فناعت کی بیس الفاظ بدایت ہوئی تھی کہ  
”نفیر کو چاہئے کہ خدا کی کفالت پر بھروسا کرے اور صبر سے  
بیٹھا رہے“

اور جن بی بی صاحبہ دارثی کو جب تہ بند مرجمت ہوا تو ذمہ بیاننا کا۔ غدار ادنیٰ بے مالگ تو کراس کے بھروسے پڑھیو۔ اس فرمان دارثی کی نقیل میں وہ ثابت قدم عورت تیس سال تک کھڑی نہیں ہوئی اور اسی حال میں دائیٰ اجل کو لبیک کیا۔

اور ڈین ارائمندوں کو بستی میں آنے کی مخالفت کرنی جن کی زندگی دیران جنگلوں اور غیر آباد پیاراؤں پر کٹی۔ مثلاً جنگلی شاہ صاحب دارثی پیٹے پور کے آگے ایک جنگل میں عزلت گزین کئے اور حبیل شاہ صاحب دارثی غسل پر ایسے خلرنا کا مقام پر رہتے تھے۔ جو گزرگاہ عام رہتا۔ اور حافظہ دوست محمد صاحب دارثی اجیر شریعت میں حافظ جمال صاحب کے چلے کے قریب پہاڑ کے ایک درہ میں تاحیات میقم رہے۔

بلکہ ہندوستان کے باہر بھی ایسے مجاہدین کو اتوان بلت نے اکثر دیکھا ہے چنانچہ محبت شاہ دارثی پنجابی جو بارگاہ دارثی کے قدیم خرقہ پوش فقیر ہیں بیان کرتے تھے کہ سیاحت عراق میں زیارت عنیتات عالیات کے بعد حسین سے پیر دوت جارہا رہتا۔ اور اکرام علی شاہ صاحب جرمولانا افضل الرحمن صاحب علیہ الرحمۃ کے دست گرفتہ تھے مگر سرکار عالم نپاہتے بھی ان کو سیاحت کا حکم دیا کرتا۔ بغداد میں ہر سیم سفر تھے۔ ہم دولیں راستہ بیرون کرایے مقام سے گزرے جہاں ایک قدیم مسجد کرنی جس کا قطبی گوشہ اتنا تادہ تھا۔ اور صحن مسجد میں ایک حوض شفات پانی سے بہرہ رہتا۔ اس کے کنارے آرام یلنے کے لئے ہم مبھٹے گئے تھوڑے عرصے کے بعد استنبخ کی ضرورت کی میں باہر گیا۔ ہنوز فارغ نہیں ہوا نفاہ مسجد کے اسی شکستہ گوشہ سے ہنایت خوش گوار خوشبوائی میں نے اکرام علی شاہ جما سے یعنی خریب قدر بیان کیا۔ ادنیٰ اعلپریافت کریں کہ اس غیر معمولی اور دل آویز بھت کی داقعی حقیقت کیا ہے۔ قریب جا کر یہ دیکھا کہ اس شکستہ گوشہ میں ایک غار بصورت نہ خانہ سے اور یہ خوبصورتی میں سے آتی ہے جب اس غار کے اندر گئے تو دیکھا کہ ایک سن رسیدہ بزرگ میٹھے میں اور دفعتاً جھکوئی بھی نظر یا کہ حضور قبلہ عالم تشریف فرمائیں اس خیال میں گوہم کو

محیت تھی۔ مگر سلام کیا اور اشارہ پا کر بیٹھ گیا وہ بزرگ اکرم علی شاہ سے مستظر حال ہے اور جب اشناے گفتگو میں سرکار عالم پناہ کا نام نامی آیا تو موصوت نے نیزت مزان دریافت کی تجویز ہو کر اکرام علی شاہ صاحب نے عرض کیا کہ آپ کو حضور اقدس سے دافعت کب درکیونکر ہوئی۔ محمد حنف نے ایک آہ مرد کے ساتھ کہا کہ پیشائے برحق کی عمر چودہ مندرہ سال کی تھی۔ جب یہ گنہگار حلقت غلامی میں داخل ہوا تھا اور شاہ ہبھاں پرستے ہیاں تک ہمراہ رکاب آیا تو آپ نے فرمایا کہ تم سیہیں میٹھوں ہم آئیں گے میں نے اس وقت سے اس غاریب اپنے خبری را کامنڈنٹر پیش کیا ہوں۔

بعض ازاد تندریوں کو اپنی بیماری کا علاج بلکہ اس کی تکلیف کا انہیاں کرنے کی بھی منوع تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضور قبل عالم حاجی محمد سعیدیل صاحب دارثی ریمن ٹھیڈی ضلع پنڈ کے مکان پر قیام پذیر رہنے کے لئے ایک شخص معمولی مکروہ حیض صورت فقیرانہ لباس میں جو اپنا ہر منہدہ اور تعلیم یا ذریعہ معلوم ہوتے رہنے حاضر خدمت ہوئے جن کو سپہی نہیں دیکھا تھا لیکن ان کا انداز حاضری اور طرزِ ادب کہتا تھا کہ بارگاہ دارثی کے حلقہ گوش میں حضور قبل عالم نے بھمال عنایت فرمایا کہ کندری بی بھاں سے آتے ہو اکھنے نے دست بترسون کیا اُن دانتا امرز سے آر باؤں آپ نے شیخ نہ سعیدیل صاحب سے فرمایا ان کو ہمراہ اور کھانے کا استرام کر داد شب کو معلوم ہوا کہ کنور جی بیمار ہو گئے ہیں جیکیم مزا یعقوب بیگ صاحب دارثی جو حضور کے ہمراہ رکاب رکھنے والے اور مین زیکر متنفس جانے والے مگر جانے کی صراحت کے لئے نور جی نے بھمال اٹلینیاں یہ کہا کہ گرد کی دیا سے اچھا ہوں۔

لیکن ان کے کرب و اضرار سے ظاہر ہوتا تھا کہ سخت تکلیف ہے کیونکہ بار بچہ ہے کارنگ نے فیر موجود جانا سختہ حکیم صاحب موصوت نے ریاتی درد بھکر جی لیں کھلانا چاہی۔ انہوں نے اس کے کھانے سے بھی قلعی انکار کیا اور کہا حکیم صاحب مجھکو میرے حال پر چھپڑ دیجئے اس نے کہ مجھے کسی تکلیف کی شکایت نہیں ہے البتہ گرد کی عنایت دکا ہے

بیو کو حکیم صاحب نے سرکار عالم پناہ سے یہ انتہا عرض کیا۔ آپ نے مسکلے کے فرمایا۔  
 بُرخ کو حکیم صاحب نے بیان کریں گے اور نہ کوئی دادا گھائیں گے یہ راجہ کے بیٹے ہیں  
 ایغوب وہ بھی اپنی تکلیف نہ بیان کریں گے اور بیٹر کی مدد و مدد کے یہ  
 جب ہم خیاب گئے تھے اس وقت سے گھر بارچھوڑ کر فقیر ہمگئے اور بیٹر کی مدد و مدد کے یہ  
 بستی ہیں ہیں جاتے اور بنخ دراحت کو کیساں اور داد دادا کو ایک سمجھتے ہیں اور بہر عالم میں  
 منشائے الہی کے آگے سرگاؤں رہتے ہیں اور دسرے روز اپنا ستمل احرام مرحمت فرمائکر کونزجی  
 کو رخصت کر دیا۔

علی ہذا اس مضمون کے داتعات اور بھی ہیں جن کو بجز طوالت ہیں لکھتا ہوں  
 لیکن احمد شاہ صاحب دارثی جو درکھنگیں ایک مقتنز رخاندان کے رکن تھے اور ۱۳۷۴ھ  
 میں جن کو حضور قبیلہ عالم نے اپنی عنایت سے خوف فقر مرحوم فرمایا تھا۔ ان کو جس غیر معینی  
 عنوان سے جس بجا پڑہ کی ہدایت ہوئی اس کا خلاصہ طور پر زد کر کر نامنا سطیعہ ہوتا ہے کیونکہ  
 اس سے علاوہ الا کمی شان ہدایت کے۔ آپ کے تصریف باطنی کی قوت کا ملد اور اختیار اتم کا  
 بھی نمایاں طور پر اظہار ہوتا ہے۔

چنانچہ احمد شاہ صاحب کی نشوونما چونکہ خوشحال گھر میں ہوئی اور نہیں کا پہلا  
 حصہ راحت دار ام میں گزر رہا تھا۔ اس بحاظ سے ان کی علاالت بھی امتیاز سے خالی تھی  
 چنانچہ ایک زمانیں تو اسی کی تکلیف سے بہت بیلے چین تھے علاج اعلیٰ پیمانہ پر ہمود رہا تھا۔  
 اور ان کے دالد ماجد و احمد علی خالص صاحب دارثی بیدری لغہ روپیہ صرف کریں گے۔  
 اسی دوران میں سرکار عالم پناہ بانجی پور تشریف نے گئے تو قرب دجوار کے متشریکین  
 شوق دیا رہتے ہیں حاضر ہوئے مبنظر ان کے احمد شاہ صاحب بھی بانجی پور کے اور ایک  
 روز حسیب معمول شب کو نہیں بیٹھا کے لئے حاضر خدمت ہوئے تو اس وقت ہر یہ دین کا  
 مجمع تھا۔ یہ بھی ایک گوشہ میں علیحدہ بیٹھے گئے۔ ائمہ گفتگو میں حضور قبیلہ عالم نے  
 کم صداق۔ لگتے آبید در حبیث دیگر ایک شاہ صاحب کی میٹھے میں زخم تھا۔

جس کو کرتے ہے وہ پریشیدہ رکھتے تھے تو گول نے دبیافت کیا اپاس کا علانج کیوں نہیں کرتے۔ شاہ عمار بے کہا کیا تجذبہ کا سچھا ہوا ہے۔ کیا تم چلتے ہو کہ اس عظیم الہی کو نفرت کی نگاہ سے ذمہوں اور اس کے خوشنگوار اثرات کو تکلیف اور صعوبت سمجھ کر بجائے شکر کے شکایت کروں۔ اور اس کے زوال کے لئے غیر مدلے استنانت چاہوں جو دعویٰ محبت کے صریح خلاف ہے۔

**زخم دل نہر مبادا پر خود ہشیار باش** کا یہ جراحت یادگار ادکب ترجمان ادست یہ فرمائ کر ارشاد ہوا کہ احمد شاہ سمجھ گئے۔ احمد شاہ نے گھٹے پر گر سلام کیا۔ اور دست لہتہ عرض کیا کہ حضور سمجھ گیا۔ لیکن اس گھنگار غلام کی استدعا ہے کہ پنجتن پاک کے صدقہ میں تو نہیں بھی محبت ہے۔

اس وقت سے احمد شاہ صاحب نے تادہم دلپیں کبھی بیماری کا علانج کیا اور ناس کی تکلیف کا ذکر کیا۔ حالانکہ موصوف اکثر یہار ہوئے بلکہ بعض تکلیف دہام راض میں تازیب مبتلا رہے۔ مگر اس فرمان بردار نے نہایت ضبط و تحمل سے اپنے آقئے نامہ کے اس حکم کی چوتیس سال تعییل کی۔ اور ۱۳۶۴ھ جری میں بوایر کا زخم لے کر دنیا سے روانہ ہوا۔

لصاینف حضرت صوفیہ کے مطابع سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرب خاص اہل محبت کا ہے کیونکہ امام شریعت علیہ الرحمۃ نے طبقات الکربی میں لکھا ہے کہ ابو محمد دریم علیہ الرحمۃ سے دبیافت کیا کہ محبت کی تعریف کیا ہے آپ نے فرمایا۔ هی المُؤْمِنُ قَدْ فِي جَنَّةٍ لَا يَخُوَال۔ یعنی ہر حال میں منشاء اہلی کی موافقت کرنے کو محبت کہتے ہیں۔

علیٰ نہ بعض مترشیدین بایں اضیان طوکوشہ لیشن تھے کہ بجز چند افراد کے صحبت احباب سے بھی اخزاڈ کرتے تھے اور بعض کسی خاص مزورت کے کہیں ہے جاتے تھے۔ اور بعض کے داسطے حضور قبل عالم نے اس مجاہدہ کو اور زیادہ اہم اور دشوار کر دیا تھا۔

جو ناقابل برداشت معلوم ہوتا ہے۔ مگر آپ کی توبہ خاص نے ان گوششینوں کو ایسا  
مبنط دخیل مرمت فرمایا کہ انہوں نے بکمال ثبات واستسلام اس کی بھی تعمیل کی۔ جیسا کہ  
بدنام شاہ صاحب وارثی متوفی کی پیوں صلح بارہ بھی کا واقعہ ہے کہ وصوں پہلے نادم  
خاص کے عہدہ پر مأمور تھے لیکن جب ان کو گوششینی کا حکم ہوا تو حضور قبلہ عالم نے  
ان سے یہ وعدہ فرمایا کہ جب ہم دیوی (شریف) آئیں گے تو تم سے مزدود ملاقات کریں  
گے مگر کوئی احتیاج کیوں نہ ہے۔ تم دروازہ اپنابند رکھتا۔ جب ہم آئیں اس روز کو لوٹا۔  
اس مجاہد نے یہی کیا کہ جب حضور تشریف لائے تو دروازہ کھولا۔ اور اس روز  
جوسماں سبھم سپنچا دہ آپ کی دعوت میں بھی صرف ہوا۔ ادھر قدر باقی رہا اس میں پانی  
برادقات اس وقت نکل کرتے تھے جب چارہ ماہ کے بعد سرکار عالم پناہ دیبارہ تشریف  
لاتے تھے اور اکثر یہ ہوا ہے کہ سماں کم بچا تو اس قاتھ اور صابر مجاہد نے مئی کھا کر دہ  
دن گزار دیتے مگر دروازہ ہنسیں کھولا۔ اور سول سال تک اپنے آفائے نامدار کے حکم  
کی بکمال احتیاط تعمیل کی اور اسی حالت میں جان بخت تسلیم ہوا۔

اور بعض حلقة بگوش حسب الحکم تمام عمر خامش رہے چنانچہ ایک مرتبہ حضور قبلہ  
عالیٰ نے فرمایا کہ سفرِ حجاز میں ایک بہرے مولوی صاحب سے ملاقات ہو گئی تھی جو اپنے  
تخریج کے جوش میں اکثر علماء متقدیین پر اعتراض کرتے تھے کہ نلال عالم ضعیف الائے  
تھے جنہوں نے اس مسئلے میں غلطی کی اور نلال عالم کا حافظ درست مذاخاجن افسوس میں لرزی ہوئی  
الفاقت سے ایک روز مولوی صاحب نے دران گنگوں میں یہ کہا کہ خدا کا شکر ہے لُقل  
ساعت کی وجہ سے میں کسی کی عینت نہیں سنتا۔ ہم نے کہا مولوی صاحب مناسب میلاد ہوتا  
ہے کہ جس طرح آپ کسی کی عینت سنتے نہیں ہیں اسی طرح عینت کیا بھی نہیں کیجئے اور خاموش ہجاتے  
اور کیا نے باتیں کرنے کے ہر وقت درود تشریف پڑھایا کجئے۔

یہ سنکر مولوی صاحب کیف ہو گئے اور اس وقت سے اس طرح چپ ہوئے

کسی مزدودت کے واسطے اشارہ بھی نہیں کرتے تھے اور لوگ ان کی خدمت کرتے تھے۔  
غالب سہ

بتا بچہ رہنیا بخش دیداً اعمی بلطجت نکتہ گرانی ربانے گوش صمیم  
یہ واقعہ بھی میر حضرات سے سنائے گئے تھے میں ایک تربید پوش حضور قبلہ عالم کے  
حکم سے خاموش رہتے تھے اور شہزادہ کے غدریں ان کو جائز سمجھ کر بایعنوں نے پکڑا اور  
جو بات دیافت کی انہوں نے جواب نہیں دیا۔ جیسا کہ شلیگیں کی توک سے ان کو زخمی کیا۔ مگر  
انہوں نے جان دیدی لیکن پیروانے برق نے جو مہر خاموشی لکھا دی تھی اس کو نہیں توڑا  
جس کا نتیجہ یہ رہا کہ ان کی قبر زیارت گاہ خاص دعامت ہو گئی۔  
ایک مرتبہ علیگدھ کے قیام میں حضور قبلہ عالم نے ایک معمر شخص کو جواناہ دہلی کے  
باشندے اور صاحب بیفت بزرگ تھے خرچہ تقریباً قلیل فرمایا اور ذاکر اللہ شاہ ان و خطاب  
مرحمت ہوا اور ارشاد ہوا کہی سے بات کر دو کسی کی بات سنو اور ہمہ وقت شمار الفناس  
میں مشغول رہو اس وقت سے لوگ ان کو چپ شاہ کہنے لگے۔

اور بعض کے واسطے اسی خاموشی کا حکم ایسے پرسا رالفاظ میں صاد ہوا جس کی حیثیت  
اور ماہیت سمجھنے میں ہمارا فہم و ادا کار مارہے جیسے عبدالرزاق شاہ صاحب داراثی جو  
موضع کیھوئی منفع بارہ بنی کے رئیس تھے مگر ان کا قیام اکثر باڑہ ضلع پنڈیں زیادہ رہتا تھا  
ان کو سرکارِ عالم پناہ نے خاموشی کا حکم دیا۔ اس وقت سے موصوف مزدودت کے وقت  
لکھکر یا اشارة سے کام لیتے تھے مگر ان کی یہ تکلیف دیکھ کر ان کے احباب کو افسوس ہوتا تھا  
کچھ عرصے کے بعد جب حضور قبلہ عالم پھر انکی پور تشریف لے گئے تو دہلی کے مخصوص عالیین  
نے متفق ہو کر عبدالرزاق شاہ صاحب کی تکلیف کا اظہار کیا اور ملتی ہوئے کہ صرف مزدودت  
کے وقت بات کرنے کی اجازت ہو جائے آپ نے تھوڑے تامل کے بعد عبدالرزاق صاحب  
سے مخاطب ہو کر فرمایا کیا تم کو تکلیف ہوئی ہے موصوف نے شرم سے سرخپا کیا۔

یہ دیکھ کر حضور نے فرمایا کہ عہد الرزاق اب تک ترا بولنا د صندر اسی کے خلاف ہے۔ بلکہ اشارة بھی نہ کیا کرداد رکھنا بھی چھوڑ د د۔ اور تو یہ حکم سنکر عبد الرزاق شاہ صاحب ساکت اور آبدیدہ ہوتے۔ ادا صرشاں مجبوست کے جوش میں سرکار عالم پناہ نے یہ فرمایا۔ عبد الرزاق اس سخواری زندگی کو یعنی کاٹ دو د صندر اسی اسی میں ہے کہ اب مرنے کے وقت بھی کوئی کلمہ زبان سے نہ لکھ اور قبر میں بکریں بسال کریں تو اسکا بھی جواب نہ ملے۔ بلکہ حشر میں فدا کے سامنے بھی خاموش رہتا۔

حضرت قبلہ عالم کا یہ ارشاد گو معمولی الفاظ کے پر دے میں ہے: بگر معلوم نہیں لگس زبان سے اد کس حالت میں یہ حکم صادر فرمایا تھا کہ آپ کی عظمت و جلالت کا الیارعب طاری ہو اک جملہ حاضرین ساکت اور سرگلوب ہو گئے۔ اور جناب اللہ کے ارشاد کا یہ حصہ کہ اس سخواری زندگی کو یعنی کاٹ د، اس کا بھی اظہار ہو گیا کہ چھیننے کے اندر عبد الرزاق شاہ نے بہادر علی خان صاحب خان بہادری میں باڑ کے مکان پر انتقال کیا۔

اد حضور قبلہ عالم نے اپنے قدیم تہذیب پوش مستقیم شاہ صاحب کو قیطی حکم تھا کہ وہ جو دفاتر عالم میں کسی چیز کو نہ دیکھو۔ چنان کچھ صاحب بصیرت نے جلا شیار عالم کی روایت سے ایسا احتراز کیا کہ تہترسال تک اس فرمان دارثی کی تعییں میں آنکھیں بند رکھیں۔ پہلے اجیشور لیفٹ کے معروف پہاڑ مدار میکری پر چالیں برس قیام کیا۔ بعد تین سال مدار در داڑھ کے تریپ زندگی بمرکی اور ایک سو دس سال کی عمر ختم کر کے ۱۲۵۴ھ سے ہجری میں رہی ملک تباہ ہوئے جن کی اجیشور لیفٹ میں غیر معمولی شہرت تھی۔

یہ نے معتبر ذریعے سے سنائے کہ سرکار عالم پناہ نے جب جواہ کا دوسرا سفر کیا تو مستقیم شاہ ہمراہ رکاب تھے اور یہ تو خود حضور نے مجھ سے قسم رکھا کہ مستقیم شاہ قدیم تہذیب پوش میں ساٹھ برس ہوئے جب مدار میکری پر ان کو بھٹایا تو تم سے یہ خواہش کی کہ ایک مرتبہ اپنی عورت دکھا د دیم نے صورت تودھ کھادی مگر یہ کہا کہ اب دنیا کی

کسی چیز کو نہ دیکھنا۔ جب سے انہوں نے آنکھیں بند کر لیں اور دھن کے پانہ بیہیں۔ انہوں نے اکیر کھائی ہے۔ اور اکیر نباہا بھی جاتے ہیں۔

یغیر معمولی مجاہدہ جس کی تعمیل بمقتضیانے قوت بشری ممالک سے نعلیم ہوتی ہے مگر سرکار عالم پناہ کے تصرفات بالٹی کی یہ شان سبقتی کیلئے غلام نے بکال عنبر و استقلال حسب ارشاد ہتھ سال تک خلاف فطرت النامی آنکھیں کھولی اور دنیا کی کسی چیز کو نہیں دیکھا۔

اور رکھوڑا اعزور کرنے سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ حضور قبلہ عالم نے جوانپنے ادا کرندوں کو عالم ہمار پر تعلیم فرمائی تھی کہ محبت کرو اور اپنے غلاموں کا مشیر ہیں جب تک جو زیریک یعنی اوسی مناسبت میں جملہ مستردین کو ان کی یافت اور استفادہ کے لحاظ سے اذکار شغل۔ بیانات و مجاہدات کی تعلیم ہی فرمائی۔ چنانچہ مستقیم شاہ صاحبؒ کے اس مجاہدہ کو بھی محبت کامل مناسبت اسلئے ہے کہ محبت صاف کا تقاضا ہی ہے کہ محب کو موجودات عالمیں ماسوئے محبوب کچھ نہ کھائی دے۔ چنانچہ حضورؐ کے اس مصدقہ ارشاد کا یہی مقصد ہے کہ محبت میں انسان اندھا ہو بنا ہو اور بیشخ اکبرؑ الیں علی علی الرحمۃ نے تقدیمات میں بھی محبت کی یہی تعریف فرمی ہے کہ محبت میں انسان اندھا ہو بنا ہو اور بیشخ اکبرؑ الیں علی علی الرحمۃ نے مستقیم شاہ صاحبؒ کے مجاہدہ کر لیا جس کو درحقیقت محبت سے کلیسا سردار کا رفتہ۔

اور دردر سے دست گرفتہ کے واسطے حضور قبلہ عالم نے بالکل اس مجاہدہ کے بر عکس اور اس سے بہت زیادہ دشوار اور مقابل برداشت مجاہدہ جو زیریک یعنی کچھ فلات بشری کے خلاف ہے کہ حافظہ لگا لاب شاہ صاحب دارثی ساکن آنکہ لڑہ مارک خال کو یہ حکم تنفع دیا گئی وقت آنکھیں بند کر دشہب در دن ایک لشت سے میٹھا وہ سہی شہید رہا در جو کچھ خداد کھائے دیکھوا در صحن کائن فی هیلذہ اعنی فہری فلک خروجتہ اعنتی ڈکا مصدقہ نہ بنوا در یہ دقت کی مصروفیت کے واسطے شغل سلطان اللہ کا تعلیم فرمایا۔ چنانچہ چالیس سال تک سرکار عالم پناہ کا دہ چا فرمان برداریک پنچ کانٹیلہ کا بھیں

کو لے اسی طرز سے عالم جیت میں بھیمارا جس کی بیتِ مجوعی سے صاف ظاہر ہوتا ہے تاکہ  
یہ حق شناش حضرت اصیت کی قدر... کامل کا کوئی عجیب و غریب کرشمہ دیکھ رہا ہے اور  
اسی حالتِ مجوبیت میں وہ جانشادار ثقہتی سے آزاد ہو کر حوار شاہی حقیقی کی سیریں مررت  
یہ مجاہدہ اپنی لاعیت میں الیافر ہے کہ شاید دچار صدیوں کے انداز کی مثل  
ملنا نامکن اور مجال ہے لیکن حاذظ گلاب شاہ صاحب نے اس اہم ترین مجاہدہ کی پڑکمل  
تعییل کی ان کی اس کامیابی کی ذاتی حقیقت یقینی کہ جس خیال لے موصوف کو شبیہ عذ  
بیدار کھادہ تھا اسی محبت کامل کا جس کی حضور قبیلہ عالم نے اپنے غلاموں کو  
عام طور پر یہ پدایت فرمائی تھی کیونکہ محبت کا ایک مشہور خاصہ خفائن حرام یہی ہے مدعا  
سوائے درد محبت کے اور کسی دوسرا قوت سے مکن نہ تھا کہ خلاف نظرت الناسی چوالیں  
سال تک اس اہم اندشار مجاہدہ کی تعییل گلاب شاہ سے ہوتی۔ حقیقت تذییب ہے کہ یہ  
جملہ کر شے اسی صاحبِ قدرت کی قوت کے ہیں جو ایسے مجاہدات کا حکم دیتا تھا۔ ماذمینت  
از رَمَيْتَ رَلِكِنَ أَدْلَهَ رَهْنِي۔

گلاب شاہ کے مجاہدہ سے یہی ظاہر ہو گیا کہ ذاتی بادیاں را ہ طلاقت۔ سالک  
کی باطنی ماہیت کو دیکھتے۔ اوسی اغتمام سے اس کی تعلیم و تربیت تھاتے تھے۔ خبیاں کو حضور  
نبی عالم نے اپنے دلوں ہر یہ دل کا روحانی علاج دلوں پر کیا۔ کا ایک دست گرفتہ  
کیوں سطے اشیاء عالم کا دیکھنا ممتوح گردانا۔ اور دسرے فرمان ہردار کو یہ حکم دیا کہ آنکھیں نہ  
کرنا اور ہر دم رضاۓ چونکہ طبیب حاذق کا لئے استعمال کیا۔ اسلئے دلوں کامیاب درنا نازل الملام ہے۔  
لیکن فدائیش صاحب دارثی کا مجاہدہ اور یہ زیادہ عجیب تھا جس کی پوری تفصیل  
نگارش ہو تو طوالت کا خوت ہے حالانکہ موصوف کا تذکرہ عبرت اگرزاو سین آمیز مزدہ ہے۔  
مگر خلاصہ اس کا یہ ہے کہ سرکار عالم پناہ نے ان کو موضع پینڈا مطلع بارہ یکی میں لتی کے باہر چند  
شرائط کے ساتھ گوشہ لیتیں فرمایا جن میں سے بعض احکام یہ تھے کہ اول بہت مختصر مفاہ

مدد فرما کار ارشاد ہوا اس کے باہر تقدم رکھنا۔ دوم یہ کہ مکان میں نہ بنتا داشت کے پیچے زندگی بپر کرنا۔ سوم یہ شرط ابہت دشوار تھی کہ جوانات کے ساتھ ترک سپاہیں لازم گردانا اور نمک کا استعمال کبھی منزع فرمایا۔ ناظرین کو یہ منکر تھب جو کہ ساتھ بہت نک خدا بخش شاہ صاحب اس فرمان وارثی کی تعییل یوں کرتے رہے کہ جب زیادہ اشتباہ ہوتی تھی تو پانی میں راکھ گول کر پلی لیتے تھے۔

مگر اس کے بعد شرفقت داری نے اس تدریسانی فرمائی کہ یونیورسٹی ترک کے ایک بڑے ارشاد ہوا کہ اس مدد و مقام میں جو بنات خود روہنگ یا لال وانہ بلا طلب کوئی نہ جائے تو یونیورسٹی نمک کھالیا کر د۔ غرض چھتیس سال تک ان کی خواک ہیں اس مدد و مقام کی گھاٹیں رہیں جس کو جوش کر کے پی لیتے تھے۔ یا کبھی کبھی لال وانہ اگر اس جنگ میں کمی دے گیا تو کھالیا کرتے تھے۔

حالانکہ خدا بخش شاہ صاحب معمولی طبقے کے پی پڑھے شخص تھے مگر علاوہ اور صفات کے جن کا ذکر بیان کیا گیا۔ ان کی قناعت اور استقامت ہی ان کے اخبار منتشر کرنے کافی دلیل ہے کہ اس غیر معمولی مجاہدہ کی تعییل کس ذیلی اور حوالمندی سے کی جس کے خیال سے دل لرختا ہے۔

مگر میں پھر وہی عرض کر دیں گا کہ خدا بخش شاہ کی یہ قوت حصی کہ اس ناقابل برداشت بلکہ غلاف نظرت النبی مجاہدہ کی تعییل کرتے۔ اور جو کچھ کیا یا اسی محبت کا کر شہ سفنا جو فیضان وارثی نے اپنے غلاموں کو تلقین فرمائی ہے جس نے خدا بخش شاہ کی طلب کو طلب صادر نہیا کہ موصوف خودی سے بے خود ہو کر خواہشات النبی سے تلقین انجام ہوئے اور مطلوب حقیقی کیستی کے آگے اپنی ہستی کو عیت دتا ہو دیا۔

الغرض اس سلسلہ میں چند اخوانِ ملت کی مجاہدت کا میں نے تمهیلہ ذکر کیا اور نہ حضور قبلہ عالم کے متعدد امامتندوں نے ایسے ایسے ناقابل برداشت مجاہدے کے کہیں جو تلقینی

توت اپنی سے باہر ادھر کی نہالت انسانی کے خلاف تھے مگر طوالت کے خوف سے ان کی عراحت نہ کر سکا۔

اصول بیان و اسلام | علی ہذا حضور قبل عالم نے ہم کو وہ مذہبی اصول بھی جن کو ایمان سے گہرالقان اور اسلام سے پورا سر دکاریے اس طرح تعلیم فرمائے کہ ہماری حالت اور استنباد کے اعتبار سے ان کی حقیقت اور ماہیت کا دین قیامت نہیں آسان اور پامدارہ الفاظ میں بھمال شفقت سمجھایا۔

چنانچہ یہ عام دستور تھا کہ جس طرح ایزکی تخصیص اور امتیاز کے جملہ مریدین و معتقدین کو خدمت افسوس میں باریابی اور قدمبی کا شرف نہ در حمل ہوتا تھا اسی طرح یہ بھی فاصل پر درش نہیں کہ با وجود دامنی محیت کے باقتضائے خان عظیم سپیش آپ نے یہ لکھیت گوارا فرمائی کہ ہر امیر و غریب سے مخاطب ہو کر اس کی نیکیں و نشانی کے واسطے کچھ کلمات ضرور ارشاد فرمائے یا اس کی طلبہ کے لحاظتے اس کو کوئی بدلیت الی کی کمی جو اس کے دردگی خاص داہوئی۔ مثلاً کسی کو اسی قدر فرمائ کر رحمت کیا کر اچھا جاؤ! پھر ملاقات ہوئی ڈیا اس کو غلیکن اور ابدیہ دیکھانی یہ ارشاد ہوا گھبرا نہیں۔ خلاں موقع پر پھر آ جانا۔ یا اور زیادہ عنایت منظور ہوئی تو یہ فرمایا: فلاں تاریخ نہ تھا کی لبکی کے تربیب ہم آئیں گے۔ نتم بھی دہاں آ جانا۔

اوکھی کسی کے واسطے عنعت افرادی کے طور پر یہ ارشاد ہوتا تھا کہ یہ وضع کے پابند ہیں یا خادم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ مہماں کی بہت کشادہ پیشانی سے خاطر کتے ہیں۔ یا یہ ارشاد ہوا کہ اہل لبکی ان کی عزت کرتے ہیں۔ اور کسی دل گرفتے یہ فرماتے تھے کہ اگر خیال پختہ اور محبت صادق ہو اس کے لئے فراق بھی عین دصال ہو اور کسی سے یہ فرماتے تھے کہ جاڑاً اگر محبت ہے تو ہم نہ تھارے ساتھ ہیں: کسی سے فرماتے تھے کہ پیشہ مل پچ ہے کہ محبت سے خدا ملتا ہے۔

اوہ اگر کسی کو کوئی خاص پہايت فرمائی تو وہ سبھی اس سادگی اور بے تکلف طریقے سے  
حجاب اور تنہیکی فوبت بہت کم آتی تھی مگر اس پہايت کے انداز دوئے یا بشکل اطمینان  
پر درش یا بصورت تحکم فتاکید ہوتی تھی۔ اور چند روز میں اس کا بھی اندازہ ہو جاتا تھا  
کہ اس پہايت سے مسترشدین نے فائدہ حاصل کیا۔ کیونکہ اکثر طالبین متین لجھنے خاموش۔  
بعض کیفیت بعض برقدت آبدیدہ رہتے تھے اور ان کے عادات روزمرہ میں نایاں لور  
پر انقلاب ہو جاتا تھا۔ بلکہ ان کی اس غیر معمولی حالت سے اگر بھی سمجھا جائے تو بے جا  
نہ ہو گا کہ ان کے قلبی کیفیات بھی مبدل ہو جائے ہوں گے۔

مگر ایسے ارشادات وہ ہوتے تھے جن میں ریاضت و مجاہدت کا حکم خاص اور قطعی  
ہوتا تھا یا صفات عشق اور سبکات محبت کے خلاف دوستان کا ذکر آپ فرماتے تھے اسی  
وجہ سے وہ احکام بھائے نعمیم کے شخصی اور انفرادی حیثیت رکھتے ہیں اور اسی لحاظ سے  
ان کا اعادہ بھی بہیں کیا جانا۔

غرض میں معلوم ہو جائے کے بعد کہ بارگاہ داری میں پہايت کے دامنے زمان  
مکان کی قیدیت کی شخصیت اور اختیار کی شخصیت تھی۔ جب اور جس کی استفادہ جس پہايت کے  
لائق تھی اس کو دہی حکم ہوا۔ جس کا وہ اہل تھا۔

اب یہ امر مقابل غور ہے کہ خضرور قبلہ عالم نے تقریباً ستر سال تک مسلسل خلق اللہ کی  
پہايت فرمائی اور دو روز سیاحت میں مختلف مقامات بلکہ مختلف ممالک میں مختلف اوقام  
کے مختلف العیال مسترشدین کو اپنے دیناں سے مستفیض فرمایا۔ لہذا آپ کے کیڑا التعداد  
ارشادات سے کوئی ای شخص کما حلقہ برداد ہو یہ تو حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ  
داقعہ یہ ہے کہ کوئی خادم یا برابر حاضر خدمت نہیں رہا۔

البتکسی خادم کو آپ کے حالات روزمرہ اور پہايات کیڑہ سے اگر کچھ داقتیت  
ہو سکتی ہے تو اسی قدر کہ جو داقتات اس کے ادفات حاضری میں دفعہ پذیر ہوئے

ان کا علم اس کو ضرور ہوگا اس اعتبار سے مجتبی محمد اُل کو توبہت قبیل زمانہ کی حاضری لغیب ہوئی اور اس مناسبت سے میری معلومات بھی بہت محدود ہے کیونکہ دہی احکام جو وہ قتاً فتاً تایمیرے سامنے صادر ہوئے ہیں دہی میر اصل علم ہیں اور اپنیں کو لگا رش کر دیں گا۔ لہذا یہ اندیشہ کہ جو فرمان میں تے لکھے یا آیندہ لکھوں گا، یہیں جملہ احکام دارثی ہیں۔ غلط سرگا بلکہ حضور کے ملحوظات کا بہت چھوٹا حصہ پر گا جن کا ذکر ان اور اُن میں آیا۔ لیکن دشواری یہ ہے کہ باوجود اس مختروا اتفاقیت کے ان احکام کی بھی تعداد اس تدریج کان کا تفصیلی ذکر کرنا اور ان پڑائیات سے جو مستفید ہوئے ہیں ان کی ظاہری حالت کا براحت اپناد کرنا بھی طاقت سے خالی نہیں ہے تاہم پر نظر اخصار تکمیل ایسے چند ارشادات نقل کرتا ہوں جن کے مطابع سے یہ ظاہر ہو جائے گا کہ ہمارے رہنمائے کابل نے اپنے غلاموں کو توجید حضرت واجب الوجد کی لشکت کیا ہے ایت فرمائی ہے۔

توجید چنانچہ سرکار عالم پناہ نے توجید احادیث اور تقدیم اور تہییم ربوبیت کے متعلق اکثر فرمایا کہ خدا عالم الغیب ہے جو مہماں دل کا حال جانتا ہے۔ کپ کایا در شاد اللہ جل جلالہ کے اسم علیم دخیر فہیج ترجمہ ہے اور شاید اس مختصر جملے کا اشارہ یہ ہوئوم ہے کہ اس دانا نے راز عالم عالمہ ماکان دُمایگوڈ میں کی قوت و قدرت کا نکتہ زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کر دی۔

اویسی بھی فرمایا ہے کہ خدا ہر جگہ موجود ہے اور یہی مضمون مگر درسرے الفاظ یہیں یوں فرمایا ہے کہ جن کو محبت صادق ہے ان کو ہر چیزیں ذات آہی کا جلوہ نظر آتا ہے حضور کا یہ فرمان آئی کہیسہ آئینا لِلَّا إِنْ شَرَدَ وَجَدَ دَلَهُ۔ اور آئینا کُنْ تُمَنْ فَهُوَ مَعَكُمْ۔ کی مکمل تفسیر ہے۔

یہ بھی فرمایا کہ جس طرح خداب کا خالق ہے اسی طرح تمام عالم کا راز تھے۔ اسی ارشاد وارثی اس آئی کہیسہ کا بامداد الغاظبیں صحیح ترجمہ ہے۔ جس میں راذق العبابی

اپنی عام روپورت کا بامراجعت ذکر کیا ہے: «مَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ لَا يَحْكُمُ اللَّهُ  
رِزْقُهَا» یعنی ارشاد ہوا ہے کہ خدا ایسا تاذہ مظلوم ہے کہ تمام عالم اس کے قبضہ قدرت  
میں ہے لگاہ تامل سے دیکھا جائے تو یہ مختصر حملہ «وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ» اور ان اللہ  
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ عَنِ الْغَيْرِ» کا ہنا بیت صحیح مفہوم ہے۔

یعنی اکثر ارشاد ہوا ہے کہ تو خدا پر بھروسہ کرتا ہے خدا اس کی مدد و درگرتا ہے یہ  
بھی فرمایا ہے کہ جو اپنے کام خدا کے پر درگرتا ہے خدا اس کے کام بنادیتا ہے «حضرت قبلہ  
عالیٰ کے ملعون نام و مَنْ تَبَرُّ كُلَّ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبَهُ» کے لفظی ترجمے ہیں۔  
یعنی آپ نے اکثر فرمایا ہے کہ خدا نے ہر کام کے واسطے ایک وقت منفر کیا ہے اور یہ  
فرما کر آپ یہ حدیث پڑھا کرتے تھے تکّلُّ أَمْرِ مَرْهُونٍ بِأَذْقَاتِهَا»

یعنی ارشاد ہوا کہ موحد دہ ہے جو محدث اور مذمت کو بر ارجمند نے اور یہ بھی فرمایا ہے  
کہ جس نے حق کو حق کے دریجہ سے تلاش کیا اس کی توحید صحیح ہے اور جس نے حق کو لفس  
کے دریجہ سے تلاش کیا اس کی توحید ناقص ہے اور یہ بھی فرمایا کہ توحید علم سینہ ہے جس  
کی سعینہ میں لگنا شہ نہیں۔ کیونکہ توحید نہ تقریر سے ادا ہو سکتی ہے اور نہ تحریر میں آسکتی ہے  
بقول مولانا علی الرحمۃ سہ

ہست نادانی دریں اور علم نیت علم را بگزارتا دانی یکیست  
یعنی فرمایا ہے کہ حقائق توحید کا انکشاف موحد کی نیازمندی سے ہوتا ہے چنانچہ  
ارباب طلاقیت کا الفناق ہے کہ توحید کے امر امکن ن کا اخہار کسی دکوش سے نہیں ہوتا۔  
بلکہ سالک بہتر اربعہ و انکسار جبکہ اپنی مجبوری کا افزایش کرتا ہے تباہ را توحید سمجھنے کی استفادہ  
محبّات اللہ تفویض ہوتی ہے جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔  
«سُبْعَانَ مَنْ لَمْ يَحْكُمْ لِخَلْقِهِ سَبْعِيلًا إِلَى مَعْرِفَتِهِ الَّا بِالْعِجْزِ عَنْ مَعْرِفَتِهِ»  
یعنی یا کہ وہ خدا جس نے خلق کو براستہ تباہی کا معرفت حق کے لئے عجز لادی

ہے۔ ان عبارت میں ذکر الاذن اور اذن۔

یہ بھی فرمایا کہ مدد و مددہ بے نہیں کے دل سے اس امور کا خیال نہ ہو جائے۔ اس ارشاد میں توحید ذات کے مقام علیاً کی تعریف ہے کہ یہ کہ جس طرح توحید کے لئے معنی متفقہ اشارہ کو ایک کہ نامیں ای طرح یہ بھی مسلم ہے کہ دوسری کا خد شریعی سالک کو مشاہدہ اذار حضرت احادیث کو تجویب رکھتا ہے۔ چنانچہ حضرات صوفیوں نے فرمایا ہے کہ مدد کامل دہی ہے جس کو مددۃ اللشکر لائیں الجود کا مرتبہ حلال ہو جائیا کا ابو العباس قاسم بن محمد ستاری علیہ الرحمۃ کا یہ قول صاحب بیانات الکبریٰ نے قبول فرمایا ہے کہ توحید مدنظر نہیں بلکہ مادوں نے کہ توحید کی تعریف یہ ہے کہ امورِ اللہ کا خطرہ بھی دل میں نہ آوے۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ دلائل عقلیٰ دلائلی سے خدا نے برحق کو واحد جانتا یا شہود اشارہ میرجاہد سے ذات داجیا لو جو دی کی بختی کا زبان سے اقرار کرنا توحید علمی ہے۔ اور توحید ذات یہ ہے کہ کثرت میں وحدت نہ رکھنے۔ بقول۔

مفرد و مخصوص کو توحید خدا کے      واحد و مخصوص کو توحید خدا کے  
یہ بھی فرمایا ہے کہ مشرب عشق میں توحیدیقی کی تعریف یہ ہے کہ اپنے دجد کا دراک کی ایسی اُنفی کرنا اک استن حق کے سامنے نیعنیات کی استن محفوظ داونا بود ہو جائے۔ اور  
ذنا کے بعد حضرت احادیث کا دہ فرب والصال افیض ہو جیں کو جیات ابدی اور القاء  
سرمدی کہتے ہیں۔

یہ بھی فرمایا ہے کہ واقعیت موحدہ ہے کہ جس کا آخر اول کی طرف لوٹ آئے اور  
الیسا ہو جائے جیسا ہو نے سے قبل نقا۔

یہ بھی فرمایا ہے کہ جب تک من د تو کا ادر اگ باتی ہے اس وقت تک اشارت  
بھی باتی ہے اور عبارت بھی اور جب من د تو کا حجاب اللہ جائے تو نہ اشارت ہے:  
عبارت ہے ۴

یہ بھی فرمایا ہے کہ جس کو توحید کا علم مل ہرتبے اس کی پہلی حالت یہ ہوتی ہے کہ موجودان کی یاد دل سے محوج ہوتی ہے اور وہ خدا کے ساتھ منفرد رہ جاتا ہے ۔  
 یہ بھی فرمایا ہے کہ جس نے جملہ دادردات و اوقات کا نافعِ حقیقی خدا کو جانا دہ  
 موحد ہے جحضور قبلہ عالم نے ان صفات میں توحید افعالی کا خلاصہ فرمایا ہے۔ جیسا کہ الْبَعْدُ  
 محمد بن حنفیٰ بغدادی علیہ الرحمتہ کا قول ہے: مَنْ أَرَى الْأَفْعَالَ كُلُّهَا إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى  
 نَهْوَهُ مَرْجِدٌ یعنی جو کل کاموں کو اللہ کی طرف سے جانتا ہے دہ موحد ہے۔ لقول  
 حافظ علیہ الرحمتہ۔

گرین پیش آیا و گراحت اے حکم      نسبت مکن لیز کے اینہا خدا کند  
 یہ بھی فرمایا ہے کہ دد بد بائز ہے تو مسجد اور مندر میں ایک جلوہ دکھائی دے جحضور  
 کے ارشاد میں توحید حقیقی کی تعریف ہے۔ چنانچہ اسی مسئلہ کو عولانا درم علیہ الرحمتہ  
 نے ہتایت شرح دلیل کے ساتھ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

گر دھیشم حق شناس آمد ترا	د دست پر بیس عرصہ ہر دو سرا
گر ترا چشمیت بکشا در نگسر	بعد لا آخر چمی ماند گر
گر بڑا نزدیک کس بیش بیست	چوں خیالاتت عدد اندیش بیست
اصل بین دیدہ چوں اکسل شود	دہ بیس بین دیدہ چوں سردا حوال شد
ایں دد گی۔ اوصاص دیجاوا لست	در نہ ادل آخر۔ آخرا دل اعut

یہ بھی فرمایا ہے کہ جو مسجد میں ہے می مندر میں ہے نام کا فرق ہے ورنہ انتظام  
 بگرا جائے۔ اس مفہوم میں حضور قبلہ عالم نے توحید عالی کی تعریف کا خلاصہ فرمایا ہے کہ  
 پہلے غلبہ اشراق الوار توحید محسوسات از اد موجودات کو مضمحل کرتا ہے پھر جو دو موحد  
 مشاہدہ جمال و اجسال موجود میں ایسا عنق اور منہ کہ ہوتا ہے کہ بجز اواردات اور  
 کثرت میر صفات واحد یعنی کچھ نظر نہیں آتا۔ یہی مضمون لسان الغیب لے لکھا ہے۔

ہبہ کس طالب یا رانچہ بھی اپنے ہے  
ہم جا خادع شن است پر مسجد چکنست  
یہ بھی فرمایا ہے کہ خیر دشراں کی جانب سے ہے مگر تعمیں اس کی شکل ہے اور  
یہ بھی فرمایا ہے کہ خدام تم میں ہے مگر تم دیکھنیں کہتے یہ ارشاد فی الْفُسْطَادِ لَذَّهُ بَغْرِيْدَن  
کا ترجمہ ہے۔

یہ بھی فرمایا ہے کہ توجید اب تک یہ رہ گئی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اسرار توحید  
سے خبردار ہونا بہت دشوار ہے یہ بھی فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ جو تم سے نزدیک  
ہے اس کو تم سب سے زیادہ درست ہے برصغیر مخنٰ اُنْقَرِبِ إِلَيْهِ  
من حَبَلِ الْمَرْبَدِ۔

یہ بھی فرمایا ہے کہ رب درام حقیقت میں ایک چیز ہے اگر علمی حیثیت سے بھی  
دیکھا جائے تو صان معلوم ہوتا ہے کیا لغوی محبت اور ملکی اصطلاح ہے کہ ایک لفظ اور  
زبان کی ہے اور دوسروں سے نہ کرت کی مگر معنی اور مشہوم دلوں کا ایک ہے اور ہر لفظ کے  
واسطے ایسا ہی ہوتا ہے کہ دوسری زبان میں اس کی تعبیر دوسرے لفظ سے کرتے ہیں۔

غرض حسنور قبلہ عالم کے ایکیں ارشادات یا اسی عنوان کے دیگر پڑیات کے  
برکات دلکشیات کا بالاعلان یہ کہ شد کھا کر ہزار دل حلقوں گوش تعلقات موجودات کو  
سکدوں ہو کر شاہد قدر و قدیم کی رضا مندی کے داسٹے میدان تسلیم میں باحیات  
مرپکت رہے اور مردانہ دار محبت کی دشوار ترین لھائیوں سے گزر کر آپنی ہستی کو ہستی مبینوں  
کے سامنے ایسا نیست ذا بید کیا جس کی مثال کم سے کم اس نیزہ میں صدی ہیں مٹا محال ہے۔  
چاچنگا کی خدا پرست جماعت کے بعض افراد کی بیاضات دمباہیات کا ذکر تبلیغات  
کے تحت میں آچکا ہے اور ممکن ہے کہ بعض کا نذر کرہ اسی صورت سے آینہ بھی منتظر الغاظ  
ہیں لگاؤں کر دل مگر ان کے حالات بطریقہ لئے جائیں اس کی جبارت نہیں  
کہ سکتا اس لئے کہ ادول تو اپنی تبلیغ و اتفاقیت کی وجہ سے قاعر ہوں۔ دویم اگر

بقدر محمد و مسلمات کے بھی ان کی سرگزشت بھیوں تو یہ مجرuber بہت ضخیم ہو جائے گا  
یکونک میرے خیال ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہوگی۔ جن کی کثرت کا نہاد اسی سر  
ہو سکتا ہے کہ ہندستان کا کوئی گوشہ ایسا نہیں آتی ہے کہ پرستار داری کے  
فقرہ فن کا نقارہ نہ بجا سر۔ بلکہ ہندستان کے پارہ بھی اکثر مقامات پر خوان ملتے  
ان پسے خدار بیہدہ بھایوں کو دیکھا یا ان کی غیر معولی شہرت سنی اور دیاں کے باشندوں  
کو ان کا گردیدہ پایا ہے۔

**بلکہ** اسی میں یا اس کو درسرے الفاظ میں یہ عرض کر دل کہ سرکار عالم پناہ  
کے سفر حجaz سے دلپس اسلے کے لطف صدی اب۔ یہ یقین دیار عراق اور جوار ایران میں آئٹھ  
بینے تک پہنچتا ہے اور لازمی ہے کہ اس پچاس سال کے عرصہ میں ان مقدس مقامات کے  
متقد دغلامان دارثی راعی اجل کو لبیک۔ کبھی چکے ہوں مگر بایس ہمہ میں نے جس قدر اپنے  
متاذ برادران طریقت کو دیکھا۔ تو بخلاف تعداد بھی وہ کم نہ کتفے اور ان کی طالت  
اوہ یقینیت بھی ایسی قابلِ رشک اور غیر معمولی دیکھی جس کی تشریع دشوار ہے۔ اگر  
خدا کو منظور ہے تو ان کے حالات و واقعات جو اکیش سے حلوم ہوئے ہیں۔ آئندہ  
کتابی صورت میں بالتفصیل تقلیل کر دل گا۔

الحاصل میعلوم ہو جانے کے بعد کہ فیندان دارثی سے بے شمار اور نہنہ مستفیض  
ہوئے۔ سوال ہے پیدا ہوتا ہے کہ آج بھی ہماری ہدایت کا دردازہ اسی طرح کشاہ  
ہے یا مسدود ہو گیا۔ اس کی نسبت میرا خیال نہیں بلکہ بغیر یہ کہتا ہے کہ حصہ قبلہ عالم  
کے تعرفات باطنی پرستور جاری ہیں اور یہ ردِ حالی فیض ہمیشہ جاری رہنے گا۔ بلکہ  
زبانی ہدایت کا سلسہ جو بظاہر موقوف معلوم ہوتا ہے اس کو بھی اس لئے بننے کہنا چاہئے  
کہ سرکار عالم پناہ کے ارشادات کے معمون و مفہوم کو اگھو ہم بنزکر ہامل دیکھیں اور ان  
خدای پرستوں کے عجیب و غریب حالات و واقعات کے سبق آموز ہوں جو پیشوائے حق کے فیضان

ہے مستغفیل ہوئے ہیں تو باہم العظیم بقیتین نہیں بلکہ بقیتین کامل ہے کہم اسی طرح مستغفیل  
ہو سکتے ہیں جس طرح ان ہدایات سے حضور کے غلام فائز المرام ہوتے۔  
خلاصہ یہ کہ غلامان دارثی کا یہ کشیر التقدیم اگر داد۔ با وصف اس کے کہ ازوں کے ارادت و  
بیت مسادی چیزیت رکھتا ہے۔ مگر باعتبار یاافت واستفادہ حالات جدا گانہ ہے چنانچہ  
بظاہر دیکھا جانا ہے کہ ایک طبق ان ارادت مکنندوں کا ہے جو اپنی طلب صادرات کی وجہ سے  
تعلقات موجودات کو درست بردار ہو کر زادہ خدمتیں ہم سے بہت آگئے ہیں۔ اس لئے ان  
کو صفت ادل میں کھڑے ہونے کا استثنائی عامل ہے۔

دوسری جماعت ان مسترشدین کی ہے جو دل بیار درست بلکار کے مصداں ہیں۔  
کہ اپنے مشرب کے اصول صوابط و شرائط کے بھی پابند ہیں اور بقدر عز درت۔ مگر  
بغیر انہماک کے اپنا کار و بار بھی کرتے ہیں۔

ان کے بعد عام مریدین یہی بظاہر ہیں کہ عالت زیادہ میرینہیں معلوم ہوتی  
لیکن ان میں دو صفتیں بہت بڑی۔ بلکہ قابلِ رشک میں اول یہ کہ شخص کو اس کا ناد  
ہے کہم دارثی میں اور ناد بھی معقول نہ ہیں۔ بلکہ اس کا بقیتین کامل ہے کیبی دیلہ  
ہمارے حصول مقصود کے لئے کافی ہے اور صفت ثانی یہ ہے کہ شخص کا قلب اثرات  
محبت سے مناثر ہزدہ ہے اور کم سے کم وہ اپنی محبوب ترین چیزوں سے زیادہ پیش رکھتے  
ہیں کیونکہ رکھتے ہے جس کا انہیاں اس کے حالات دعاءات سے خمیاں طویل ہوتے ہیں۔  
الحاصل حضور قبلہ عالم کے یتمناں باطنی سے جملہ حلقة گوش بقدر استفادہ  
مستغفیل ہر دو ہیں۔ ہاں کوئی کم اور کوئی زیادہ۔ اور یہ تفریق ہمارے قلب کی صلاحیت  
کی مناسبت سے ہے وہ ترس کار عالم پناہ نے بغیر کسی تحقیقیں کے سب کو کیساں ہر ایسا  
فرمائی لے گوں حافظہ علیہ الرحمۃ۔

ہر چیز سمت اذ قامت نا ساز جملے انہم دو دل تشریف توبہ بالائے کس کو تاہیت

ہندوؤں کو توجید کا سبق حضور قبلہ عالمی کی بدایت میں ایک مخصوص ادھیل انقدر شان یہ دیکھی کہ آپ کی بدایت عام کسی قوم اور کسی مذہب کے واسطے موقوف اور محدود نہیں بلکہ مساوات کے زبردست اصول کے مطابق آپ نے سب کو کیساں ہدایت فرمائی۔ اور جس بزرگانہ شفقت سے مسلمانوں کو توجید حضرت امدادیت کے دین مذہب میں ہدایت سلیمان اور آسان لفظوں میں سمجھا جائے اسی طرح بکمال عنایت ہندوؤں کو شرک کے لفظانات اور توجید کے برکات سے آگاہ کیا اور ایسے پراثر الفاظ میں محبت الہی کی تعلیم فرمائی تھیں مہندودست گرفتہ بطیب خاطر موحد اور بعض فائز المرام ہو گئے۔

چنانچہ جلد غلامان واریتی کو اس کا علم ہے کہ آپ کے حلقوں گوش ہندو دیکھتے تھے اور طریقیہ تھا کہ جب کوئی ہندو داخل سلسلہ ہوتا تھا تو استغفار کے بعد اقرار اطاعت لے کر آپ کو یہ بدایت مزور فرماتے تھے کہ پتھر کو نہ پوچھنا اور جنکے کا گشت نہ کھانا اور بہم سچا لون۔

لہذا علاحدہ اور بدایتوں کے جو دقتاً فوتاً ہندو اور مکنندوں کو ہر قسمی رسمی نہیں اگر بلکہ نگاہ نامل دیجھا جائے تو یہی تین لفظیں مشرک کو موحد اور گم کر دہ را ہ کو حق شناس بنانے کیلئے کافی ہیں اور اسی ایک بدایت کی تعلیم سے انسان کامل الایمان ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ جنکے کا گشت کا استعمال بوجب ایک کریمۃ و ماماصل یہ یعنی اللہ ہ ممنوع گردانا۔ اور پتھر کی پستش کی احتراز توجید خان مطلقاً کاملاً بین ہے اور بہم کی معرفت "مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَنَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ" کی بسیط تشریع کا خلاصہ ہے۔ غرض فی الحقيقة یہ بدایت کس تدریج اور یہ چھوٹے چھوٹے جملے کیسے دین معنی اور کثیر المقادیں جوادی کو اعلیٰ اور ناقص کو کامل بنادکتے ہیں۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اسی ایک بدایت کی پددلت ہزاروں ہندوؤں نے شرک سے بیزار ہو کر توجید رب الحزت کا اقرار کیا۔ اور حضور قبلہ عالم کے فیض و تصرف سے ایسے

مستینہ ہوئے کاغذیں لے ان کو خدار سیدہ دو گوں میں شمار کیا۔

ہنزا گو دیگر ہدایات بھی قابل ذکر صدر میں لیکن ہنڑا خصوصاً اس باب میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ اسی ایک ہدایت مذکورہ بالا کے اثرات سے کیسے کیسے لوگ ازملام ہوئے مگر افسوس طوالات کے خوف سے جب قد زد افاقت کا علم ہے ان کو کبھی بحراست نہیں کر سکتا۔ اس لئے خنثی طور پر چند حضرات کے حالات تمثیلہ انگار کرنا ہوں۔  
 چنانچہ صوبہ بہار کا یہ شہر وادی ہے کہ پنڈت چنبریج سہائے بیدائی دشائشی جود رکنگ کے رئیس اور اپنے تجزی علمی کے اعتبار سے ضلع نزہت میں قوم کے سردار نئے تمام ازل نے ان کی ہدایت کے واسطے یہ سلطنت خیر فرمایا کہ پنڈت صاحب موصون نے حکیم ز العیقوب بیگ صاحب دارثی خیر آبادی جود رکنگ میں مطب کرتے تھے ان کی زبان سرکار عالم پناہ کا نام تائی سناؤ اس کا یہ شہر اک مشتاق زیارت ہوئے۔ کچھ عرصے کے بعد جب یہ معلوم ہوا کہ جناب حضرت بانگی پور تشریف لائے ہے میں اور خان بہادر ہولوی یہ نظر اسلام صاحب کے ہمراں ہوں گے تو پنڈت صاحب مجذوج بھی مدبر اور زادہ کے اس تابع کو بانگی پور پہنچے اور حاضر خدمت ہو کر فذیبوں ہوئے اور زبان منکرت میں داشلوك پڑھے جن میں تو حید باری تعالیٰ کا ذکر تھا۔

حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ پنڈت جی اس زبانی ازمار کے ساتھ تصدیق باقطب کی بھی مزدort ہے جس کے لیے نہیں اسی یہ تصنیف لے ہنک کا کھانا۔ اور بے سر کی تصریح ہے۔ اور کلیہ یہ ہے کہ تصدیق لیے مجرمت کے نہیں ہوتی۔ اور مجرمت کا خاصہ ہر کوئی ماسنی المحبوب۔ پس مقیحی ہے کہ جب تک خودی کا خیال اور دوئی کا تجاذب حائل ہے۔ خدا کی کیتائی کا لیتین کامل اور اس کا لامع قان نامکن ہے۔ تم نے تھبکوت گیا تب پڑھا ہو گا کہ کرش جی نے ارجمند کو سمجھا دیا تھا کہ انسان کے دل سے دو بدیں کا یہ نکاحیاں مٹ نہیں سکتا جب تک پریکم کی لالگ سے برہم دہیاں بھکل نہ ہو جائے۔

پنڈت جی نے دست ابتدہ ہو کر بھال غیرہ نیاز عرض کیا کہ مہاتما جی کا لے کاۓ تروں  
دیان سے تو کتابوں میں پڑھتے ہیں۔ مگر کوشائیں مہرج تصدیق کا گلہ تو گرد پاچھہ ہے۔ جس کا  
اب تک محتاج ہوں اور اسی کے واسطے آپ کے چرزوں میں فرمایا کہ آپ جگت گرداداں دانا  
میں، آپ کے درسے اس بیکاری کو سمجھی نکلا مل جائے گا۔

مرکار عالم پناہ نے فرمایا کہ پنڈت جی، خدا اور بندے کے دمیان جو اسرار ہیں اس پر  
دو بدھا کا پردہ پڑھنے سے الشان کی آنکھ احوال ہو جاتی ہے۔ لیکن اس حجاب کو جسم جنت  
کے باخن پھاٹاتے ہیں تب بندہ اپنی حقیقت سے دافع ہو کر صفات الہی کی خیفی شان کا  
مشابہہ کرتا ہے۔ پنڈت جی خلاصیہ کم جنت ہے تو سب کچھ ہے اور جنت نہیں تو کچھ نہیں  
جبیسا کہ مولانا رام نے کہا ہے۔

از محبت مردہ زندہ می شود      دزمجت شاہ بندہ می شود

یہ فرمکرا رشاد ہوا اچھا پنڈت جی جاؤ۔ پھر ملاقات ہو گئی۔

پنڈت صاحب نے حکم کی تعلیم کی۔ تند مہربس ہو کر کھڑے تو ہرگئے مگر ایک لیسی مالت  
ٹھاری ہوئی کہ کیف ہو کر اپنی گلڈی سی پیٹنڈ ک دی۔ اور ہاتھ اٹھا کر سنبھاہیت پر درد ہبہ میں کہا  
جے کہتیا لال کی۔ اور بے ہوش ہو کر گرف پڑے۔

لوگ ان کو اٹھا کر دوسروں کمرے میں لے گئے۔ جب انا تھہ تو پسلا جملہ بے ساختہ  
ان کی زبان سے یہ نکلا۔ بڑی بجول میں پڑھتا آج معلوم ہوا کہ دہ نر نکا ہر گھٹ میں  
براج رہا ہے اور ہر چیز میں اپنے نرالے روپ کا درشن دیتا ہے۔

اسی روز دو لائل پنڈت حلقہ غلائی میں داغل ہوئے اور حسب الحکم ایک شغل خاص  
میں ہسپ و قت محو اور رات کے آخری بیضعت حصہ میں ہمیشہ بیدار رہتے تھے بلکہ پنڈت صاحب  
کا ایک عجیب دغیری و اندھا در بھی ہے۔ مگر کلایے پردہ مضاہین میں ظہار مناسبین علوم ہوتیا  
ہیں۔ با ایک تراویح صاحب دارثی۔ تیس فتح مظفر پور جو علوم ظاہری اور مذہبی

آبائی سے بجزیٰ واقع تھے اور اکثر عاصم شہدت ہوا کرتے تھے ان کے سامنے ایک ہندو  
تاتا اور مسلم دارثی بیٹی داخل ہوا۔ اور حضور قبل عالم نے ذکر اسم ذات کی تعلیم ان اشلوں  
میں فرمائی کہ ہر وقت اللہ اللہ کیا کرو۔ اور یہ بھی بتا کیا درشد ہوا کہ ”جھنک کا گوشہ  
د کھانا۔ اور پتھر کی پرستش نہ کرنا۔ اور برسم پھالا۔“ جب وہ چلا گیا تو تلک نرائن حساب  
نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ یہ غلام جسے حضور کے نسل تھا میں پناہ گزین ہوا تو حسب الحکم جھنک  
کے گوشہ سے اخڑا قطعی اور خدا کی وحدت ایقان ہے مگر انہوں مجید بد لفیض کو  
اس کا شووندہ کہ برسم کیونکہ سچا تھے ہیں اور اس جوگ کے جو طریقہ ہماری تدبیح کتابوں  
میں مندرجہ ہیں ان سے دلچسپی نہیں۔ کیونکہ میں آپ کے حکم کا تابع ہوں۔

سرکار عالم پناہ نے فرمایا کہ جو کہ کرتے ہو۔ بتا رے واسطے وہ کافی ہے اور برسم  
پھالا گے تو پھر زمینداری کا کام اور اہل و عیال کی نگرانی کس طرح کر دے گے۔  
موصودتے دست ابتدہ ہو کر عرض کیا کہ اس سے زمینداری کا خیال بھی نہ کروں گا۔  
بلکہ افراد کرتا ہوں کہ اب ریاست کا پانی بینا بھی محکلو حرام ہے اور اس کا یقین ہے کہ جو  
 تمام عالم کی پروردش کرتا ہے وہ محکلو بھی میری قسمت کا نہ کہا اور درد بیگا۔ کیونکہ حضور  
کی زبان سب ایک سے یہن چکا ہوں کہ اس طرح خداب کا خالق ہے اسی طرح سب کا  
مازنق بھی ہے ॥

آپ نے فرمایا کہ تلک نرائن محبت کا تقاضا تھا ہے کہ ایک صورت کو پکڑا لو۔ دی تھا کہ  
ساختہ بیاں رہے گی۔ دی مرتبے وقت، دی قربیں، دی خشیر میں ساختہ رہے گی۔ بمصدق  
الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَعْبَثَ۔

تلک نرائن صاحب نے باقہ جوڑ کر یا استدعائی کہ حضور اس پروردش کے ساتھ  
تو نہیں بھی مرمت فرمائیں تو سب کچھ ہو سکتا ہے دنیہ میں۔ اور میری ناچیز کو شش سے  
کچھ نہیں ہو گا۔

بایو تک نرائی صاحب کا یہ بڑھنے قبل عالم کو پسند آگیا اور مسکرا کر سینے کے لئے اور فرمایا کہ محبت میں تکلف نہیں۔ ۶۔ معاشر دعشن دعا شن ہر سیکیت ایں جا۔  
 اس وقت سے بایو تک نرائی صاحب جلد تعلقات سے دست برداہ ہو کر اس باغ میں جو بیلو مرہمان سارے کے لئے اور ان کے بزرگ مسافروں کے آرام کے واسطے وقفت کر گئے۔ رہنا اختیار کیا۔ اور حضور کے تصریح سے ان کی تجارتی یہ حالت رہی کہ ہمہ دن تک کسی خیال میں ایسا مصروف رہتے تھے کہ اکٹھ پکارنے سے کبھی متوجہ نہیں ہوتے تھے اور کسی شب یہ کیفیت ہوتی تھی کہ باغ کے درختوں سے بغل کیر ہو کر رہتے تھے اور آواز بلند کہتے تھے۔ ۷۔ پر لمحہ بیکل دگر آں یا رہ آمد۔

یہ آنزاں ذکر را رشاد کر ایک صورت کو پکڑو۔ الی آخر ۸۔ جبکی بایو تک نرائی صاحب کو خاص طور پر ہدایت ہوئی۔ یہ حکم دیگر مدرسین کو کبھی حضور قبلہ عالم نے اکثر بتا کیا فرمایا ہے۔ اور اس کی تعلیم سے متعدد ارکان متفق ہوتے ہیں کیونکہ معرفت الہی کے واسطے یہ نہایت انسان اور بہت مفید طریقہ ہے۔

چنانچہ محققین ارباب طریقت نے اپنے مریدین کی تربیت اور تعلیم کے سلسلہ میں جس طرح دیگر مدارج معرفت کا ذکر کیا ہے اسی طرح یہی فرمایا ہے کہ معرفت حضرت حاج الجہاد دولاع پر منقسم ہے۔ قسم اول کا نام معرفت بالکھن ہے جس کو معرفت ذات بھی کہتے ہیں۔ یعنی اور اسکی حقیقت احادیث میں جلال۔ یہ بليل القدر مرتقبہ کسب و کوشش سے حاصل ہوتی ہے اور تو سلطکا محتاج۔ بلکہ یہ امتیازی ثرن۔ مخصوص اور بگزیدہ مقریبین کو منباب اللہ تنویص ہوتا ہے جس کو اصطلاح صوفیہ میں عنایت وہی اور تشریف اذلی کہتے ہیں۔

اوہ رقم ثانی کا نام معرفت رسمی یا معمولی صفات یا زدی ہے۔ جس کو عطیات خدادادی اور عنایات مرشدی کے ساتھ جدد و جہسا در واسطہ اور دل سے بھی فی الجمل تعلق اصرہ کار ہے اور اس کے حصول کے واسطے دو صورتیں ہو اکرتی ہیں۔ بعض طالب را حق۔ الا زاندرت

بیچوں دلبے چکوں کو آثار صنعت گوناگوں میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ بقول۔  
”ذٰلِی شَنِیْ عَلَهُ آیَةٌ“ تذلیل ائمۃ دائیۃ

یہ خیال ان کا ہے قبل اور پختہ ہو جاتا ہے تو موجودات کا ہر ذرہ صنعت الہی کا کوشش  
اور قدرت لامتناہی کا آئینہ ان کو معلوم ہوتا ہے اور جدایش و سماوات، خالق کائنات کی  
یکتاں اور بے مثیل کے شاہد عادل نظر آتے ہیں۔ ابوالکعب ائمۃ فی خَلْقِ النَّعْمَوَاتِ وَالْكَارِمَوَاتِ  
اختلاف اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَا يَأْتِ بِالْوَدْبِ الْأَلَيْبَابِ۔

اور درسی صدعت یہ ہے کہ بعض عشاق نظارہ الازار شاہد حقیقی کے اشتیان میں جب  
تحقیقات موجودات سے نارٹ ہو کر میدان طلب میں سرکفت کھڑے ہوتے ہیں اور اپنے  
اختیارات کی کوتاہی اور نارسائی دیکھ کر بہر اعجز و اسکار اپنی محرب نزین چیز کو معرفت الہی  
کے لئے آئینہ بنائے اسرار قدرت اور الازار رب العزت کے مشاہدہ کے دلستے جھوگ کرتے  
ہیں اور ان کی یہ نیازمندی بارگاہ خدادنگی میں اگر پسند ہوئی ہے تو اس پر وہ میں  
مطہب حقیقی کے جمال یا کمال کا نظارہ ان کو نصیب ہوتا ہے خصوصاً صارہ بھائے کامل کی  
صورت کو جو آئینہ بناتے ہیں ان کو کامیابی جلد اور ضرر ہوتی ہے۔

جنناپن عارف باللہ سید علی بن سید محمد فاعلیہ المرحمۃ جو مصر کے مشہور ادیب  
اوکیر الشان صوفی تھے اور جنہوں نے چالیس سال تک خلق اللہ کی اخلاقی تربیت اور  
روحانی تعلیم فرمائیں تھیں سفر آخرت فرمایا۔ ان کا یہ قول صاحب طبقات الکبریٰ تھے  
مبلد صفحہ ۲۲ میں نقل فرمایا ہے رَمَنْ كَانَ مَعَ أُنْتَأَذْهَبَ إِلَيْهَا كَانَ أَنْتَ ذُلْكَ مَعَهُ بِاللَّهِ۔  
ذرجمہ جو شخص بدون اپنے اپنے مرشد کے ساتھ ہو گا اس کا مرشد اللہ کے ساتھ اس کی معیت  
میں ہرگز گا۔

اواسی مسلک کے مولانا ردم علیہ الرحمۃ نے اپنی منشوی میں بجمال دضاحت تیسیر فرمائے  
صان الفاظ میں طالبین را ہدیت کریمہ نظر میں بشارت دی ہے۔

چونکہ ذات پر اگر دی قبول ہم خدا رذالت آمد ہم رسول  
ان دونوں مستند اور ممتاز صوفیوں کے اقوال مصروف بالا کا مفہوم اور مصالح حسن  
قبلہ عالم کے اس ارشاد کے مطابق اور مرادت ہے جس کا خصوصیت کے ساتھ بالآخر  
زمانِ صاحب کو حکم ہوا کہ ایک صورت کو پکڑ لو۔ وہی بکھارے ساتھ یہاں رہے گی اور مرنے  
وقت وہی بقیریں۔ دری خشیوں ساتھ رہے گی۔

بلکہ وہ مستقر جس کو طالبِ معرفت الہی کے واسطے آئینہ بناتا ہے اس کی ظاہری صورت  
اد جسمانی لذعیت اگرچہ مادی ہی کیوں نہ ہو مگر محبت صادق کے اثرات سے اس کے  
دہی توائے مادی طالب کو مثل اشیائے روحانی فائدہ پہنچاتے ہیں جیسا کہ حضرت محمد و م  
شرف الدین بہاری علیہ الرحمۃ کے تذکرہ میں منقول ہے کہ بھیا کے چیل میں جب آپ کو  
استغراق سے افاقت ہوا اور سکی چولا ہی "ابن کو ان کے خلوص آمیز خدمات کے صدر میں ردعافت  
کی تعلیم دی تو صورتِ تعلیم یہ اختیارِ فرمائی کہ ان کی محبوب بھیدی بھیں کے تصور کا حکم دیا اور  
چولا ہی صاحب کو اس مادی مستقر سے یہ فائدہ حاصل ہوا۔ کہ دارداتِ روحانیہ سے ستیفیض  
ہو کر فائزِ الملزم ہو گئے۔

علی ہذا ابو محمد ردیم بن احمد علیہ الرحمۃ جن کی بیہت امام شعرانی نے لکھا ہے کہ  
یہ اپنے وقت کے جلیل القدر اور صاحبِ تصرف دل نئے اور جن کا سستہ میں دصال  
ہوا اور شویز یہ میں ملز تیارت گاہ خلائق ہے۔ ان کا قول یہ ہے کہ بلغاءِ فخر اپنے اذن اُن  
ٹھیکھا بخٹلی کی دینے کہا ہے ۔ ۔ ۔ یعنی عارفوں کے پاس ایک آئینہ ہوا کرتا ہے جبکہ اس کو  
دیکھتے ہیں تو ان کو اپنے مولا کی بخٹلی نظر آتی ہے۔

دلسان الغیب حضرت حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ نے طالبین را حق کے اس مستقر کو  
استعارہ کے طور پر دوسرے الفاظ میں یہ فرمایا ہے کہ ۔ ۔ ۔

ما در بیال عکس رُخ یار دیدہ ایم ۔ لے بیز ز لذت ثرب مام

اور عارف سامی مولانا عبدالرشد مسیح جاگی علیہ الرحمۃ اس طرف ارشاد فرماتے ہیں مہ  
اپنے دیدا ندرخت جائی کند تحقیق ما گرذاز تقلید یاں ترسک کنھیش کند  
اور حضرت ابو بکر صدیق بنی اللہ عنہ نے تعلیم فرمائی ہے کہ "إذ قبّلَهُمْ فِي عَابِرَتِهِمْ"  
کہ محبو بکر یا کے جمال جہاں آ را کا اگر نثارہ مطلوب ہے تو اپ کی عزت اہمیت کو آئینہ باکر  
دیکھو گے تو ان کی مقدس صورت میں حضرت رسالت کی شکل زیبائی دیدے سے مستفید ہو گے۔  
اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ محققین ارباب معرفت کے اس خیال کی بنیاد مرث ان کے  
شخصی تیاس اور ذاتی اچھنا دیر موقن نہیں ہے بلکہ قرآن مجید شاہد صادق ہے کہ حضرت  
رب الحضرت نے اپنی معرفت کے واسطے بجمال مراحت یہی طریقہ تعلیم فرمایا ہے چنانچہ سورہ  
اعرات پارہ ۹ رکوع ۱۶ میں ارشاد فرماتا ہے کہ جب موی (علیہ السلام) وقت ہیز پڑائے اور  
ہم نے کلام کیا تو "قَالَ رَبِّ أَرِنِي الظُّرُوفَ إِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَنْزَلَنِي وَلَكِنَ الْفَزْرَ إِلَى الْجَبَلِ فَنَانِ  
اسْتَعْرَفَ كَانَ افْسَرَنِ تَرَبَّقَنِ لَمَّا تَجَلَّى رَبِّ الْجَبَلِ جَعَلَهُ ذِكَرًا وَخَزَّ مَوْسِعَ مَعْبَقًا۔ اس  
عبارت کا معنیوم بامحاورہ الفاظ میں یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے مشاہدہ جمال الہی کی تھا  
قابو کی رب الحضرت نے سمجھا دیا کہ تم نظردار غلطت احادیث کی تاب نہیں لاسکتے لیکن لپٹے  
کلیم کی چونکہ خاطر اور عزت افرادی بھی منظور ہوتی۔ اس نے دیکھنے کا طریقہ تعلیم فرمایا کہ اس  
پیارہ کی طرف دیکھو۔ یعنی پیارہ کو مستقر بنانا تو دیکھ سکو گے۔ پھر اس پیارہ پر شاہد بے نیاز نے  
تجھی زبانی۔ تو پیارہ جلال بیزدی سے پارہ پارہ ہو گرے سمارہ ہو گیا۔ اور موسیٰ پیوش ہو گرے پرے۔  
اس شہادت قرآنی سے صاف ظاہر ہو گیا کہ باوجود موسیٰ علیہ السلام جلیل القدر  
رسول اور سالم اللہ موصیٰ تکنیک کے ممتاز خطاب سے سزاز تھے لیکن اس تحفیض کے تھا  
بھی نظردار جمال حضرت ذوالجلال کے لئے ان کو مستقر قائم کرنے کی پدایت ہوئی۔ اور یہ  
بھی ظاہر ہو گیا کہ پیارہ کی جیتنی تو عیت اور مہیت حالانکہ مادی تھی۔ لیکن تخلی الزار الہی کے  
لئے مرکز قرار پایا۔ اور وحاظی واردات میں موسیٰ علیہ السلام کا شرکیں حال رہا۔ اور

مرسی علیہ السلام کو اس مستقر کی وساطت سے کما حق ناندہ ہوا۔

خلاصیہ کہ حضور قبلہ عالم کا یہ ارشاد جس طرح سیاق طریقت کے مطابق اور اصول  
ذہب کے موافق ہے اسی طرح روحانی اثرات اور حقائقی برکات سے مخلوق اور تنکر ہے جس  
کے مقام سے باپوتلک نژاد صاحب دینا کے دام تزدیر سے ہدیث کے لئے آزاد ہو گئے بلکہ  
اکثر ہندو اس بُدایت کی تعلیل سے منزل مقصود تک پہنچے۔

جیسا کہ منشی رام سہایں لال ساکن قصبه ریشم آباد جن کا حضور کے تذکمہ اور تمندل  
میں شمار ہے اسی بُدایت کی تعلیل سے ایسا مستیقد ہوئے کہ برہم چاری خطاب پایا اور اس  
خداشناس کا ایامِ حج میں عرفات پر انتقال ہوا۔

اور سیاحت کرنالیں جب کسر کار عالم پناہ حافظ عبد القیوم صاحب دارثی  
کے ہمان نئے اور حافظ صاحب کی سفارش سے آپ نے رام سر دپ امر ترسی تاج روشنیہ کو  
 داخل سلسلہ فرمائکر ذکر اللہ ہر کے داکنی در د کا حکم دیا۔ اور ارشاد ہوا کہ برہم پھیلا۔ کچھ  
عرصہ کے بعد وہ دیلوی شریعت حاضر خدمت ہوئے۔ تو دیکھا کہ ان کے لیاں میں مرفعیں  
دفع کا ایک گرتی بھقا۔ دوسرے روز رخصت کے وقت یہ حکم ہوا کہ تم بُدایں منصور حلانج کے  
ڈبیر پر جھاڑا ددبا کر د۔

اویسی پرشاہ مری دستوں کی جب بردی میں بیت لی تو یہ حکم ہوا کہ تپیر کو پوچھو گے تو پھر ہی  
دکھائی دیگا اور برہم پھیلان گے تو انوار الہی کا مشتابد ہو گا اور ہر وقت اسم ذات کی تسبیح پر صادر کرد  
پھر نایام میلہ کا نک میں وہ حاضر خدمت ہوئے تو ان کو خلعت فخر دیکھ برہم شاہ خطاب پر مت فریبا۔  
الغرض حضور قبلہ عالم کے فیض و فخر سے متعدد ہندو موسی اور ضاپرست ہو گئے۔  
جن میں بعض حلقة بُوش محبت الہی کے جوش میں تعلقات دینیا سے ہدیث کے لئے سبک دش  
ہوئے اور بعض ارادتمندان دینیا کے ساتھ مگر اصول اسلام کے پابند رہے۔  
یہودیوں کی ارادت علی ہذا حضور قبلہ عالم کے فیضان باطنی سے یہودی بھی معذوب ہیں۔

رہے۔ بلکہ مثل دیگر امتدادیں کے وہ بھی حاضر تھے جو کہ کیاں خلوص و عیقت  
صلفہ غلائی میں داخل ہوتے تھے۔ چنانچہ فیض شاہ صاحب خادم نماص بارگاہ وائی کتے  
ہیں کہ ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم بھنوں میں قیام پذیر تھے کہ گھوڑا کاری پر ایک مدد و اوسیکے عورت  
انگریزی لباس میں ہاتھ میں مسماٹی لئے آئے اور مجھ سے کہا کہ حاجی صاحب بابا سے عرض کر دک  
ہم مدرس سے مرث مرید ہوئے حاضر ہوئے ہیں ہیں لے جا کر حضور سے عرض کیا کہ ایک میم اور  
ایک انگریز آیا ہے ارشاد ہو بالا لو۔ میں آگران کوئے گیا۔ دو لڑن قدموں ہوئے اور میم نے  
ہاتھ توڑ کر عرض کیا کہ ہم گھنے گاروں کو اپنی غلائی میں قبول فرمائی۔ حضور نے ان کو مرپید کیا اور  
فریبا کہ اس کا زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کر دکھن طرح موسیٰ علیہ السلام خدا  
کے رسول اور کلیمہ تھے اسی طرح محمدؐ خدا کے جیب اور پیغمبر تھے اور جو چیزیں قرآن ہیں  
حرام اور حرام ہیں ان سے پرہیز کرنا۔ اور جو فرض ہیں ان کو بجا لانا۔ اور جھوٹ دیکھانا  
پھر ایک تہبیت دیکھان کو تھبت کر دیا۔ اور مجھ سے فریبا کہ فیضونام ان کو انگریز سمجھتے تھے۔ یہ  
یہودی ہیں مگر اب دائرہ اسلام میں آگئے۔

اور راجہ دوست محمد خاں صاحب دارالخلافہ مدنہ بنی علیع سلطان پور ناقل تھے کیمیرے  
دوست التفات احمد صاحب دیکھ لے جب لغرض حج بیت اللہ جاذ کا سفر کیا تو میں کبھی بھنی  
مک ان کو پہنچانے لگیا تھا۔ اور بینا لغزی دس بارہ روز ایک ہوٹل میں مقیم رہا۔ اس دوران  
میں جگر کی خرائی سے تپ آگئی اور دہاں کے مشہور داکٹر مارڈن صاحب کو علاج کئے گئے۔  
جو صورت ایسا بیشین معلوم ہوتے تھے مگر موصوف نے یہ دارث کہکرن بغض دیکھی۔ جب لغز کو کچھ  
تو میں نے کہا۔ داکٹر صاحب! آپ نے بغض دیکھنے کے وقت بادارت کیوں کہا۔ موصوف نے کہا  
میرے مرشد کا نام ہے جو دشواری کے وقت لیا کرنا ہوں۔ میں نے کہا عیسائی کیوں کہیں پیدا کیے سے  
کیا تعلق۔ انہوں نے ہنس کر کہا میں عیسائی ہیں ہوں میرا آبائی مذہب یہودی ہے مگر اب  
تو وارثی ہوں۔ میں نے کہا تم آپ کا انگریزی معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اصل

میں نام میرزا مردن ہے۔ لیکن جب دلیلت میں پڑھتا ہتا تو میرے کلاس فیلو بچہوں میں  
آواز ہونے کے محکمہ ہار نہ کہتے تھے اور اسی نام سے اب تک مشہور ہوں۔

پھر میں نے کہا۔ یہ تو فرمائیے کہ آپ مرید کب ہوتے۔ انھوں نے کہا میں سنتے ہیں جیسے  
کہ بزرل ہاپیل کا انچانح نخاد ہاں عرس کے زمانہ میں حاجی صاحب کو دیکھا۔ پھر میں بھرپور  
ہوا۔ پھر میری بہن اور بھی اور بچے بھی مرید ہو گئے اور سنتے ہیں سب کو لے کر دیوی شریعت  
گیا نخاں اس وقت یہ حکم ہوا نخاک تو کرسی چھوڑ ددا و خلق اللہ کو فائدہ پہنچا۔ خدا رحمت ہے  
کہ تھا احمد صدیق کو مدد دیا۔ جب سے بہاں رہتا ہوں اور صبح دشام مرتباں کو دادا صفت  
لوقتیم کرتا ہوں اور بہت آرام سے ہوں۔ لذکری سے بہت زیادہ اب آمدی ہے۔

یہ سنکریں نے معافانہ کیا اور کہا۔ اکر رضا صاحب میں بھی اسی سرکار کا ادنی غلام ہوں پھر  
ہم دنوں دیر تک حضور کا ذکر کرتے رہے اور شب کو ڈاکٹر رضا صاحب کی دعوت کی۔ یہیں میں ان  
کی بہن اور بھی بھی شرکیں ہوئیں۔

غرض اس مضمون کے تذکرے دیگر بار ان طریقتو سے بھی منقول ہیں۔ اور گزار ان  
دافتقات کا ذکر لجپی سے خالی ہیں ہے۔ لیکن شما کی بحالی کے تو مقابله ہندوؤں کے یہودیوں کے  
تعداد کم معلوم ہوتی ہے مگر اسی کے ساتھ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ مضافات بنداد (شریعت)  
میں حضور قبلہ عالم کے حلقوں بگوش یہودی زیادہ سختے اس لئے کہ وہ انہوں ملت جو سیاست  
عراق اور زیارت عالیات کو مستیند ہوتے ہیں اکثر ایکن یہودیوں کی ملاقات ہوئی ہے جو حضور کے  
فیضان عام سے مستفیض تھے علاوہ اس کے اچھی دافعات سے بھی اس نیال کی کافی تصدیق ہوتی ہے۔  
چنانچہ ایک سرتبر سرکار عالم پناہ اگر دیں حافظ گلاب شاہ صاحب کے ہمہان تھے کہ خادم  
نے اکر عرض کیا کہ ایک سن رسیدہ عربی شناق زیارت ہیں۔ آپ نے فرمایا بلاو۔ جب دد حاضر  
خدمت ہوئے تو نہایت پرجوش ہمہ میں "یا دارثی انت مولانی" کہ کر قد مبوس ہوئے۔  
حضرت قبلہ عالم نے فرمایا۔ این یہ ملک اکتمان کہاں ہے، انھوں نے دست لبڑ عرض کیا۔

«آئا مِنْ قُوَّتِ الْحَكَمِ لِلْبَلَادِ وَالْبَعْدَادِ شَرَّطَهَا اللَّهُ لَقَائِي» (میں قوہ عمار کا باشندہ ہوں جو حوالی بغداد میں ہے) ارشاد ہوا۔ مَإِسْنَكْ (مکہار اکیا نام ہے) عرض کیا۔ یوں سنت ابن شمعون المزروعی (کہا یوسف ابن شمعون مزدہ) آپ نے مسکرا کر ان کو سینہ سے لگا یا اور فرمایا یعنی اُمْلَكْ (مکہاری ماں کیسی میں) انہوں نے آپ بیدہ ہو کر عرض کیا مانست ران کا انتقال ہو گیا۔

پھر حضور قبلہ عالم نے حاضرین سے مقاطب ہو کر فرمایا۔ یہ تارے پرانے یا بڑیں جب قوہ کی سیر کرنے لگے تھے تو انہیں کے مکان میں بھرے تھے اس وقت ان کی عمر کم تھی مگر ان کے باپ جو دہل کے یہودیوں کے مردان اور حضرت عمر بن علی بنیاء علیہ السلام کے مدارکے کلید بردار تھے انہوں نے ہماری بڑی خاطر کی اور اپنے ساتھ اپنے خاندان کے مرد اور عورتوں کو مرید کر دیا تھا۔ اور خود دنیا پر لات مار کر فیض ہو گئے تھے۔

ان کی ماں بھی خدا کی محبت میں گھر چھوٹ نے پر آمادہ تھیں مگر ہم نے وہ کا اور کہا کہ اپنے بچوں کو خدا کا بندہ سمجھ کر پہلے پروردش کرو پھر تبقیر ہو جانا۔

اور حافظ گلاب شاہ صاحب سے فرمایا کہ یہ مکہارے بھائی ہیں ان کی خاطر کرو۔ اور اس کا خیال رکھنا کہ یہ لوگ گوشت بہت کھاتے ہیں اور چائے زیادہ پیتے ہیں کسی بات کی تکلیف نہ ہو۔

اور حب حضور قبلہ عالم نے آگرہ سے مراجعت فرمائی تو ان کو اپنے ہمراہ دیوی کی شریفی لائے اور چند روز کے بعد ان عطیات رو حامی کے علاوہ جن کا علم ہم کو نہیں ہے۔ بظاہر کبھی ان کو تہبین د، رضاہی۔ مکمل۔ اور بعض قسمی چیزیں دے کر رخصت کیا۔ اور خاص طور پر کچھ بدایتیں بھی فرمائیں۔

ان کے اس قیام کے دوران میں باتیں ہوئیں تو معلوم ہوا کہ یہ حاجی بھی ہیں اور ذکر خلیلیں کرتے ہیں۔ اور یہ تو چشم خود دیکھا کر اس کے آنحضرتیں وہ سوتے ہو گئے۔

اور یہی انھوں نے کہا کہ یہ سفرِ الدہ کے حکم سے کیا ہے کیونکہ مر جو مر نے دم پیس  
یہ ویسیت کی تھی کہ بغیر کسی دوسرا خیال کے مرتضی شد برحق کی قدموں کی بیت کہ بنستان  
جانا اور موقع پا کر یہ عرض کر دینا کہ آپ کی مشتاق تریاہ تھیں۔  
پارسیوں کی عقیدت اس طرح پارسی بھی حضور قبیلہ عالم کے دست گرفت نئے گمراہ بنستان  
یہ ان کی آبادی چونکہ بہت محدود ہے اس لحاظ سے باعتبار پارسیوں کے اس کثیر التعداد  
گروہ داری میں ان کا شمار زیادہ نہ تھا لیکن جو شعبت جو سکارا عالم پناہ کا خاص تصریح اور  
آپ کے ارادت میں دل کا لازمی حصہ ہے اس کے اثرات سے پارسیوں کا قلب بھی متاثرا درہمہ  
مزدور تھا اور باوجود مذہبی بغیرت کے ان کی عقیدت مسلمانوں کی ارادت کے کسی طرح کم نہ تھی  
کیونکہ حضور قبیلہ عالم نے محبت الہی کا سبق بغیر کسی لفڑ کے سب کو کیا اس جیشیت سے  
پڑھایا جو آدمی کل اور ہٹلے کامل کی حقیقتی شان ہے۔

چنانچہ مولانا ہدایت الدل صاحب داری، مدراسی جو مشہور ادیب اور محدث اور  
ماہر ریفت زبان تھے اور جن کے تجھ کا ارباب علم و فضل نے اعتراض کیا وہ بلحاظ مذہب  
آبائی آتش پرست تھے اور چونکہ اپنے مذہب کے علم تھے اسلائے پارسی اپامقند اکبر مجھتے تھے  
لیکن جس طرح موصوف دیسخ النظر اور جامع علوم و فنون تھے اسی طرح یہی طبیعت  
کا انداز تھا کہ کوئی خیال بغیر کسی تو سی استدلال کے قائم نہیں کرتے تھے اس نے آتش پرستی  
سے الا اس نہ تھے اور بعض شکوک رفع کرنے کے لئے اپنی دندگی کا بڑا حصہ اس کوشش اور جستجو  
یہی مرتضی کیا کہ کوئی مذاہس مذہب حق تلقین فرمائے۔

عمرتیک دہریت کے خیال ہیں متبلد ہے اس کچھ مدنہ مذہب میسری کی تقلید کی مگر تیش کا  
مسئلہ جو اصول مذہب ہے جب سمجھیں نہ آیا تو فرقے اسلام کی جانب جوڑ ہوئے۔ اور  
آخر حضور قبیلہ عالم کے حلقة گوش ہو گئے۔

چونکہ مولانا کے واقعہ بیعت واردات کا علم چشمیدی نہیں اور دھمکی کا حقیقتی علم۔

کب اور کہاں اور کیوں تک سلسہ دارثی میں آپ داخل ہوتے۔ اس لئے کہ مولانا نے اپنی سرگزشت کی بیان نہیں کی۔ البته ہمیں تذکرہ اکثر یہ کہتے ہیں کہ سرکار عالم پناہ نے ہاتھ پکڑ کے توحید کا سین اس طرزی سے پڑھایا کہ شیخ دینا الہی مٹکھن ہرگزی کہ اس باب روزی سے قطعاً مستفر ہو گیا۔

ادرسہ نے یہی دیکھا ہے کہ صود کا طرزِ معاشرتِ نہایت سادہ اور موجودات سے بے اقلن سخا اور تھاہیات بکمال ثبات و استقلال ان کا نام بدان خیال قائم رہا حالانکہ تجزی علیمی کے لحاظ سے ہر جگہ ان کی قدر و ان کے واسطے مقدمہ حضرات آماد ہو ہے لیکن ان کے پختہ خیال نے سیاست کو آزاد رکھا اور عنایت داری سے کبھی ان کا دامن ترہہ تکہ حرص و ہر لئے غبار آؤ دنیں ہوا۔ اور اسی حالت میں ان کو ملا گی حقیقت دوسرے علم میں بلایا۔

علی بنا ڈاکٹر دوسرا بھائی جو آج ہر رخ و مہابت اپنے حام کے ساتھ وارثی لکھتے ہیں اور بھائی میں جن کا مشہور ڈاکٹر دین میں شمار ہے ان کا بھی عجیب و غریب واقعہ ہے کہ معلمین میں کیا صورت پیش آئی کہ صود کو بھائی سے شرق اور دارثی کشاں کشاں دیوی اشریفیت لایا۔ اور یہ سعادت اپنی اضیحہ کو ہی کوہ تعلیم یافت پاری بکمال خوبی خشوع سلسہ دارثی میں داخل ہوا۔

چنانچہ ڈاکٹر صاحب کے واقعہ بیعت کا خلاصہ ہے کہ ایک روز صود میں اپنی بہن کے حاضر خدمت ہونے اور قدموں کے بعد نہایت اضطراری حالت میں آپ بیدہ ہو کر عرض کیا کہ ہم گھنکار ہرگز اس لائق دکھتے کہ آپ کے مقدس دبار میں حاضر ہوئے مگر آپ واقعہ میں کیوں نکرتے اور کس نے ہم کو سیاہ تک پہنچایا۔ اب استدعا ہے کہ از راہ کرم اپنی غلامی میں قبول فرمائے۔

حضور نبی عالمؐ نے تھوڑے تامل کے بعد دلوں کو استغفار پڑھا کر داخل سلسہ نظر اور سبسمیں سے ارشاد ہوا کہ متصل پرنس کر پکے۔ اب تمام عمر محبت کی اس آگ کا سامنا ہے۔

جو غیر اللہ کے تعلق کو جلا دیتی ہے۔

اور خادم کو حکم ہر اک ان کو درگاہ میں فضل حسین کے پاس پھر ادتا ک ان کو کسی تم کی تکیف نہ ہو۔ کیونکہ دوسرے آئے ہیں اور بڑے شخص کے فرستادہ ہیں۔

دوسرے روز دو لال قدمبوسی کے لئے حاضر ہوئے تو ڈاکٹر صاحب نے دست بابت عرض کیا کہ ہم کو کوئی پرایت فرمائی جانے برکار عالم پناہ نے ڈاکٹر صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ”محبت کا نقاشنا یہ ہے کہ دل ہر وقت باد مجوب بیس مصروف ہے اور ہماں تھوڑے بنیا کا کام اس طرح کر دکہ دل کو باتھوں سے سرد کار ہر دن ہماں تھوڑے دل سے تعلق ہے اور اس کی تسلیت ہر کہ خدا ہر ایک تشیعہ اور تکشیل سے مرا اور واحد اور قدیم ہے۔ جاذب خلن کو فارسہ پہنچاؤ۔“

ڈاکٹر صاحب کی بہن نے عرض کیا۔ میرے پیارے رہنمایرے لئے کیا حکم ہے ارشاد ہو اکتے بجز خدا کے کسی کو مجبود نہ چاہا تو احمد تمہر میں کے وسط میں تین روزے رکھا کر د۔ اور جس کو بھوکا دیکھو اس کو کھانا کھلاؤ اور جو پیاسا سا ہواں کو پانی پلاو۔ یہ فرمائکر خصخت کر دیا۔ دو روزان قیام میں اکثر دو گل لے ڈاکٹر صاحب سے یہاں آئے کا سبب مختلف عنوان سے دریافت کیا۔ مگر انھوں نے یہ راز پولیشیدہ رکھا۔ اور جواب میں یہی کہا کہ تسمت اچھی نہیں جو نار سے گلزار میں آئے۔

عیسائیوں کا استفادہ اسی طرح منعد عیسائیوں نے حصنو قبلہ عالمی پر اشتہریت کی تھی ہو کر اپنی قیم معتقدات سے انکار اور توحید حضرت امیریت جل جلالہ کا بکمال مست خلوص افزار کیا اور حصنو کے ظلیل حمایت میں پناہ گزین ہوتے۔

ادا پکے اس مخصوص بیان کی تکانیت میں تیغیں ہو اج گمرا غلامان بدرگاہ دلشی کا اللہ حصہ ہتھی عیسائی حقنگیوں بی بقدر استعداد مجتبی کجھ تین تا چھات بیض نہاموئی کیسا تھا ایعنی جتنے ہوش ہے بلکہ آفرید ارشاد کا اپریا اپر اتر جو ہے دست گرفت عیسائی جو دست بلکہ کوئی مصلحت نہیں ایک بھی عاداد

خیالات دائرة انتظام سے باہر نہ کرتے ہیں۔ بلکہ ان کے علاض سے نایاں طور پر انہیارہتا ہے کہ کاتب کا دل دردشون سے منفوم اور سوز محبت سے ضرور معمور ہے۔ چنانچہ حاجی او گھٹ شاہ صاحب والی نے جن کا قدیم خرقہ پوش تقریبیں شمار ہے۔ (کیونکہ موصوف کو، ارجمندی الاول ۱۳۱۷ھ کو سرکار عالم پناہ نے خلعت فقر مرحمت فرمایا ہے) اپنے رسالہ عیافت الاحباب میں بعض عیسائی ارادہ تکنہ دل کے ایسے علاض تھیں لائق نقل کے ہیں جن کا ہر تجھیہ زبان حال سے شاید ہے کہ یہ بے قرار دل والوں کی پرورداد آزاد ہے اکھیں علیہنہوں کا اقتباس نہیں کرتا ہوں۔

پہلے سڑھا اس من وارثی جو افرانیقہ کے باشندے اور اد. آر. آئی بیلوے کے ملازم اور بارگاہ وارثی کے قدیم حلقة بگوش تھے ان کے خط کا ایک جملہ یہ ہے کہ: تسلیگ آج کل حضور کی زیارت کیلئے دل بہت بے چین ہے۔ میرا حال آپ پر روش ہے۔ ہم اور یہم صاحب آپ کے غلام ہیں۔ علی ہذا ایک عقیدت مندی یورپیں، جمہوی یورپیں بھی نہیں بلکہ مقتند اور تعلیم یافتہ عیسائی تھے یعنی ٹریبرسی۔ ٹریکیک میسجر راجپوتانہ بیلوے۔ جن کی ظاہری آنکھیں حضور قیامت عالم کی زیارت سے بادی التنزیلیں مشرفت بھی ہیں ہر یہیں مگر وہ اپنی طلب صادق کے لحاظ سے نادیدہ جمال، سیرت وارثی پرشیفتہ اور ترقیت تھے ان کا الجیر شریعت سے آیا ہوا ایک مطول علیہنہ جس کے معنایں واقعی شوق و ذوق سے ملوا در جس کے بر لفظ سے موصوف کی گہری عقیدت اور کامل محبت کا انہیار ہوتا ہے اسکے بعض جملے اس خیال سے نقل کرتا ہوں کہ ان کے مطالعہ سے ہم کو سرکار عالم پناہ کے فیضان ہاطنی کا یہ کشمکش نظر آتا ہے کہ وہ دور افتادہ عیسائی جس نے آپ کو دیکھا بھی نہیں تھا مگر ہمارے رہنمائے کامل کے متن روغانی سے ایسا مستینہ ہوا کہ ان کی تحریر سے ارادت دمودت کی کچی ادد دل آور خوش بذریعہ آتی ہے۔

چنانچہ سڑھا موصوف نے کب رات ہم جوانگری زمان میں تھا علاحدہ دیگر مختارین کے

ایک مقام پر بحثے ہیں جس کا ترجیح یہ ہے میرے پیشا میں جانتا ہوں کہ میرا زبان بچراپ کے بری نہیں۔ مگر میری بری بتتا ہے جس کو آپ بی پورا کر سکتے ہیں کہ ایک بکرا لمبسوں خاص کا مرمت ہدا درپنی عنایت سے میرے قلبی خواہشات کو پورا کر دیں۔

باد جو دیکھ اس علیحدہ کا جوابِ شنبی بخش اور تلکین بخش الغانمیں حسب ایمیدِ سائل کو مرحمت ہوا اگر اس طالبِ صادق کا دوسرا علیحدہ ۲۵ دسمبر ۱۹۰۷ء پر جوش مختاری میں مملو پہر آیا۔ جس کے بعض جملوں کا ترجیح یہ ہے: حضور نے جو ترک بھیجا ہے اس کو میں تمام عمر اپنے ساتھ رکھوں گا، پھر اگر لکھتے ہیں تو میرا دل چاہتا ہے وہ مجھے کو دیا جائے۔ اور میرے گناہ معاف فرمائیے اپنے اگر بھما ہے۔ میں بھی آپ کے قرندوں میں ہوں۔ میری حالت ایک گود بدال گئی تھی۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ آپ میری مراد پوری کر دیں، پھر اگر لکھتے ہیں، میرے پڑیے باپ! میری گریہ وزاری سنگورا را سست کیجئے میں میری مدد فرمائیے، پھر لکھتے ہیں میں خوشیں جوں کہ اکتوبر میں پانچ باردار ان طریقت کو دیجاتا چو عرس کی شرکت کے لئے یہاں آئے تھے ان سے آپ کی خیریت پوچھی اور حلوم ہدا کر آپ عنایت سے ہیں:

غرضِ مشرپہوت کے چار علیشمی مضمون کے ادراکی قسم کی تمناویں سے بھرے ہوئے رسالِ صیافتِ الاحباب میں مسطور ہیں اور ہر خط کے ایک ایک جملے مدرسہ البری کے جوشِ عقیدت اور فرطِ محبت کا مکا حقاً اظہار ہوتا ہے جو حضور قبلہ عالم کے تعریفِ باطنی کی عین دلیل ہے اور آپ کی قوتِ روحانی کی یہ لیٹیرشان لذت آتی ہے کہ فیضانِ ہدایت نے بغیرِ نہ سہب اور عیشِ پستہ قوم کے افراد کو ایسی طلبِ صادق مرمتِ فرمائی کر دد را ہتھ کے نیلاشی اور شاہدِ حقیقی کے گرد دیدہ ہو گئے۔

اوہ بعض عیسائی ارادتمند فیضانِ دارثی سے اس درجِ منفی حصہ ہوئے کہ رکارڈام پناہ نے ان کو خلعت فقرِ مرحمت فرمایا۔ اور ان غدا پرستوں نے بعد افتتاحِ تعلقات نہ اپنا تندگی اور نسلگلے مروپ پر بنہ بھیش سیاحت میں مصروف ہے۔ چند پہ سدمی شاہدِ صاحب

وارثی جن کے ابتدائی حالات اور ان کی ارادت دیجیت کے واقعات کا گذجکو بخوبی علم پہنیں کیونکہ میری صفتی میں موصوف کا انتقال ہوا۔ لیکن ان کے ہم عمر حضرت ناقل نتفے کو دہ بارگاہ وارثی کے قیامِ حلقة بگش اور لوح ترکستان کے باشندے نے اور ان کا آبائی ندھب عیسائی تھا۔ اور ان کی زندگی کا زیادہ حصہ ہندستان کی سیاحت میں گزرا اور شہر ہوئے کچھیں کی سیر کو جا رہے تھے کہ اتنا تھے راہ میں علیل ہوئے اور مانڈلے میں سہیش کے لئے دنیا سے دست برداہ ہو کر دار القرار کا سفر کیا۔

اسی طرح ولایتی شاہ صاحب وارثی جرمی جو ہندستان میں بجز خاکت آئے تھے۔ لیکن عنايتیلیزدی شامل حال تھی کہ حضور قبلہ عالم کے حلقة ارادت میں داخل پکر ہمارک الدینیا ہو گئے اور رحیت اللہ کے لئے پاپیادہ جا رہے تھے کہ راست میں انشال ہو گیا۔ علی بن عبد اللہ شاہ صاحب وارثی بھی عیسائی تھے جن کا نام حضور قبلہ عالم کے مشہور خرقہ پوشوں کی فہرست میں ہے ان کوئی نہ بھی دیکھا تھا ہر چند عمر اور صنیعت بہت تھے۔ لیکن اسیم تھت کا ذکر کا ایسے شدد مد کے سانظر کرتے تھے کہ سامعین کے قلب پر اثر ہوتا تھا۔ چور میں گھٹنیں ایک مرتبہ دن کو ستو نکھاتے تھے۔ ہر سال سرکار عالم پناہ کی نیمیزی کیلئے آتے تھے مدرس کے کسی دیہات میں گوششیش اختیار کی تھی اور تقریباً ۱۸۵۸ء میں دین صالہؑ کو نٹ گلارزا کا واقعہ الحصیل قیدم اور تکنڈول کے علاوہ دو رانیزیں بھی اکثر عیسائی حضور قبلہ عالم کے حلقة ارادت میں داخل ہو کر اپ کے تیسان باطنی سے مستفیض ہوئے جن کی عقیدت اور سیاست کے حالات ماسوائے شنبیدہ کے بعض دیدہ بھی ہیں اور اکثر واقعات کا خلاصہ یادداشت میں مسطور بھی ہے لیکن بخیال اختصار صرف ایسا یک عیسائی کی ارادت کا واقعہ تقلیل کرتا ہوں جو سرکار عالم پناہ کے فیوض و برکات کی محتمم یادگار ہے جس کی حالت اور کیفیت سے جناب حضرت کی زد اثر نبوت رو حادی کا کافی اندازہ ہو سکتا ہے۔ دھیکہ آخر دسمبر ۱۹۰۷ء میں ایک نوجوان یورپیں عیسائی جس کو اب خدا کا متفہینہ

گہنا چاہئے پریس سے ایک ترجمہ کو ہمراہ لیکر ہمیں پہنچتے آیا۔ اور حافظہ خدمت پوکر اپ کے دست ہتھ پرست پر تاب ہوا اور بعد از ازارت بہزار عجز دنیا ز استعمال کی کہ آپ کے تو سطھ سے اسی زندگی میں اور اکیفیں آنکھوں سے حقیقتِ صفات صدیقیت سے آگاہی اور تحملی ایوار احمدیت کا مشاہدہ چاہتا ہوں۔

سرکار عالم پناہ نے بکمال شفقت اس کی تسلیع اور تشفی فرمائی اور مسمی کے ساتھ اس طالب خدا کو بینے سے لگایا۔ اور بعض ایسے ہدایت آمیز کلمات مشتمل ہو رہے ذکرات ارشاد فرمائے جن کے اثرات روشنائی سے وہ خوش لفظیب جوش محبت سے مکیفت اور افراط مسمرت کا آبدیدہ ہو گیا۔ حضور نے حاجی اول گھٹ شاہ کو حکم دیا کہ ان کو سٹاکر کے مکان میں سہرا دادا ران کے آرام کا سامان کردا وار کرانے کا خیال رکھنا۔ کوئی تکلیف نہ ہو۔

بعدہ دہ نوگر فتار دام مجحت شام کو بغرض قدم برسی حافظہ خدمت ہوا تو حضور نے مترجم سے فرمایا ان کو سمجھا دو کہ جب تہ نہ کی قیمت روپیہ اور اشترنی بیس ہے جو شخص اپنی فیضت چھپوڑتا ہے اس کو غذا منتابے اگر تصدیق ہو تو ہر چیز میں اس کا جا جوہ لفڑا تا ہے۔ پھر دسرے روز بعد نظر حضور قبلہ عالم نے اس کو بلاؤ کر شیریتی اور نصیحت ہنسپند مجحت فرمایا۔ اور ارشاد ہوا۔ جائ� ایک صورت کو پکڑا۔ دہی کہنا رے سانچ رہے گی۔

خاہیوں کے اس خداشنا اس عیسائی کا نام داشنا مترجم سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس جوان صالح کا نام کو نٹ گلرزا ہے۔ اور امرتے اپیں کے ایک منباز خاندان کا یہ کن ہے اور یہ نے دلت منشی کس کا بیٹا ہے۔ مگر نظر تفریغ پریس کے مشہور کائناتی مشتمل ہوئیں میں زیادہ رہتا ہے اور علاوہ علوم مذہبی کے دیگر تنوں کا ماہر۔ خصوصاً علم کلام کا بے مثل عالم ہے۔

حالانکہ ہمیشہ سے طبیعت اس کی حق پسند اور وحدائیت پرست سمجھی اور ارباب زید اور اصحاب تصور کا سمجھیش تلاش رہتا تھا۔ لیکن مرا اخشم علی صاحب دارثی متول شریم

بجیزی سڑی کا انتخاب دیئے، البتہ گئے تھے ان کی زبانی بہ طبعی سادہ سبب تبلکہ نامناسب  
تھا اور اُپ کے صفات سے آنا ہوا اس وقت سے ملتفق زیارت تھا  
غُریب نوجوان یہ سائی کے حالات کا خلاصہ اور داخل بیعت ہونے کا واقعہ تو  
اسی قدر رضا یا یکن مجھ کو یہ ذکھارا منتظر ہے کہ بارگاہ داری شکے اس طبقہ گوش کوہ نہ کے  
کامل کی عنایت اور توجہ سے بدلنا ہر کیا بیض ہوئے اور اس کے طرزِ معالجت ہیں کیا انتہا  
ہوا اور اب یہ سائی کس عالت میں ہے اور اسکی گیا خیالات ہیں یہ کوئی تصوری مراجحت کیسا نہ کہ جس کی پہلی  
لیکن اگر غائر سے دیکھا جائے تو اس حق شناس کی جدید رندگی کے حالات حسب طریقہ  
محبت ہنایت شاندار معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ پہلا درود کا اس طالب راحمۃت کو فیضان  
داری سے کیا جسد ملا۔ اس کی دافقی تشریع کرتا میرے واسطے یہ دشوار ہے کہ قلبی داردات  
ہیں جن کا تعقل کلیتہ باطن سے ہے اور اگر مجھہ ایسا شخص کوئی اپنا ٹھنڈی تیال پیش کرے تو  
وہ نہن ہزر شہرات سے والبتہ ہو گا۔ اس لئے اس کی صحیح اور قابلِ اطمینان و عنایت  
اسی عالت میں ہو گئی ہے کیا کوئی صاحبِ اصریت اس طالب اور طریقت کی حقیقتی حالات  
کا اٹھا کرے۔ یا نو دفعہ یا بواہ نہیں کنندہ کی تقریر یا کسی مستند تحریر استباذه کیا  
جائے۔ اہنہمیں یہی صورت اختیار کرتا ہوں اس دستے کی اسان ہی اور میرے انکان میں بھی ہر  
چنانچہ منتفیض موصون کے قلم میں لکھ ہوئے وہ الفاظ میں کہرتا ہوں جوز باطن  
سے بآذان بلند بیان کرتے ہیں کہ باد جو دیکی کوئٹھ گلارز کو ایک شب آستانہ داری پر قیام  
کرنے کا شرمندی مکمل ہوا اور اس عرصہ میں صرف تین مرتبہ حاضر خدمت ہوئے اور ہر مرتبہ  
چار پانچ منٹ سے زیادہ حضوری لسیب نہیں ہوئی لیکن اکیفیں چند ساعتوں میں صحبت  
داری کا دہ اثر ہوا کہ جو بر سول کی مجاہدیت سے نہیں حاصل ہونا۔ بعضاً -

یک زمانے میں صحبت با ادیسہ بہتر از صد سال طاعت بے ریا۔  
حضرت قبلہ عالم کے دھماں کے نتوڑے عرصہ کے بعد کوئٹھ گلارز نے پرس سے

لپنے دستخطی اور حیرتی شدہ خط مورخ ۱۳ ائمہ کے آخری حصہ میں مترجم کی عزمن حاجی ادگھٹ شاہ صاحب دارثی کوئی لکھا ہے "میں آپ سے معاملہ کرتا ہوں اپنے دل کے حصنوں میں میں نے ان کو دیکھا کہ دوسرا عالم میں جا رہے ہیں اور موت کے قریباً ہوں نے اپنے وعدے اور میری خواہش کو پورا کر دیا اور مجھکو اپنے قلب سے توام کر لیا۔

کونٹ گلارڈا کایا خط جو اکھوں نے اپنے ہم مشرب اور ہم خیال دینی بھائی کیکھا ہے۔ اس کے ان جملوں سے بغیر کسی تadal کے موصوف کے صفاتے باطن اور انتشان صحیح کا اظہار ہوتا ہے اور یہ مسلم ہے کہ ارباب طلاقت نے کشف صادق کو آثار دعائیں میں شمار فرمایا ہے جو بررسوں کی ریاضت اور مجاہدت کے بعد بارگا و مبداء نبیف سے ساک را حق کو تلقیبیں ہوتا ہے۔

لیکن میفناں دارثی کا یہ عجیب و غریب کرشمہ نظر آتا ہے کہ چند ساعتوں میں ایک عیسائی کے قلب کا ایسا کامل تصفیہ فرایا کہ وہ پیرس میں بیٹھا دیوبی شریعت کے حالات دیکھ رہا ہے اور غرۂ صفر کے واقعات حرث بحرث بیان کرتا ہے۔

بلکہ علاوہ اس نبیف روحانی کے کونٹ موصوف لے اپنی اس یافت کا بھی صاف لفاظ میں اقرار کیا ہے کہ دل تے اپنے وعدے اور میری خواہش کو پورا کر دیا۔ خواہش کیا تھی اس کا ذکر اور اچکلے ہے کہ جلی الوار الہی کا مشاہدہ ہو اور اس کا اقبال ہے کہ پیش ائے برجت نے پورا کر دیا تو یہ ایک نبیف۔ ایسا ممتاز ادبیل القدد نبیف ہے جس کو نامی نبیف کا جامع کہا جاتا ہے۔

غرض کونٹ گلارڈا کے اس خط سے ثابت ہو گیا کہ رہنمائے کامل تے ایلفائے وعدہ فرمایا۔ اس کو یوں کہا جائے گہ ابدي برجت کی عنایت سے ملزم موصوف کو ان کی خواہش کے مطابق بلکہ امید سے زیادہ ان کو استعداد اور روحانی مرحمت فرمائی۔

پھر اس خوش بہناد عیسائی کا دوسرا خط مرقومہ، ستمبر ۱۹۰۵ء حاجی ادگھٹ شاہ صہبا دارثی کے پاس آیا جس میں کونٹ گلارڈا نے مرن اپنی اس تحقیق و تدقیق کا تذکرہ کیا ہے کہ خدا

تبلا عالم نے وہ احکام میرے واسطے مردم الفاظ میں صادر فرمائے تھے میں نے ان  
جملوں کے مطالیبِ دنی پر اپنے خیالاتِ نایم کئے ہیں۔

یہ طرزِ عمل کہاں تک موصوف کی قوتِ ردعہانی کے واسطے میقش ثابت ہو اس کا علم  
ہیں مگر کونٹ گلارزا کے اس لستہ سے اس کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے کہ ہمارے انہی ملت کی  
ردِ حادیت میں پیش ائے بہت کی عنایت سے ردِ افرادِ ترقی ہوئی۔

اس کے بعد کونٹ گلارزا اداری اپنے تیرے خط مورثہِ اکتوبر ۱۹۰۵ء میں لکھتے ہیں۔ یہیں  
اوْحَى شَادَ تَرَهَبَ صَاحِبِي الْمُكَرِّجِ مُلِذُكَ الْأَنْتُبَ لَكَ بِالْعَسْرَبِيَةِ یعنی کہ  
میرا مترجم گیا ہے اس وجہ سے میں تم کو عربی میں لکھتا ہوں: فَغَفَّتْ عَنْ رَاشِيقَنَى  
بِالْعَدُومِ زَاهِلَانَ أَغْرِيَصُ فِي التَّرْجِيدِ: یعنی میں علمی مشاغل سے فارغ ہو گیا ہوں  
اور توجید کے دریا میں غوطہ زن ہوں۔

کونٹ گلارزا نے استغفار کے طور پر وہ بھی بکمال انتصار "وَالَّذِي أَغْرَيَصُ فِي التَّرْجِيدِ" ہے  
میں اپنے مشاغلِ روحانیہ کا ایسے لینے پر ایسیں ذکر کیا ہے جس کے مفہوم سے ان کے احوال  
تلکی کی مسمیٰ تقویر کے درجہ دکھالی دیتے ہیں۔ اور ایک رخ سے ان کی ردِ حادیت میں  
منداشتان نظر آتی ہے اور دوسرا سخ سے مژمود صوف توجید کے جیبا اور مختبس  
معلوم ہوتے ہیں۔

حالانکہ یہ دلوں صورتیں اہل توجید کے احوال باطنی سے تعلق رکھتی ہیں لیکن دلوں  
کے مابین فرق یہ ہے کہ پہلی شکل موصوف کی تکمیل روحانیت پر دلالت کرتی ہے اور دوسری  
شکل سے ان کا، مَعَ الْفَكُرَةِ فِي مَيْدَانِ التَّرْجِيدِ ۖ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

کیونکہ اگر "أَغْرَيَصُ فِي التَّرْجِيدِ" سے مراد یہی جائے کہ کونٹ دیباۓ توجید میں غرق اور  
حقائق توجید سے کما حقہ خبردار ہیں تو اس صورت میں موصوف کو صاحب دید دیا فنا  
کہہ سکتے ہیں اور دیباۓ بھی معمولی یافت نہیں بلکہ برتوجید کی غواصی جوئی المحققت ارباب

معرفت کا بہت بڑا مرتبہ ہے۔ چنانچہ عوام کے مشہور اور صاحب حال صوفیوں میں  
بن المتن علیہ الرحمۃ کا قول ہے ﴿الْتَّوْحِيدُ نَوْقَنَ الْمُخَارِقِ﴾ کہ توحید محدث سے بالازم ہے  
اور عبد الرحمن لفسوہی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ﴿رَفِعَ الْعَلِيُّمْ عِلْمًا وَتَحْذِيلِيًّا حِلْدَ عَلِيُّمْ سَبَرَ تَرْكِيَّةَ طَهِّ﴾  
اور تحقیقین حضرات صوفیوں نے حقیقت توحید کی نسبت بالاتفاق فرمایا ہے کہ توحید رہب  
الحرت ہنابت مقامات اور غایت غایبات ہے اس لئے یہ مرتبہ اکھیں مردان با صفا کو باگاہ  
حضرت احمدیت سے تغییل ہوتا ہے جو ماسٹ اللہ سے دست برداشت کر کر وادی طلب میں  
بکمال منبسط و مخل رعنائے معبود کے سامنے اپنی رسمتی کو بینت و نابود کرتے ہیں اور تخلی الزار  
شاد حقیقی کے شوق دیدیں پر واشرہ ارجان شارسی کے لئے تیار ہتے ہیں۔

علاوہ اس کے حضرت موحدین کے ایسے ہی صفات بلکہ ان سے زیادہ ممتاز علاوہ  
حضرات صوفیہ نے اور بھی ارتقام فرمائے ہیں۔ لیکن خیال یہ ہوتا ہے کہ صفات مذکورہ مختص  
اویکل موحدین کے ہیں اور ایسے صفات تھے وہی برگزیدہ سنتیاں موصوف ہوتی ہیں۔  
جن کام عقدس وجود صدیقوں کے بعد عالم شہروں میں آتے ہے اور جن کی عنلمت کا نیا ان طور  
پر اظہار ہوتا ہے اور ان کے اعزاز دامتیاز کا یار و اغیار اقرار کرتے ہیں۔

اس لئے اگر کوئی مشکوک بھی ہے کہ کونٹ گلارز اکاظا ہری حالت کے لحاظ سے  
اس مرتبہ علیا پر فائز ہونا ہماری چشم ظاہریں کو ناموز دل حلوم ہوتا ہے تو نظر امتیاز  
پہلے سے یہ صورت اختیار کرنا مناسب حوال معلم ہوتا ہے کہ خیر الامد اوس طبا، پر عمل کیا  
جائے۔ ادعاً غرّصٌ فِي التَّوْحِيدِ، کا آخر الذکر تہم تیلم کریں۔ ادا اس جملے سے سرمهجہ  
کے باطنی جوش اور رد عالی حالت کی نسبت یہی اندازہ دیا جائے کہ اپنے ادراک حقیقت  
توحید کے لئے کوشش و سرگردانی ہیں طالب توحید حقیقی ہیں۔

کیونکہ اب اب طریقت کے نزدیک سالک را طریقت کے فزومباجات کے لئے  
توحید کا یہ مرتبہ بھی کم ہنسیں ہے اور اس مقام تک بھی رسائی۔ ایسیں جانیاں مردان خدا کی۔

ہر دل تھے جو صاحب ثبات و استقلال اور سہیت پرست خیال ہوتے ہیں۔  
 بہر حال موصوف بھر تو جید میں عرق ہوں یا اور اک حقيقة تو جید میں منہک اور  
 مصروف ہر دھالت میں اس تو فکار دام بحث کی شخصیت کا انٹھار اور تو جید میں کسی  
 کسی صفت میں ان کا شمار کرنا ضرور ہو گا اور بساط تو جید کے کسی گوشہ پر ان کو جگہ دینا پڑے گی۔  
 اور جب کوئی کثرت کا نزد مودودی میں داخل ہونا مان لیا جائے گا تو لانات سے ہو گا کہ ان کو نازل لایا  
 بھی کہا جائے۔ اور یہی دکھانا ہم کو مقصود بھی ہے کہ حضور قبلہ عالم کے فیض صحت نے ایک  
 عیسائی طالب کے خواہشات روحاں کو ایسا پورا کیا کہ اس کا اقرار ہے "ذلائل ایکوسن فی الشیخیڈ"  
 اس کے بعد عصتنیک کوئی کلائز اکھڑنے نہیں آیا اور کسی درس سے ذریعہ سے یہ حلوم  
 ہو اگر دھ صادق اللہ ادات کیا اور کسی حالت میں ہے۔ لیکن تین سال کے انتشار کے بعد  
 اس آدارہ دشت بحث کا خط مرور ہے۔ ۱۹۵۸ء مصروفے حاجی ادھر شاہ صاحب کے  
 پاس آیا۔ جس کے مظاہر میں سے ظاہر ہوا کہ سلف سے عشق و محبت کا جو مشہور کرشمہ اور  
 مخصوص نتیجہ زبان زد ہے کہ سب صادق کو شوق وصال شاہی حقیقی میں ناقابل برداشت  
 صدیقات کا سلسلہ ہوتا عز و دی اور غیر معمولی صوبات کا پیش آنا لازمی ہے اس لحاظ سے  
 کوئی بھی اپنائے محبت میں مبنی لائے آلام ہوئے اور دفعتا بیسے ایسے حاذمات رہنما ہوئے  
 کہ موجود ہجڑ کروطن ماں وطن سے دور تاہرہ کے مشہور دارالعلوم جامع ازہر میں بحیثیت پروفیسر  
 نلسنہ الیت کا درس دیتے ہیں۔

چنانچہ کوئی کوئی اپنے اس خط میں لکھتے ہیں: "تَذَمَّرْتُ لِلَّاثْ مِيلَنْ أَيْهَا لَأَنَّكَ تَنْذِينِي" ۴  
 یعنی اے پیارے بھائی! یعنی سال سے ملاقات نہیں ہوئی۔ الححال ایسی لاد ابریم الظرف ابھا  
 لِإِيمَانِ الْجَبُوٰيْ تَذَمَّرْتُ مِنَ اللَّهِ مِسْرَهُ ۴ میں سمیتہ اپنے برگزیدہ خدام حبوب کی افسیر  
 سامنے کھتنا ہوں۔

پھر انی موجوہ حالت کا انٹھار اور بعض مصارب کا بصرحت ذکر ہے یہ: "تَذَكَّرْتُ

لکھن اِمْتِیَحَانِ الْشَّعُوبِ لِكَفَرِيَّةِ لَبَّوْهَنْ بِلِ مَجَنْ: اور دہمن سوت امتحان میں متبللہ اور دشواریاں پیش آئیں تو الہی ترقی والگر شما کالہ راجح ہی اُمَّ وَ اُخْتَانَ: کہ میرا پا مرگیا۔ اور اس کا مال تملک ہو گیا اور میری ماں اور ددہ بیٹیں میں۔

کونٹ گلارز کے اس خط کام فہریم گو بظاہر دل خراش اور لائق تحریت مزدوج ہے مگر جس طرح ان کے باپ کا انتقال، مال کا انتقال، خانہ بریادی کی مصیبت، غریب الوطی لیکن زین جس کے بھیاں کی خیال سے قلب بے چین اور پریشان ہوتا ہے اسی طرح حقیقت حال پر نظر کی جائے تو صفات ظاہر ہوتا ہے کہ موصون کے مسلک کا اقتضا اور ان کے مشرب کا صیغہ اصول ہی ہے کہ مصائب کا معنوی پہلو طالب صادق کے حق میں ہنایت مفید اور عبارک بلکہ قابل تہبیت ہوتا ہے۔

کیونکہ حضرت صوفیا کے کلام کے مستند ارشادات سے ثابت ہے کہ اگر صبر و ثبات فایم رہے تو ایسے ہی واقعات کے دفعوں پر طالب راہ حق کی ترقی درجات ہوتوں ہے اور یہی صعبوبات جب پیش آتے ہیں تو موحدین اسرار توجیہ سے خبردار ہوتے ہیں۔

چنانچہ منقول ہے کہ سید الطائف حضرت جنید علیہ الرحمۃ سے توجیہ کی امریں دیا گئے  
کی تو اپ نے فرمایا کہ التَّرْجِيدُ الْذِي أَفْرَدَ بِهِ الصُّورَيْةُ هُوَ إِنْرَادُ الْقَدَمِ عَنِ الْمَعَدَّ  
وَالْأَخْرُمُجُ مِنْ الْأَذْهَلَانِ وَتَطَعُّمُ الْمُحَلَّبِ وَكُنْ يَكُونُ الْمَخْتَ مَكَانُ الْجَمِيعِ ॥  
یعنی وہ توجیہ جس میں عومنی منفرد ہیں۔ قدم کو حدود سے الگ کر لینا اور دنلوں سے باہر نکلنا اور اسباب تعلق کا ذمہ کرنا۔ اور سب کی جگہ حق کا قایم کرنا ہے۔

نماج العاد فیں حضرت جنید علیہ الرحمۃ نے جو صفات ارشاد فرمائے ہیں ان کو کونٹ گلارز کے ان حادثات سے ملا کر دیکھتے ہیں جن کو ہم ظاہریں پہلے صوبات سے تجیر کرتے ہیں تو فرمی واقعات اب توجیہ کے درجات اور موحدین کے مقامات معلوم ہوتے ہیں۔ اور صفات طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ ابتلاء کے پردہ میں صورت استفادہ کی

ادب در حقیقت مسٹر کونٹ کی مکتب توجید میں ترقی ہو رہی تھی۔

الغرض کونٹ گلارزا کے بیخ طوطاً بھی حاجی اور گھٹ شاہ صاحب دارثی نے اپنے سامان  
ضیافت الاحباب "مطبوعہ ۱۹۱۳ء" میں بکال احتیاط افقل کئے ہیں جن کو مرسری نظرے بھی  
اگر دیکھا جائے تو ان کے اکثر جملوں سے لیکر کسی تاویل کے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ ان  
کا کافی تصریفات داری سے حسب دلخواہ مستقیند ہوا۔ خصوصاً کاشت باطنی اور تصدیقیت  
توجید کا شرف اس مقلد تسلیث کو بارگاہ مبداء رفیعیں سے حمزہ لفظیں ہوائے۔

البته یہ سوال اگر کیا جائے کہ مدت کشf اور مراتب توجید میں موصوف کی یافت کیا ہے  
تک ہے زاس کا بصیر اور قصیلی جا پاس لئے ہما سے علم سے باہر ہے کہ قیامی واردات ہیں مگر اس  
قد مفرد کہ سکتے ہیں کہ وہ احوال جن کاظمیت میں اخلاق مختلس اور صفات روحا نیز میں  
شمار ہے ان کے اثرات سے ایک حد تک اس طالب خدا عیسائی کے قلب کو سرو کار مزدہ ہوا اور  
ہے اور اسی کے ساتھ یہ بھی عرض کر دی گا کہ یہ گراں بہایافت کونٹ کی کسی جدد توجید کا نتیجہ  
ہنسیں ہے بلکہ یہ روحانی نیض اور اپدی سعادت انہیں چند ساعت کی محنت کا کرشمہ ہے۔  
جد دیوبھی شریعت میں ان کو لفیب ہوئی اور جس کا فخر کے ساتھ ان کو اقبال ہے۔

چنانچہ علاوہ ان خطوط کے ایک مطول خط اور بھی ہمارے پاس محفوظ سے جو اس  
پرستار بارگاہ دارثی نے غلام محمد صاحب دارثی کو اس وقت لکھا تھا۔ جب کہ جامعہ  
از ہر کی بائیس سالہ خدمت کے بعد موصوف بعمر پانچ سیاحت ہندستان  
آئے تھے۔ اور کلکت کے تعلیمیافت حضرات نے آپ کو مدرسہ عالیہ کا  
عربک پر دنیسر بنایا۔

کونٹ گلارزا نے اس خط میں اپنی تدبیم ذمہ داری کے انقلاب اور جدید تندگی کے  
قابل ذکر حالات اور حضور نبی عالم کی خدمت میں حاضری اور اس مختصر صحبت کے متعدد  
مفادات و کثیر برکات اور آپ کی عنایت سے روحانی یافت اور اس کے گرلقدر تشریفات خاتم پر کی

کے آلام میں مبتلا ہونا۔ تاہرہ میں جرعتہ بک تیام کرنا اور ہندوستان آنے کے اسباب  
ہبائیں تسلیم اور دنیا سخن کے ساتھ تلمذیت کئے ہیں۔

مگر چونکہ اسی امطول نقطہ جو بیمطہ معدنا میں پرستی ہوا ہے لہذا طوال  
قطعی ناموز دل بتا سائے مناسب سمجھا کہ سالہ بڑا کے آخری صفات پر مدح زیر تجہی کے اشارے  
سے اس کو نقل کر دوں کہ ناظرین کو مرکار عالم پیادہ کے فیضان باطنی کی طبیعت کی طبیعت  
کا مشاہدہ کرنے میں آسانی ہو۔

قطعہ نفراس کے الگ خطوط کے وہ بارہ مصائب میں جوئی الحیثیت کوٹ کی خداشانی  
کے واسطے کافی دلائل ہیں ان کا حوالہ سمجھی ذہبیجاۓ تو بھی صرف ان کے عادات اور خیالات  
سے ان کی خطا بینت اور ان کا منہب فی التوحید ہزنا نایاں طور پر ظاہر ہوتا ہے۔

مثلاً الگ چہ عدم سرمایہ کی وجہ سے وسیع پایا پرورہ خدمت خلنہیں کر کئے تاہم ایک  
طریقہ للہیت کا یہ اختیار کیا ہے کہ بندگان خدا کو الحاد و ازنداد کے مذومہ نتائج سے بچا کر  
کے لئے گرمیوں کی تعیبل میں سفر کرتے ہیں اور بڑے بڑے شہروں کی مشہور درگاہوں میں  
بیا۔ بآپ علم و فضل کے ان عام جلسوں میں جو مخصوص اسی غرض سے منعقد ہوتے ہیں۔ حضرت  
احدیت جل جلالہ کی توحید اور قدمت پریسی مدلل تقریب کرتے ہیں کہ سائنس کے دلدارہ  
فلسفہ جدید کے گردیدہ اور انگریز اور ہندوستانی سردار گربیاں ہو کر اکثر پانی ذہنیت کو  
روگرداں اور موصوف کے ہم نما اور ہم خیال ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس دوچال میں  
کے اندر آپ کی سچی ہمدردی کا یہ اثر ہوا کہ یک میڈیوں مشرک مودع ہو گئے۔

خلاصہ یہ کہ اس خدا پرست بورپیں کی عقیدت اور ارادت کے بعض حالات اور اس کی  
خطوط کے چند اقتباسات جو تمثیل لگا شک کے اگر ایں کوئی شیم الفاظ سے بیکجا جائے تو  
حضور قبلہ عالم کی پدایت عام کے عجیب و غریب اثرات اور فیضان بھی کے ان طبیعت  
برکات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ جنہیں نے ہر زمباب و مدن کے طالبین را چحت کو عنده اللہ

ایسا مستینہ فرمایا کہ جو خاندانی گم کر دہ ادکنے ان کا خدا شناس بندہل میں شمار ہو گیا۔

آداب طریقت | علی ہذا حضور فقبلہ عالم نے اپنے ارادتمندوں کو آدابِ الظاہیت سے بھی آگاہ کر دیا اور ہنایت آسان اور عام فہم لفظوں میں شرائط سلوک اور شوالِ مشرب کمال شفقتِ تعلیم فرماتے۔ چنانچہ اس باب میں چند ایسے مفہومات نقل کرنا ہوں جن کو تعمیم کامرنہ تھا ہے اور با وجود مختلف ادعا و نہم ہونے کے ہنایت جامع اور دیس میں معنی ہیں اور اظر غاری سے دیکھا جائے تو ان کی یہ غیر ممولی صفت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ انہیں ارشادات کی تعییل سے ذی استعداد مسٹر شدین بھی مستینہ ہوتے۔ اور یہ سکتے ہیں اور ہم ایسے بتتیں یہ کے دستے بھی انہیں ملتوں ملتات کے عارفانہ مفتاہیں سے بننے آئے ہوں مامینہ اور سود مند کی مثلًا مرید کی ارادت اور عینہ دت اور پیر کی عنایت و شفقت کی لحبت جناب حضرت نے اپنے غلاموں سے مخاطب ہو کر اکثر فرمایا کہ جو مرید پیر کو درجھنے دد مرید باقص ہے اور جو پیر مرید سے در در ہے وہ پیرناقص ہے۔

لفظی حیثیت سے اس ارشاد کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ کو مرید کی ارادت اور محبت سے گرا تعلق ہے اور اس خیال کو مستقل اور پختہ کرنا اس طرح طالبین بائبلین کا کام ہے اسی طرح دہ لذاموز طریقت بھلی اس کی تعییل کر لکنا ہے جس نے وادی سلوک کی پہلی منزل میں قدم رکھا ہے۔

اور دوسرے حصے میں پیر کا مل کے درجات عالیہ کی تولیع فہمانی ہے اور اس کے فیروض و برکات سے اربابِ رحمت کو مطلع کیا ہے کہ جس خلوص و مورت سے مرید اپنے پیر کے خیال میں محو اور مستغرن رہتا ہے اسی لحاظ سے پیر اس کا منازل سلوک بیاس کا دشیگر اور معادن رہتا ہے۔

اور اگر مرید کو پیر کے خیال میں محیت نہ ہو یا پیر اپنے مرید کی امداد اور عامت نہ کرے تو پیر میری لفظیں سے اور دنوں کی صفات ساقط الاعتبار ہے۔

اور دیکھا ہے کہ اس فرمان وارثی کی تعمیل سے اکثر اخوان ملت منتفی میں ہوئے اور ان کے واقعات قابل تطبیر ہو رہیں۔ لیکن طوالت کے خوف سے ان کا ذکر نہ کروں گا۔ اور شاید پہ لحاظ سلسلہ اسی تدریع من کرنا کافی بھی ہو گا کہ اس پر ایت وارثی کی معروف لفظوں کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ سرکار عالم پناہ نے مرید کی ارادت صادق اور محبت والان کامیابی یہ فرمایا ہے کہ ہر طالب میں مرشد برحق کو اپنا مدد و معادن جائے اور غائب میں بھی حاضر و ناظر رکھے۔ اور اس کی دستگیری کا بغولے "یَدُ اللَّهِ وَقْتٌ أَيَّدَهُمْ" یقین کامل ہو۔

اور اسی طرح مختلف دیگر صفات کے پیر طریقت کی ایک لازمی صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ ہمہ وقت مرید کا کیفیں ہو۔ اور خطرات و خدشات سے محفوظ رکھنے کے لئے اس کے تلب کانگراں رہے۔ جیسا کہ مرشد کامل کی تعریف میں مولانا عبدالرحمن نے فرمایا ہے۔

**بندگان خاص علام العزوب درجیاں جاں جائیں لقلوب**

یہی حضور قبلہ عالم نے فرمایا ہے کہ مرید صادق وہ ہے کہ جو پیر کی بارگاہ کو نقصان سے پاک سمجھتے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جس کا پیر نہیں اس کا دین نہیں پیمادان مئن لکھ شیخ لہ ۷ دینن لہ۔ یہ بھی فرمایا ہے مرید کی کامیابی اس کے پیر کی عنایت پر موقوف ہے یہی ارشاد ہوا ہے کہ جس مرید کو اپنے ہر انتقاد سے زیادہ پیرست عیندست ہوتی ہے اس کا پیر عیندست بیان کا محافظہ ہوتا ہے۔ یہ بھی فرمایا مرید کو وہ ارادہ کرنا چاہیے جو پیر کا اشارہ ہو یہ بھی ارشاد ہوا کہ مرید پہلے بیمار کے ہے اور پیر قبلہ طبیب کے ہوتا ہے اور قاعدہ ہے کہ جو بیمار طبیب کی بدایتوں پر عمل کرتا ہے اس کو شفاقت ہوئی ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ مرید ہے کہ جو باپ کی خدمت پر پیر کی خدمت کو مقدم جانے اور پریدہ ہے جو صلبی اولاد سے تباہ اولاد پر زیادہ ہو رہا ہے اور یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ مرید کا مرکز تعلیم و محبت ہے جو اس سے ہٹ گیا دہ خراب اور جو تائیکم رہا۔ وہ کامیاب ہوا اور یہ بھی فرمایا کہ "فِي الْحَقِيقَةِ مَرِيدٌ" ہے جس کی مراد اس کا پیسر ہے۔

یہی ارشاد ہو اک" مرید کے دستے پلی شرطی ہے کہ جو حدود پیر نے اس کے لئے بخوبی کئے میں۔ اس کے باہر قدم ستر کئے ہیں فرمایا گکہ مرید کو خود میں۔ مراد کم جو ب رکھنی ہے "یہی فرمایا گکہ مرید سادق وہ ہے جو پیر کے سامنے اپنی معلومات کو بخواہے یہی ارشاد ہے کہ پیر کی خوشی کے سوا مرید کی کوئی خواہش نہ ہو۔ یہی فرمایا گکہ مرید اپنے طرح پیر سے ملے جس طرح قطرہ دیا سے بلیت ہے اور جب تک نہیں ملتا اس کا نام فطرہ ہوتا ہے اور جب سلچاتا ہے تو اسی فطرہ کو سب دیا کہتے ہیں۔" اور یہی ارشاد ہو گکہ پیر کی صورت میں خدا ملتا ہے" اور یہی اکثر فرمایا ہے کہ جو مرید صدقی واردات سے اپنے انعام میں پیر کی موافق تکرتا ہے اس کو قانونی الشیخ کہتے ہیں۔" نہ ہو ری ہ شیخ کے تو بادیر و حرم کارنے دار دار افگندہ زکفت بھو و زنار نہ دار

صفحت فنا اس مجموعہ ارشادات کو اگر مریدین کا دستور العمل کہا جائے تو یہ جائز ہو گا۔ خصوصاً آخر الذکر دوں قرآن تو جامع مقام مفترضین ہیں اور حضور فقبلہ عالم نے ان دوں مفہومات میں ہنایت سادہ اور بہت محضرا الفاظ میں اس بلند پایی مسلک کی جانب اشارہ فرمایا ہے جو اخلاقی صوفیہ میں حلیل القدر صفت ہے اور مخصوص عشق کا منہت ہے اور یہ کیونکہ طریقت میں خلق سے انقطع اور حق سے اصال کو فنا کہتے ہیں جس کی سمجھیں کے بعد مرتبہ لقا الغیب ہوتا ہے اس وجہ سے فنا کا مورث فنا یعنی نام ہے۔ غرض حب ارشاد سرکار عالم پناہ یافتہ ہو اک مرید یکو پیغمبر اخلاقیں پیر کی صورت میں ملتا ہو فنا فی الشیخ کے نام میں ہو جائے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حاجی ادھم شاہ صاحب دارثی نے حضور فقبلہ عالم کو فنا افاظ دیکھ کر غرض کیا کہ حضرات صوفییے کرام کے تذکرہ میں نقول ہو کہ مشائیں عظام کا الفاق ہے کمر تہ فنا میں مارنے میں فتقہم ہے۔ اول فنا فی الشیخ دوم فنا فی الرسول سوم فنا فی اللہ اور چوتھے اپنے پہلے دو جسے فوقيت رکھتا ہے۔ اوسالکیں جو یکمین ہر سارے دو جو کیلے بعد گزندیریج طرف ماتیں ہیں۔ اور بعد حصول درجہ فنا فی اللہ مددہ صاحب مقام فنا نے کامل سمجھے جاتے ہیں۔

او مسلم ہے کہ فنا کے نخوی معنی مٹ جانا ہیں۔

پہنچا ایساں تک مکن الوقوع معلوم ہوتا ہے کہ سالک راہ طریقت۔ تقرب حضرت احمد بن جلال اللہ کے شوق میں کمال جدوجہد، مرشد برحق کیستی کے سامنے اپنی ہستی کو نیست دنیا و دن کرتے ہیں اور پیر کی عنایت سے وہ خوش نصیب فنا فی الشیخ ہر کر پہلا درجہ فنا کا حاصل کرتے ہیں۔ لیکن یہ سمجھیں نہیں آتا کہ دہی طالبِ جس کا پیر کی عنایت اور تو جہے ہے دجھے دکالِ عالم ہو چکا اور دہ پیر کا عین ہو گیا۔ اور اس پر صاحبِ ہستی ہوتے کا اطلاق دہما تو پھر دہی فنا شدہ طالب دوسرا اور تیسرا درجہ فنا کے واسطے مکر را دسکر فنا کیونکہ ہو سکتا ہے کیا اس کی فنا پذیر ہستی میں فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ ہوتے کے لئے دجھے دو ہوم عود کر آتا ہے۔

حضرت قبلہ عالم نے متبسم ببول سے منظر الفاظ میں فرمایا کہ اسی قدر سمجھہ لینا کافی ہے کہ مرید صادق الارادت اپنی ہستی کو جب پیر کی ہستی کے سامنے فنا کرنا ہے اور اس کو فنا فی الشیخ کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھ دوسرا درتیسرا مرتبہ بھی ہے ہو جاتا ہے لیکن پیر کی کشکل میں اس کو فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کا مرتبہ جاتا ہے جیسا کہ ولا اعلیٰ الرحمة نے

فرمایا ہے

چونکہ ذات پیر اگر دسی قبول ہم خدا در داش آمد ہم رسول  
 چونکہ حضور قبلہ عالم کا فراج ہمایوں ہنایت اختصار پسند کرتا۔ اور سہیتے بڑے بڑے مسائل کا ذکر آپ چھوٹے چھوٹے مگر جامع اور معنی خیز الفاظ میں فراتے تھے ادا آپ کی اس منظر تقریر کا غاص لفڑتی یہ فنا کا سامعین ان اجالی جملوں کا منہوم بخوبی سمجھ جلتے تھے۔ اس اذان سے حاجی او گھٹ شاہ کو آپ نے فنا کا دینق مسئلہ کسی سامنی سے سمجھا دیا اور مولا اعلیٰ الرحمة کے شعر سے استدلال بھی کس قدر لطیف اور حسب حال فرمایا جس کے بعد کسی اور شبک گناہ میں رہنی کے اور دئے لخت فنا کے معنی مٹ جانا اصرہ میں مکریاں فنا سے موت طینی مراد نہیں ہے۔ بلکہ صوفیہ بجائے لخوی معنی کے اصطلاحی معنی اختیار

کرتے ہیں اور اصطلاح صوفیہ میں فنا سے مراد مرید کا احکام پر کی موافقت میں ایسا  
محادہ مستخرق ہو جاتا ہے کہ جلد مرادات و معلومات مدد میں ہو جائیں حتیٰ کا پیسی ہتھی ہو جو خبر جاتے۔  
اوہ مقام فنا کی نسبت متفقین ارباب طریقت نے یہ فرمایا ہے کہ حضرات سالکین کی  
مخصوص اور منتاز حالت کا نام فنا ہے جو ان کے ارجح متواتر کی آخری منزل ہے۔  
اوہ بعض حضرات نے ذیعیت فنا کی تعریف یہ فرمائی ہے کہ طریقت میں فنا س عدم  
شود کو کہتے ہیں جو واسطے شہود الازم تی مجدد ہوا وہیں حالت میں سالک کو اپنی بیشوفی  
سے بھی بے شوری ہو جانے اس کی کیفیت کو ذائقی الفنار کہتے ہیں۔  
اور اگر رشد حضرات عارفین نے فرمایا ہے کہ فنا کی حقیقی تعریف ہبایت تجویٹ فی المثادر  
غایت بیرالی اللہ ہے۔

ادب عہدین طریقت کا قول ہے کہ "مَنْ فَنِيَ بِالنُّرِّ أَلْبَقِيَ بِالنُّورِ" یعنی جو اپنی  
مراد سے فنا ہوا وہ مراد حق کے ساتھ باقی رہا۔  
اوہ حقیقت فنا کی نسبت ارباب طریقت نے علاوہ دیگر روزہ دلطاون کی مختلف  
المیال سالکین کو ان کے مقام اور انہا م کے اعتبار سے اسی پیرا یہ میں جواب دیا ہے  
جان کی ذہنیت کتنی۔

چنانچہ بعض نے سائل کے اطمینان کے داسٹے فنا کا مفہوم - فنا رخوافات اور  
ادا برآئی فریبا جو متنزہ م ہے تو بے لفسم ہے اور کسی نے سائل کے غلط ہو کر فرمایا کہ فنا  
زوال لذات دینی کو کہتے ہیں اس قول کو سائل کے غلبہ زدہ سے تعلق ہے اور بعض نے  
فنا کو زوال صفات ذمیک کہا ہے یہ تعریف ترکی نفس کی نسبت ہے اور کسی نے حتیٰ کہ ترب اور طلاق  
کی عنیت کو فنا کہا ہے جو سائل کی حالت سکرپڈ لالٹ کرتا ہے کسی نے کہا ہے کہ فنا سے مفاد  
ذمیک اور غاصن خود کی سانقطعانی نفسی مراد ہے صفت پر عقstance صدق محبت ذمہ ہے۔  
خلاصہ یہ کہ ان جملہ ارشادات کا مفہوم واحد ہے اور اس نے حالیہ حدائق کا رجوع

ہشائل نبیو دہ ہونے کیلئے خصائیں مندوسرے اجتناب کلی اور اختراءز فلسفی کو فتنا کرہا ہے۔ اور یہ بھی کتب متفقین حضرات سو فیکی در حق گردانی کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ لقون کی کوئی صفت خواہ محمود ہو۔ خواہ مددم ایسی جیسی ہے جس کے چند مذاہن ہوں جو ان کے تحقیق اور تدقیق کی عین دلیل ہے۔

پس یہ حبلہ باقیں پیش نظر رکھنے کے بعد اگر کیا جائے تو یہ محل نہیں معلوم ہونا کہ ایک طالب صادق نے اپنی کسی صفت لفظی سے بدفعت اختراءز کیا۔ یا کسی مرتقبہ رحمانی کے منزل و مدارج تبدیلی کے طور پر دفعہ اس کے تقرب و اختصاص میں ترقی رہنا ہوئی اور ہر ترقی کو ایک محمود صفت سے ملمرد کیا گیا۔ اس صورت میں سالک کی چند ترقیوں کے مزد چند نام مشہور ہو جائیں گے۔

ہندو شاستریں عظام نے اگر مراحل فناٹے کرنے کو فنا فی الشیع اور فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ سے تعمیر کیا تو از روئے بیان تحریر یعنی نامودوں ہیں ہو اوس اعتمداری فنا کے لغوی معنی بھی ظفر انداز ہو جائیں گے اور شخص فنا فی الشیع کو فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کہنے ہیں کوئی تردید نہ ہوگا۔ لیکن فی الحیثیت فنا کے یہ متعدد خواص اور اہل فنا کی یہ جملہ تعلیفیں جن سے کتب لقوں کے صفات معلوم ہیں یہ فنا کے اخوات ظاہری کی قیاسی تشریح ہے اور اہل حقائق میں اس قابل واردات سے معرفت الفاظ کے پرداہ میں طالبین راح حق کو روشناسیوں کا ہے کہ ارباب فنا کے وہ آثار جن کا پرمیات سے اٹھا رہا ان کو اسی مناسبت سے حضرت متفقین نے بیان لغیم ماد شما طبیور استعارہ کے اخلاق صوفیہ میں سے ایک صفت کے ساتھ نامزد فرمایا۔

یامستا شاستریں عظام کو حب فنا کی نوعیت اور مانیت کے اعتبار سے اہل فنا کا ہو کے سستان اور نہاہ مواریہ ان سے گزرنا معلوم ہو تو اس تادیرہ مقام کے عقبات کے خیال ہے اہل فنا کی آسانی کے واسطے ایک شاہراہ کا نقشہ بنایا اور اس کے مراحل و منازل کو ان مشہور اور مزدقت مصنفات سے موجود کیا جس کے ناموں سے ہمارے کافی آشنا ہے۔

ورنی صحیح اور فی المیقت فنا کی تعلیم اسی تقدیر تیہیں اسکتی ہے کہ فنا رہنے والیں  
بزرگاہِ احادیث کے باطنی حالات اور فلسفی واردات کا نام ہے جس کی تشریع و تاصیع نہ ممکن  
اوہ حوالات سے ہے۔

اوہ اگرہ عاشقانِ الہی کی اس عیکمِ النبی مژالت اور پراساریاافت کا تذکرہ مودودی  
الفاظ میں تیشلا کیا بھی جائے تو میرے خیال میں حضور نبی عالمؐ کے ایسیں دلوں مفہومات  
کا جواہ کافی اور اس ہرگاہ تجوہ مرد صدق ارادت سے اپنے انعام میں پیر کی موافق تکتا  
ہے اس کو فنا فی الشیخ کہتے ہیں: «اد پیر کی صورت میں خدمتا ہے»

صورت پیر آئینہ حق نہ ہے اس لئے کاکڑ اخوانِ ملت کے عادات میں ایسی تبلیغیں  
واقع ہوئی ہیں جن کو دیکھ کر شرمند کہہ سکتا تھا کہ ان کے خیالات غیر معمولی تیزات سے ایسے  
متاثر ہیں جن کا انہیہار ان کے حرکات و سکنات سے ہوتا ہے۔

چند روز پہلے ان کا قیافہ یہ کہتا تھا کہ یہی بڑی چیز کے طلبگار ہیں۔ کیونکہ حصول  
طلب کے انتظار میں جوان انشار پیدا ہوتا ہے وہ ان کے تین چھرے کو ہر دقت اور درکھستا تھا۔  
لیکن اب ان کا سکون شابد حال ہے کہ قلب مطہن ہے اور ان کی بات بات میں جو  
للہت کی شان نظر آتی ہے یہ عین دلیل ہے کہ کار سازِ حقیقی کا کوئی ایسا کرشمہ دیکھا ہو  
جو پہلے نظر سے سہیں گز رانگنا۔

شایدی عتوان سے ان کو اذار شاہدِ حقیقی کا مشاہدہ ہوا ہے جس کی حضور نبی عالمؐ  
نے اپنے مدرسین کو صفات الفاظ میں اشارت دی ہے کہ «پیر کی صورت میں خدمتا ہے»  
بعض علمان فارثی ایسے بھی بھتے کہ ان کے حالات و ماقولات کسی ناول کے محتان ہیں  
بلکہ وہ خدا شناس ہندے سے سرکار عالم پناہ کی حق نما صورت دیکھ لیے اخود فتنہ پورے کہ  
کسی نے اپنی جاندار سے دست پردار ہو کر زاہد روش اختیار کی کسی نے آبائی ذہنیت  
کو خیر پا دکھا کسی نے تعلقات منقطع کئے۔ کوئی صحبتِ خلق سے کنار کش ہرگز تاحیات بایقینیں

مفردت رہا۔

ان خدا پرستوں کی یہ حالت دیکھ کر بھروس کے اور کوئی خیال نہیں کر سکتے کہ ان خواں ملت کی ارادت صادق اور خیال پختہ تھا اس لئے یہ کسی جدوجہد کے ان کا پیشہ مرشد برحق کی صورت میں جلوہ حق نظر آیا۔

غیر حضور قبلہ عالم کے فیض و تصرف سے ایسے ارادتمند بھی سیکڑوں گذے ہیں جن میں سے بعض کا ذکر اس تجربہ میں آچکا ہے مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلیں بھی چند ایسے غلامان دارثی کے واقعات نقل کر دیں جو حضور کی صورت زیباد تھیک کام میاپ ہوئے۔ چنانچہ حاجی اوگھٹ شاہ صاحب دارثی اپنے رسالہ رسمات الاش میں لکھتے ہیں کہ تکیہ معین شخص باشندہ پنجاب عالمانہ لباس سے مزین در دولت پر حاضر ہوئے۔ خدام آستانہ اقدس نے بالا خانہ پر تکہرا دیا جہاں مولوی سید علی الدین صاحب دارثی ڈپی کلکڑا در قاصی لطیف عالم صاحب دارثی ڈپی کلکڑا پہلے سے مقیم تھے۔ صحیح کومولوی صاحب ہو صون نے دلوں ڈپی کلکڑا سے مخاطب ہو کر طور بہایت فرمایا کہ تم نے یہ کس عندر شرعی کے نماز کیوں نصرا کی۔ شاید معلوم نہیں کہ حدیث صحیح «مَنْ تَكُونَ الصَّلَاةَ مُنْبَدِداً فَنَقْدَ كَفَرَ» تارک صلوٰۃ کی ترسیب میں دارد ہوئی ہے بلکہ میں اس کے متعلق لغتگو کرنے پیاس آیا ہوں۔

مولوی صاحب کا اندازہ بابت دیکھر دلوں ڈپی کلکڑوں نے مجھ سے یہ تذکرہ کیا اور کہا کہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم کو دوسرا جگہ تھرا دیا جائے تاکہ مولوی صاحب کو ہماری صحبت سے تکلیف نہ ہو۔

ہیں نے مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کہاں سے اد کیوں آئے ہیں اور آپ کا نام کیا ہے۔ موصوف نے فرمایا میرا نام عبد اللہ ہے۔ مٹان سے مرت اس داستے آیا ہوں کر نماز کی بابت جو اسلام کا درکن انھم نے حاجی صاحب نبلے سے لغتگو کروں۔ ہیں اس وقت مولوی صاحب کو حضور قبلہ عالم کی خدمت میں لے گیا۔ مگر مولوی صاحب

دہاں ناموش بیٹھ رہے اور جب واپس آئے تو کہا۔ حاجی صاحب کہاں میں ان کے پاس لے چلو۔

بیش دبارہ لے گیا تو حضور نے فرمایا کون میں بیش نے بیش عرض کیا۔ یہ مولوی صاحب مٹان سے آئے تھے میں ارشاد ہوا جاؤ۔ پھر ملاقات ہو گئی۔

غرض اسی طرح تین مرتبہ مولوی صاحب سرکار عالم پناہ کی خدمت میں حاضر ہے اور واپس آکر کہا۔ حاجی صاحب کہا ہے۔ چوتھی مرتبہ گئے تو عنور نے فرمایا مولوی صاحب بیٹھو۔ مولوی صاحب قدم بوس ہو کر دوزا بیٹھے گئے جحضور نے مجھ سے فرمایا ان کے آرام کا تیار رکھنا۔ یہ دین کے محافظہ اور اسلام کے حاکم ہیں اور مولوی صاحب سے ارشاد ہو اگر یہی انسکیمہ افلاطونیہ تیصیر ہو۔ کے معنی جانتے ہو۔ مگر مولوی صاحب کسی گھر سے خیال میں ایسے نہ تھے کہ خاموش بیٹھے رہے۔

پھر حضور قبلہ عالم نے مجھ سے پوچھا کہ شب کو مشنوی مولا نادر مم کون پڑھتا ہے تھا میں نے مولوی صاحب کی جانب اشارہ کر کے عرض کیا کہ یہی پڑھتے تھے۔

حضور نے گرم نکلے مولوی صاحب کو دیکھا اور فرمایا یہی عکس ہو کر پڑھتا ہے صاحب دد مشنوی کا مغیرم اگر نہ سمجھے تو پڑھتے جاؤ پھر ملاقات ہو گی۔

مولوی صاحب نے فوراً حضور کا دست بن پرست پکڑ لیا۔ اور قدم بوس ہو کر سرائیلیا تو یحیت شیر لگا ہوں سے آپ کے کنس اور کو دیکھتے چلے صحنِ مکان میں جا کر پر جوش لجھیں کیا۔

ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ام اسے بے نہز لذت شرب مدام ما  
اواسی حالت میں بالاغانہ پر آئے اور تھوڑے عرصتک سکوت میں بیٹھے رہے۔ پھر

مشنوی شریف کا پہلا شعر ہے  
شبیوار نے چھل حکایت می کند دز جدایہ شکایت میکند  
وچھے میں پڑھا اور کھڑے ہو کر رقص کرنے گے۔

اسی حالت میں بالانداز سے اتر کر جسونگے در دارہ میں عرضتک رقصال رہے پہنچا  
کی گلیوں میں بے خود اور سرشار پھرتے رہے۔ کبھی جوش میں مشوی کاشنر پر مکر رہتے اور  
کہتے ہتھے اپ خوب سمجھ گیا۔ اور جو زاد دیکھا کہتا دیکھا۔ اور جو کوئی کہتا تھا مولوی صاحب  
یہ کیا بہرا ہوش میں آؤ۔ ناچتے کیوں ہو تو رد کر کہتے تھے بھائی یہ دیکھا بھالا اس دا ہر سمجھنا بایکا  
ہی ویدہ نہیں جسے ترشی نہیں بلکہ جیسے بھانے کے خواجہ امیر شریف کے ہنڑا ہو کر یہ عرض کر دیں گا۔  
گرے زا بد علئے خیر میگئی مرا میں گو کلایں آدارہ کوئے بتاں آوارہ تزا دا  
غرض یہ جوش آٹھ روز تک سلسل رہا۔ اور مولوی بے آب داد رقص کرتے پھرے  
اگر کسی نے کہا مولانا کا ناد لو پڑھ لو تو آد سرد بھرتے اور کہتے۔

سرے در سجدہ ہر در تدارم جزاں در تبلد دیگر ندارم  
او کبھی حصور قبلہ عالم کے استاذ اقیس کی جانب سرت زدہ لگاہوں سے  
دیکھ کر رہتے اور نیاز مندانہ بھج میں دلوں باقہ اٹھا کر کہتے۔

قاد را بہر حال خویشتن بر فگن ایں پر دد اذ بخ بر نگن  
تباخو دینم خود را در دیود گہر دو ارم شاداں اگہر بحود  
مولوی صاحب کا یہ اضطرار دیکھ کر شخص کو افسوس ہوتا تھا لیکن راجہ دوست  
محمد خاں صاحب وارثی ثلے بار بار سجدہ دی کا انہما کیا۔ حتیٰ کے ایخیں کے اصراء سے  
میں نے نمولوی صاحب کو سرد پانی سے خوب نہ لیا۔ اور کچھ پہنچا۔ حالانکہ غسل  
وغیرہ سے بھی ان کی وجہانی کیفیت بالکل فرد نہیں ہوئی مگر دوسرے ہنقریں تبدیع اتنا فہرزا  
جب کافی سکون ہو گیا تو مولوی صاحب نے سر کار عالم پناہ کی خدمت میں حاضر ہو کرہے  
کمال ادب عرض کیا کہ داللہ کائنات آپ کے اواردات سے معمور ہے اور یہی نسبت یہ شیخ  
حرم کو مطلع اسلام کرتی ہے اور یہی صورت زیبا ہرمن سے رام رام کہلاتی ہے لہلؤں سے  
از رندی دپار سانی تو میخاہ دخانقاہ در رقص

مولائی من یہ عین خاطی آپ کی عنایت کا امیدوار ادا پنی زندگی سے بے رست کی کندھ  
خواب زخم من بشد حشم توبت تابن۔ تاب شمان در تم زلف تو بر ذات من  
بینیا ز مند مندی ہے کہ لباس فقرم محنت ہوا ادا پنے کرم سے دنباء در تعلقات دینا  
سے آزاد فرمائے۔

ارشادِ دل مناسب یہ ہے کہنا اپنے گھر جاؤ اور دینیات کا مدرسہ قائم کرو اور تبلیغِ اسلام  
میں معروف رہو۔ دین کی خدمت بھی عین عبادت ہے۔

لیکن جب مولوی صاحب بہت مغضوب ہوئے تو حضور نے فرمایا اگر خراب ہی ہدنا ہے  
تو پہلے پر رب کی سیر کراؤ۔ مولوی صاحب تعالیٰ حکم کے لئے فوزِ استعد پہنچ گئے اور تقدیس  
ہو کر مشترق سیاحت کے واسطے یہ کبکردان ہو گئے۔

اب تو جاتے ہیں تکدیے سے میر پھر میں گے اگر خدا لا یا  
اور شاہ سید محمد داہم صاحب رب میں مولانگر ضلعِ مذکور کو بھی استفادہ اسی صورت میں  
ہوا۔ چنانچہ موصوف علمی قابلیت کے ساندہ نہایت وحیہ اور تسبیح اور غایت شریفِ النبی  
اور سیم الطبع اور زہبی سیجادہ آیا اجداد تھا دا اس آستانہ کی جانب از منیداری کے منزیل ہونے  
کے علاوہ آپ کی خاندانی ریاست بھی کم نہیں۔

چونکہ حضور قبل عالم کے صفاتِ تجدید سے مددِ الذکر کے کان آشنا تھے اسی شوقِ زیارت میں  
فضیحت شاہ صاحب داٹی کے ہمراہ حاجزِ خدمت ہو کر بیکثیت طالبِ شرف بیتِ سعیدی شرمن ہوئے۔  
دوسرے روز تقدیسی کیا نے اور رکار عالم پناہ کا خاں اور دیکھا تو سخی مارکہ بے ہوش ہو گئے  
حضرت نے فرمایا: یہ بھی محنت کے دام میں گرفتار ہوئے۔

اسی حالت میں لوگ ان کو اکھاگر باہر لائے اور تھوڑے عرصہ میں نا تکمیل ہی گیا۔ مگر  
متوجهِ حیات باختہ تمام دن رہے شام کو فیضت شاہ صاحب سلام کرنے والوں ہوتے  
تو ان کو بھی ساتھ لائے اور جنور سے الکی حالت بنا کر کیا۔ اگرچہ نے کمال شفقت سب سید

محمد اسیم صاحب کی پشت پر آہستہ نے گھولتا مارا۔ اور فتحیت شاہ صاحب دنخاب ہو کر فرمایا۔ اب یہ بیکار ہو گئے جس صورت کو بیکھاہے تمام عمری کے گردیدہ رہیں گے جب آئے تھے تو اچھے کھنے اور جائیں گے دیوان ہو کے۔

ادر سید محمد اسیم سے فرمایا کہ جس طرح ہم بتائیں۔ اسی طرح ہر وقت یاد ہندرود شریف پڑھا کرو۔ اور آخر شب میں اللہ کا ذکر باغ نہ ہو اور جب یاست کے انظام سے دل گھراۓ تو اس کو چھوڑ کر متینہ باندھ لینا۔ اور گوششیں ہو جانا۔ اور آخر دم تک دنیا اور اسیاب دنیا سے بے تعلق رہنا۔

چنانچہ موصوت نے اس حکم قطعی کی پری تعمیل کی کہ استحامت سجادگی سے سکھ دش ہو کر فقیر نہ بندپوش ہو گئے اور ایک باغ میں ایسے عزلت نشین ہوتے کہ بادجو مختلف حادثات پیش آتے کے آج تک باہر قدم نہیں رکھا۔ اور چھرے سے جیت اور حکیمت کے اثر اسی قدر کایاں ہے جو روز اول مدنیا ہوئے تھے۔

اور حضور قبلہ عالم کے آتناڈا افس کا یہ دانہ بھی اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجیب غریب ہے جس کے دیکھنے والے اکثر موجود ہیں مگر بنظر آسانی میں شفات اللہ صرف اور قتل کرنے والوں کی حاجی اونکھ شاہ صاحب داری اپنے مشتابات کے سنبھالیں لکھتے ہیں کہ ایک بچپنی دلش جنکا سیاسی قسم کا لیاں بھتا در دلت پر صاعداً ہوئے اور میرے بترکے فربیتیں بھی ہیں تیل پوچھا سادھی کہاں استھان ہے اور کس تلاش میں آئے ہوا کھوئی نے کہا بایا امر سرکار آہوں اور بارہ سال کو اس تنجیوں ہوں کہ کوئی نارانچ کا سبب کتباد کے کده نرکار تھا اسے اس میر کے اندر کریا بابر کا اکثر تھا اس کے سمجھا گا لیکر میری کیزیں رہیں جب حاجی صاحب بابا کا نام ستالوں کی خیال سے بیاں بھی بھکاری بن کر آیا ہوں۔ اگر گردی نے گر پا کی تو میری گانہ کا محل جائے گی۔

یہ ان کو اندر لے گیا تو اتفاق سے اس دست حصہ نقلیہ عالم کا بنتھجن ہیں بھٹا اور آپ کھڑے تھے دسادھج بدر وازہ میں داخل ہوا اور جناب اللہ کی خدا میں

صورتِ دیکھی تو اس مقام پر وہ نہیں بوس ہوا اور خاص کیفیت کے عالم میں اقبال نہیں ان  
تریب بارکر پاؤں پر سر کھدمہ یا سرکار عالم پناہ لئے مجھ کو حکم دیا کہ ان کو کہہ رہا اور ان کے  
کافی کے انتظام کر دینا۔

بابر آنکھوں نے کہا کہ سادھو جی تم لے کچھ دیافت نہ کیا وہ آپریدہ ہو کر کہنے لگے  
کہ اپنے دریافت کے بخوبی مل گیا۔ میں وقت دردازہ کھلا تو ہیں نے بابا کی صورت کی ایک بتو  
دہرات سے آکا شک ڈیکھی۔ اور جب گرد جی کے پروں میں سر دیا تو جسم بشری پایا۔ میں میں  
تکینہ برجی اور جو آج تک نہ کھا سکتا وہ سمجھ گیا۔

یہ دادِ بھی اسی مضمون کا ہے کہ ایک حاضر باش سلطقہ گوش نے اپنی دل خواہش کا  
انہار اس خوشگاعہ عنان سے کیا کہ یہ شعری قلم سے نکھر سرکار عالم پناہ کے سامنے پیش کیا۔  
منم دہیں متنا کہ لب قلت جان پڑن۔ برع تودیدہ باشم تو در دن دیہ بشی  
حضر قبلہ عالم نے ملاحظہ کر کیا عالم عنایت ارشاد فرمایا کہ اپنی اس خواہش دلی کو  
لفظ متن سے کیوں تغیر کرتے ہو۔ یہ تو محض طور پر تم لوگوں کا حصہ ہے جو حسب حیثیت  
سب کو خود ملتا ہے، میں یہ دوسری بات ہے کہ بجائے کل کے آج ہی اپنا حصر لے لو۔

یہ فرمائے خلق کی حقیقی شان دکھائی اور اس ارادتمند کو اپنے سینہ اور سے  
لگایا۔ معلوم ہیں اس نے کیا، لفربیب کر شمہ دیکھا کہ نسلوب الحال ہو کر کوئی کہتا چاہتا نہ تھا کہ حکم  
ہوا۔ خامدش بنم کو نہیں معلوم کرفیط ابلیم بہت کا خاص زیور ہے۔ مرتبے دتم تک نہ زبان  
سے کچھ کہتا اور نہ اس صورت کے دیکھنے کے بعد دوسری صورت کو دیکھنا۔ بلکہ یہ شریا درکھو۔

گر تو خواہی کہ بیش بر دوز دیدہ بارا ز غیرہ اک من بان  
اس دیریتیہ غلام نے یہ حکم قطعی سن کر دست بستہ عرض کیا کہ خداوند کیا نہیں ہی۔  
میں نہ بان کے ساتھ آنکھیں بھی بتند کرلوں۔

حضر قبلہ عالم نے مسکرا کے فرمایا کہ آنکھ نہ کرنے کا مطلب دہنیں ہے جو حکم

سمعہ ہو کیونکہ مغلوقِ آئی کا ارادت خوش نہیں بغور یا سرسری طور سے دیکھنا مبارح ہے بلکہ عربت اور غثیت کا سین میل کرنے کے واسطے کار ساز حقیقی کی صنعتوں پر لذکر ناپورائے تائغتیلہ روزایا ادبی الہام از عین عبادت ہے۔ الیت شری عشق میں ماسولے محبوب کو ایسی ملقت انسان سے دیکھنا چیخض منظور کے ساتھ اپنام کپ پیدا کر دے۔ غیرت عشق کے متانی ہے کیونکہ حقیقت میں ماسولے یا تمبلہ موجودات کے اثرات کو دل سے زائل اور فنا کرنے کا نام عشق ہے۔ چنانچہ مشہور مقولہ ہے۔ "نَادَ السُّوقَ نُذِيْبُ النُّسُقَ" یہ بقولِ ولاناں عشق آں شعلہ ست کو پنل بر تر وخت ہر چیز معشوق یا قی جملہ سوخت  
 چنانچہ "بر دوز" سے مراد ہی نہیں ہے کہ انکھوں کو کسی لو، یا بند کر لو۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ جس طرح باز کی انکھیں جب سی دیتے ہیں تو وہ کسی کو نہیں دیکھتا اسی طرح تم اپنی انکھیں سوزنی حیثت سے سی لو۔ یعنی یا پر ماں اور اغیار سے غافل رہو۔ اور عشق میں کسی صورت کو الی ریعت سے دیکھو جس کا تعلق دل میں جا گزیں ہو۔ لیکن لظاہر خلق میں ہر چیز کو دیکھو مگر نی حقیقت بجز ایک کے سب سے نا اشناہ ہو۔

اس ارادت متنے پا دی جو دیکھ دی اس وقت جو اس باختہ مقامگر بکمال عیغ و دنیا ز عرصہ کیا کہ مولای من جس طرح مجہوں بال کو حضور نے اپنی گرالقدیر عنایات سے سرفراز کیا۔ اسی طرح یہ توفیق بھی مرحمت ہو کہ بھر آپ کے کسی کو دیکھوں درستہ میں نہ اس پر دش کا انتہا اور نہ اس کی طاقت ہے کہ اس اہم ترین علم کی تعمیل کا ارادہ بھی کر دیں لیکن آپ کے کرم سے اس کا لیفیں والٹ ہے کہ

آسان ز تناقل و مشکل مشکل ز عنایت تو آمال حضور قبلہ عالم نے خوش ہو کر اس غلام کو پھر سینے سے لگایا۔ اور اپنی مشتعل رضاۓ محبت فرم اکار شاد ہے امگیر اشیں۔ مجھے اللہ مالک ہے۔  
 بلکہ بعض ارادتمند حضور قیل عالم کی دیجھیقی سر بطن اخیس بھی مستفید ہے ہیں۔

پناہنچنے والے ہجڑی کا واقعہ ہے کہ یہ مقصود علی صاحب دارثی رہیں پہنچتے پور جو بارگاہ دارثی کے تدبیم اور با وضع مگر پر جوش طاقت بکوش کئے ماضی نہ مت ہوئے اس وقت دبارثی میں فخری معتقد میں کی ریاضت اور محابیت کا تذکرہ ہو رہا تھا۔

سرکار عالم پناہ نے بیان اختر قرباً کا مقصود علی تم نے شاہے کہ من کا کیا ہے؟ ٹھنڈی نہیں فی الاخر خرچا اس غمی ہے کہ جس نے یہاں نہیں دیکھا دہ دبای بھی دیدی سے محروم رہے گا۔

اور دیدی کی صحیح تعریف یہ ہے کہ تلب کی آنکھ سے بے جا ب متابدہ ہجڑی کیونکہ ظاہری آنکھا جزو جسمانی اور الات بشری میں شامل ہونے کے لحاظ سے خلائق دیکھتی ہے اور باطنی آنکھ چونکہ صفت ابیر سے موصوت ہے جو صفات الہی میں مخصوص صفت ہے اس نے دہ انوار حق کو دیکھتی ہے اور الشان جب حقیقت کے روزِ معنی کو دیکھتا ہے تو ان کا لیقین کاں ہوتا ہے جو لصیدیں کا پہلا زندہ ہے اور اس کو دلیلت باواسطہ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ مرید کی یہ کامیابی پیر کی عنایت پر موقوت ہے۔

مقصود علی نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ بندہ پر درکیا ہماری تمثیلی خراب ہے کہ آپ کے نہک پر دردہ اور غلام ہونے کے بعد سبھی ہم دنیا اور آخرت میں اندھے رہیں گے۔ حضور قبلہ عالم نے متبّم لوگوں سے فرمایا کہ انہی نہیں رہے گے "عرض کیا کہ پھر یہ سعادت کی نصیب ہوگی ارشاد ہوا تک اُم پر مدد ہوئی پائی تھیا" اور حکم ہوا جاد میل میں آنا۔

ایک ہفتے کے بعد معلوم ہوا کہ مقصود علی مجدوب ہو گئے۔ ہر وقت رد تے اور حق دارث حق دارث کہتے ہیں اور اکثر شب کو بیکل میں سبتے ہیں۔

رجیم شاہ صاحب نے (جو اس زمانہ میں خادم خاص کے عہدہ پر مأمور تھے) یہ قصہ جناب دلاسے بیان کیا۔ سرکار عالم پناہ نے مسکرا کر فرمایا جھاہوا اپنی سزا کو ٹھپنگ لے گئے۔ اب بیکار ہو گئے۔ گمراہ انتظام نہیں کر سکتے۔

رجیم شاہ نے عرض کیا وہ خراب ہوئے مگر رہا کا اثر نہ رہیں ہوا۔ چند روز کے

بعدہ انقلاب خاڑی کے قابل ہو جائے گا۔  
حضور قبلہ عالم نے فرمایا، ہبھی تو انہیں کارکارا کہے کیا تم کو یہ نہیں حلوم کہ محبت کا اثر  
تین لپٹ تک رہتا ہے۔

جب میلیں مقصود علی صاحب حاضر ہوئے تو یہ دیکھا کہ واقعی ان کی حالت بالکل بدل  
گئی ہے کہ بجائے دانہ منہ زد باتوں کے ساتھ وقت پتھر اور کسی گہرے نیال ہیں موجود ہتھے ہیں میں نے  
پوچھا بھائی یہ عارضہ کب سے ہے۔ موصود نے کہا جس روز میں یہاں سے گیا اسی شب کی حالت  
غودگی میں ہمارے بندہ نواز دارث پاک نے کرم فرمایا اور جو کر شمرد کہنا منتظر تھا دکھایا۔  
جس کا یقین یہ ہوا کہ بلکہ کارڈ بارے بیکار ہو گئے بقول س

عشق نے غالب نہ کر دیا                          دنہ ہم کبھی آدمی نتھے کام کے

یہ بھی دیکھا ہے کہ متعدد غلامان یادگارہ داری شاپنے آئئے آئئے نامہ لکی دیجئیں سے بیک  
وقت مستینہ پرے چنانچہ ۱۳۷۶ء کے میلہ کامک میں حافظ پیاری صاحب کی بارث سے  
چونہفت روزہ دعوت ہوئی اور اس کے ادقانت میڈینہ اور مراسم مقدسہ ختم ہو چکے۔ مگر  
سامان دعوت زیادہ پیچ گیا تو حافظ صاحب موصون نے یہ تجویز کیا کہ آج تقریب غلامی  
رات ہڑتا کہ یہیں اذان سامان بھی صرف ہو جائے مگر پونکریہ رسم جسہ یدے اس لئے  
حضور قریلہ عالم کی منتظری محل کرنا لازمات ہے۔ چنانچہ ہڑتا رعنیز دنیا ز استدعا کی گئی  
اور اعلار کے بعد منتظر ہوئی۔ اور اس دعوت میں جملہ مہمان شریک ہوئے۔ شب کو گلکھے پکائے  
گئے اور چار سو بجے صبح کو ہنایتہ استشام کے ساتھ طان بھرنے دراقدس پر حاضر ہوئے  
سرکار عالم پتاہ بیٹھ گئے اور شخص نہ میوس ہونے لگا۔

لیکن اس تیز ردشی میں آپ کی خدا نما صورت کے فیض عام کا یہ اثر ہوا کہ شخص مکیف ہو گیا۔  
ادلبی تخصیص عمر و حیثیت و مذاق کے میلہ حضرات ایک نگ ادا کیک حالت میں ایسے محاوار  
منعقد ہوئے کہ بے خود ہو کر فرض کر لے گے اور تقریباً جاری گھنٹہ تک یہ وجدانی کیفیت طالی ہے۔

الحال یہ چند واقعات زبان حال سے شاہد ہیں کہ حضور قبلہ عالم کے اکثر اہم بندوں کو حضور کی عنایت سے اور حضور ہبی کی صورت میں وزار شاہد حقیقی کی اس تجھی کا مشاہدہ ہوا جس کو عرب صوفیوں یافت اور دید کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یہیں بھی وہ فیض ہے جس کو ارباب طریقت نے مرشد برحق کی گرانقدر عنایات فرمایا ہے۔

لیکن بحقیقتناے عدم الہیت یہ خوف ہے کہ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ یہ بتاؤ کہ دحیثت دیکھا کیا۔ اور اس دیکھنے سے فائدہ کیا ہوا۔ تو بھروس کے اور کچھ نہیں کہ سکتا کہ محمد ظاہرین کو اہل بصیرت کی اس معنوی یافت اور بعد ازاں مشاہدات کی حقیقی نوعیت کا بمراحت بیان کرنا یا ضبط تقریبیں لانا نہیں اور محال ہے۔ بلکہ صحیح معنی میں بکمال ادب یہ عرض کر دیں تو قندل دشہ ہو گا کہ ذوق این ہی نشانی بند نہایت حشری ہے۔

علیٰ پڑا اس مشاہدہ کے مقاصد و مفہومت کا بھی تجھکو کلینہ علم نہیں لیکن اس تقدیر دیکھا فزدہ ہے کہ مشاہدہ کی حالت میں دفعتہ ایسا انقلاب آیا کہ اس کے قدیم عادات میں فرق آگیا۔ اور طرز معاشرت کا نقشہ بدلت گیا۔ خواہشات فنا ہو گئیں۔ مرادات سے سروکار برہائیت د راحت اور تکلیف و عالیت کا امتیاز یعنی ابا انتظامات نہ فتح ہو گی۔ تعلقات سے کنارہ کشی کی اذنا حیات پھرہ اُس اور انکھیں بھٹاک اور میجریں۔

حالانکہ اور دئے غفل دیکھا جائے تو مشاہدیں کے احوال میں یہ تغیرات بظاہر خوشگوار اور قابل مبارہت نہیں معلوم ہوتے۔ لیکن حضرات صوفیوں کے رام نے سالکین راہ حق کی اس دلگداز حالت کو کامیابی کی عین دلیل فرمایا ہے۔

ممنوعات مشربی اہماری پرداخت کے واسطے حضور قبلہ عالم نے ان ممنوعات مشربی کا بھی متواتر ذکر فرمایا۔ جن کا ترک کرنا سالک را ہ طریقت کو لازمات سے ہے اور بکمال شفقت یہ سمجھا دیا کہ ان ممنوع اور مکررہ خصائص سے اخراج دا احتساب ثرافت لغشی کی عین دلیل اور خداشناکی کی مخصوص علامت ہے۔

یکن غلامان والی کی سرپا حالت کو دیکھتے ہیں تو اس تبدیل آدم نصیب کے دذخ نظر آتے میں اور بجاۓ خود دلوں خونہ اور جین ہیں بلکہ ایک رخ کو الگ بیانیاظ باطنی خوبیوں کے پہلی تسلیل صبح اللون کہہ سکتے ہیں تو درسرارخ اپنے مشریع اور نجود طرز دلیق کی بہت اس کا تختہ ہے کہطور استعارہ اس کو بیٹھ کیسیں کیونکہ ایک رخ کو معنوی پہلوت، دیکھتے ہیں تو مرشد برحق کی ارادت اور محبت ہیں جملہ علقہ گاہ مشتفق الجنیاں اور مختلف الحال معدوم ہوتے ہیں اور دسرارخ تعمن اور تحقیق کی نظرے دیکھا جائے تو صد تباہ اس کی شان بی نظر آتی ہے۔ لہذا باعتبار ظاہر اگر اس کیش التقداد گردہ کو دلوں پر منقسم سمجھا جائے تو یہ بناہ بکا حالات کیں اظریں ہر ورقی کا ایک خیال اور ایک اصول ہے صرتہ لحاظ طرز معاشرت بعض حضرات کے بیاس میں کافی تخصیص اور اعمال میں بھی کوئی امتیاز ہے۔

چنانچہ اس جماعت کیشہ کا ایک حصہ گو تعداد میں دوسرا حصہ سے کم مزدہ ہے گر لقب ہے فقرائے خرقہ پوش ہے اور اس کے ازاد اپنی زاہدان روش اور عاشقاۃ طرز کے باعث تعلقات دنیا سے ہمدرتن آزادیں۔

ادھر حصہ ثالی باد جود دنیا دی کسب و کتاب کے نژادت محبت سے منثار اور ارادت پوریں سرشوار اور بقدر حیثیت قصوف کا شان بھی رکھتا ہے گویا دل بیار دست بکار کام مصدقان ہے۔

اور اسی اعتبار سے سرکار عالم پاہ کے مفروظات کے مظاہین میں معنی تصوری تدقیق ہوتی ہے تاکہ افاضت اناadt دلوں کے حصہ طال ہو بلکہ صفات ذیکر کی مہنتی اس میں بھی اسی رعایت کے فرمان صاد ہوتے ہیں جن کا ذکر اس باب میں قدرے صراحت کیا تھا منظوری لہذا پہلے حضور قبلہ عالم کے دہ احکام مغل کرتا ہوں جن کا ردے سخن صرف غلامان خرقہ پوش کی جانب ہے لیکن ان کی بھی دفیں میں احکام خاص دا احکام عام۔ احکام خاص ان کو کہتا ہوں جو بعض بعض فقراء کے حق میں ان کے حالت اور واردات کے لحاظ سے

صادر ہوئے ہیں۔ مثلاً مستقیم شاہ صاحب کے واسطے حکم ہوا کہ آنکھیں کھولو اور حاذظ  
گلاب شاہ صاحب سے فرمایا کہ شب در دز بیدار رہو اور زید الرزاق شاہ صاحب کو  
بات کرنا ناظراً ممنوع ہو اور خدا بخش شاہ صاحب کو ترک ہی نباتات دنیا بات کی بہایت  
ہوئی جس کا ذکر آچکا ہے اور اس لئے اعادہ کی عزودت نہیں معلوم ہوتی کہ ان توانیں کی  
شunci اور انفرادی چیزیں ہے۔ دادا حکام عین کے حسب حال تھے ایکس پران کانغاد ہوا۔  
ادا حکام عام کی تعریف یہ ہے کہ جو نظرے تہینہ پوش کے پورے گردہ کے واسطے اور  
بلیز امتیاز و اختصاص اور بطور دستورِ اہل کے صادر ہوئے ہیں گو ان کی تعداد بہت زیادہ  
ہے مگر اس باب میں نہیں ملقوطات میں سے تمثیلاً چند ارشادات کا ذکر مقصود ہے جو  
تعیم کا حکم رکھتے ہیں۔

چنانچہ صفاتِ ردیلِ حسن کے ارتکاب سے مساڑان دادی نفر کو کلینٹ اجتناب  
لازم ہے جو صورِ قبیلہ عالم نے اپنے تہینہ پوش ارادتکنندوں کو ایکس مکرہ اور ممنوع  
خاصائیں کے ترک کی بہایت ترمی اور ارشاد ہوا کہ ”دنیا کا مال اور اس باج مجمع کرنا فیقر  
کیوں واسطے حرام ہے“ اور یہ بھی فرمایا کہ ”فیقر کو چاہیے کہ خدا کے واسطے جان دیے اور  
دنیا کے واسطے کوئی کام نہ کرے“۔ بقول حافظ شیراز علیہ الرحمۃ۔

حضروری گرتمی خواہی از غائب شو حاذظ ”مشی مامانن میں تھیں تی عالی اللہ یا ام مہلہنا“  
یہ بھی فرمایا۔ ”فیقرہ ہے جسکے پاس کچھ نہ ہو“ یہ بھی ارشاد ہوا فیقرہ ہے جو انگر ہے  
یہ بھی فرمایا۔ ”فیعدہ ہے جو بجز خدا کے کسی پر بہرہ سانہ کرے“ یہ بھی فرمایا۔ ”فیقرہ ہر  
بوقل کے واسطے جمع ذکرے“ یہ بھی فرمایا۔ ”محبت میں انتظام نہیں“ یہ بھی ارشاد ہوا۔  
غیر اللہ سے استعانت فقر کے منافی ہے: ”یہ بھی فرمایا کہ۔“ ”وہ فیقر ناقص ہے  
جو کسی چیز کو اپنی ملک سمجھے“ یہ بھی فرمایا۔ ”فیقرہ ہے جو مسدائے اللہ سے  
مستغنى ہو“ یہ بھی فرمایا۔ ”جس لئے کسب و اسابت کو سبب معاش بنایا دہ فیقر نہیں

ہے۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ فیقر کی شان یہ ہے کہ آزاد اور بے غرض رہے: یہ بھی فرمایا ہے کہ فیقر کو چاہیئے کہ مصیبت پر تو گھرے نہیں: یہ بھی فرمایا: فیقر کو چاہیئے تکلیف کی شکایت نہ کرے کیونکہ تکلیف اور آرام اللہ کی جانب سے ہے پھر شکایت کس سے کرو گے۔ یہ بھی ارشاد ہوا: فیقر وہ ہے جو خدا کی محبت میں مت جائے۔ یہ بھی فرمایا کہ جس کے پاس دینا اور آخرت کا سرمایہ نہ ہو رہا فیقر ہے: یہ بھی فرمایا: فیقر و منع کا پابند ہوتا ہے: یہ بھی فرمایا جس نے حق کو پکڑا دہ کامیاب اور جس نے خلق پر بھروسہ کیا دہ خراب ہوا۔ یہ بھی فرمایا: فیقدہ ہے جس کے دل میں غیر کا خیال رہتا ہے: یہ بھی فرمایا: دنیا کے الفقار قطعی کو فقر اور مساوی اللہ سے مستغفی ہوئے ولے کو فیقر کہتے ہیں: یہ بھی فرمایا: فیقر کو نہ دوست کے واسطے دعا کرنا چاہیئے: دشمن کے لئے بددعا: یہ بھی فرمایا: فیقر کو چلپیے گند اتویندہ کرے: کیونکہ رضا کے خلاف ہے: یہ بھی فرمایا: کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا۔

الغرض اگر طلب صادر ہے تو ایکس چند ملاقات کی تعییل سے سالک را ہن  
کے عادات اور خیالات کا ایسا تصفیہ اور تزکیہ ہو سکتا ہے کہ مراد اندار میدان فقر میں  
آئے اور انوار شاہدِ مطلق کی دید کا مشتناق ہو۔

حالانکہ یہ احکام بظاہر مختلف المفہوم مزدوج علم ہوتے ہیں۔ مگر فی الحقیقت بالمعنى  
مراد ہیں کیونکہ ما حصل ان کا ایک اور اسی فذر ہے کہ محبت الہی میں دنیا اور اساب دنیا  
سے دست کش اور مساوی اللہ کے خیال سے ناس غیر جاذ۔ اور واقعی امر امن بالعنی کے  
لئے بھی ایسا مجری لختا ہے جس کے اثرات سے انسان کو حیات جاوید لفیض ہو سکتی ہے۔

لیکن غور کئے ہیں تو ایکس ارشادات میں علاوہ مشربی بدایات کے ایک عجیب غریب  
شان یہ مذرا تی ہے کہ چھوٹے چھوٹے جمبوں میں فصاحت کا یک کشمیر ہے کہ الفاظ کے نہیں  
معنوں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اخلاق صوفیہ کی تعلیم فرمائی ہے اور یہ مفہودیات سے مستفید ہے۔

ہے لیکن کلام الملوك۔ ملوك اکلام کا ضمون صادق آتا ہے کہ حضور قبلہ عالم نے فزار سے مخالف ہو کر جو احکام تعلیماً تاذن فرائے حرث بحرت دہی لفظ تبیر کے معنی ہیں اس لئے اس تعلیم کو علاج بالشل کہا جائے تو ناموز دل نہ ہو گا۔

قطع نظر اس کے ارشادات مذکورہ کے معنا بین کو نہ لگا دنال دیکھا جائے تو یہی کہ سکتے ہیں کہ صفاتِ ذکل کا یہ ایسا مکمل اور مستند مجموع ہے جس میں کسی شک و شبہ کی کخانش نہیں، بلکہ بالاتفاق جملہ حضرات صوفیہ کا فتویٰ ہے کہ جنتکا الکٹہ طریقت ان ادھنیا حبیب کو موصوف ہنسو اس کا زمرہ ہنڑکلین میں شمار ہے ہیں مکانت اور زندہ زندگی کی صفتیں کھڑا ہو سکتا ہے۔

خلال حضور قبلہ عالم نے فرمایا ہے کہ کسی اسباب کو سببِ عاش نہ بہاد یا خدا پر بھروسہ کرو۔ یا ماسیتے اللہ میں مستغفی ہو جاؤ دیغیرہ دیغیرہ۔ یہ جملہ صفاتِ تناءت کے منازل ہیں جو دادی تقریبیں مسافر را حق کو اپنے محل اور مقام پر پیش آتے ہیں۔ مگر بصیرت مجموعی ان کے ماحصل اور مآل کا نام ذکل کی مخصوص تعریف ہے اس لئے اصطلاح صوفیہ میں جیسی اسباب سے الفقار اُقطی اور مسببِ الاسباب پر اعتماد کامل کو ذکل کرتے ہیں اور یہی مشربِ سلف صالحین کا ہے اور اسی مسلک کی ہدیت اربابِ طریقت نے جماعت فرمائی۔

چنانچہ امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ نے احیا الرعوم میں حضرت ادیس علیہ الرحمۃ کا یہ قول لفظ فرمایا ہے کہ جب تک ملائش معاشر میں نکلتا ہے تو اس کا ذکل ٹوٹ جاتا ہے اور صاحب تذکرۃ الادبیا نے حضرت محمد واسع علیہ الرحمۃ کا یہ قول ذکر کی تعریف میں لفظ فرمایا ہے کہ کوئی طالبِ صیحت کا خواستنگار ہے ا تو آپ نے فرمایا « در دینا زاہد باشی دیجی پس طبع نہ کن ۲۱ »

اور صاحب عوارف المعارف نے لیکھا ہے کہ ایک جماعت نے حضرت جینید علیہ الرحمۃ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم طلبِ نعمت کیلئے سعی کریں تو کیا ہے اپنے فرمایا۔ اگر میں نہ کر رہا تو اس کا از امر و شکر کر دا ہ است۔ در طلبِ رزق سعی کیندہ (از ترجمہ ملائمود کاشانی)

اد رحمت ذاتیون مصری علیہ الرحمۃ کا قول ترک تذکرہ بالشفس و  
اے خلیلہ من المخلوق کہ توکل نام ہے ترک تدبیر کا اور غالی ہونے کا اپنے ہوں و قوت

سے (عوارف المعارف)

اد خواجه محمد دن علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ توکل هم و الا عن تمام با دلہ " (زنجب)

الله جل جلالہ پر مصیبوط بھروس سا کرنے کا نام توکل ہے۔ (عوارف المعارف)

اد رابو الحسن سروالی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے: مَنْ تَرَكَ تَذْكِيرَهَا عَاشَ طَيِّباً :

یعنی جس نے تدبیر کر ترک کیا اس نے خوش حال زندگی پائی۔ (عوارف المعارف)

اد محمد بن حبیل علیہ الرحمۃ سے پوچھا ما توکل توکل کی تعریف کیا ہے۔ آپ نے

فرمایا: الشیقْ رِبَّ الْلَّهِ " یعنی اللہ پر بھروس سا کرنا۔ (کشف الجوب)

اد رابو الحمد الراہبی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: أَعْلَمُمْ حَجَابَ يَنْتَهِ، وَبَيْنَ الْحَبَّ اِشْتَدَّا  
وَأَعْتَدَكَ عَلَى بَعْدِ حِزْبِ مِثْلِكَ فِي أَسْبَابِكَ " یعنی ہر بڑے حجاب درمیان نیزے اور حق لتنہی

کے ددیں۔ اول (تدرییف کے ساتھ) مشغول ہونا۔ دویم بھروس سا کرنا اس سباب پر جائزی کرد

طرح خود بھی عاجز ہے۔ (لغات اللہ)

اد مدلا ناردم علیہ الرحمۃ قیوم فرماتے ہیں کہ جس کو خدا سے سردار ہوتا ہے اس

میں دینی کار دیار کی صلاحیت ہی نہیں رہتی۔ دوہرنا۔

تایدانی ہر کو رایزدال بخواہد از ہمہ کار جہاں بریکار ماند

بر کرایا شد پر یزدال کار دیار با آن جایافت پر یوں شد کار

یہ احوال ادا ایسے دیگر ارشادات حضرات عازمین کے ترک کسب کی تائید میں متعدد

منقول ہیں اور ان حضرات کا دہی مسلک تھا جس کی تقلید کے لئے حضور قبلہ عالم نے

بپنے فقر کو بہایت قرمائی گہرے انہی کا طریقہ ہی ہے کہ حضرت مسیب الاسباب پر بھروس سا  
گرد کریں کہ تنازعت کی ترعیب میں یکم ماطلق ہے کہ فتنہ تنوع ان کو نہ مہم میں کر لگز عاید

ہو تو خدا پر بہر دسکر دا ॥

اس حکم منصوص پر حضرت عارفین کا عمل درآمد ہے اور یہی مسلک عاشقین کا ہے۔  
کہ کب معاش سے اخزاں فرماتے ہیں۔ چنانچہ صاحب مرادہ الامار لے اصحاب صفحہ کے حالات  
میں لکھا ہے کہ تدریگاً نہ سکونت داشستہ و آنحضرت ایشان رانکلیفت کب دہباد نہ داد ॥  
اور صاحب کشف الجوب نے اصحاب صفحہ کے تذکرہ میں یہ لکھا ہے کہ « دست از  
دنیا د کسب برداشت بل دند۔ داز ہمہ اعراض کرد ۵ ॥ »

حالانکہ ارباب طریقت کے تزدیک بھی کب بالذات مددم نہیں ہے۔ مگر جب  
خارج احوال ہو تو ترک لازمی ہے۔ کیونکہ شاغل کے لئے جمیعت خاطر کی ضرورت ہوتی ہے  
او جمیعت خاطر اپنیں تعالیٰ نہ ارتکلیں کو حاصل ہوئی ہے جن کو کامل یقین ہو کہ « لَأَنَّ  
اللَّهُ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُدُّ الْفُقَرَاءِ الْمُتَّيَّنُ »، یعنی اللہ اپنی قوت سے ہم کو رزق پہنچاتا ہے۔  
اور یقین کو چنتہ اور تنقل کرنے کے لئے محض نظر فیلہ عالم نے اپنے نیقدوں کو یہاں  
فرمائی ہے کہ « فیقر اسی پر قناعت کرتا ہے جو بے طلب غیر سے اس کو پہنچے ॥ اور  
یہ بھی فرمایا ہے کہ « بورزق جس کی قدمت کا ہے وہ اس کو مزدور کرنے پڑتا ہے ॥  
ان ارشادات میں صبر و ثبات کی تعلیم ہے۔ تاکہ فیقر کو اپنے رزق رسائی کی قوت کاملہ  
کا الیسا یقین ہو جائے کہ قلب مطہن اورستھن رہے اور ماسوائے اللہ کے آگے با تھذیح میلانے  
اور جب عنایت مرشد کامل سے نیکو رازن مطلقاً کے وعدہ رزق رسائی پر کامل  
بہر دسان ہو جاتا ہے۔ تو اس کا قلب مطہن اور اس بیکی فکر سے فارغ ہو جاتا ہے جیسا کہ سکار  
عالم پناہ نے متواتر فرمایا ہے کہ « نیقر تصدیق کے بعد مستحق ہو جاتا ہے ॥ اور اسی مضمون کو دوسرے  
الفاظ میں یہیں فرمایا ہے کہ « اہل تصدیق کریں گے کرتے ॥ اور یہی فرمایا ہے کہ « تصدیق  
عین ایمان ہے جس کو تصدیق نہیں اس کا ایمان ناقص ۶ ॥ » اور اکثر یہ ارشاد ہو اے  
کہ « جس کو کسب پر بھروسہ اے اس کی تصدیق ہدانا محل ہے ॥

ان ارشادات کا صاف اور صریح مفہوم یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ کی صفت رزان  
پر لفیں قطعی نہ ہونا ضعف ایمان کی عین دلیل ہے خصوصاً ایسی حالت میں کہ رزان مستحقی  
نے اپنے وعدہ رزق رسالی پر کم کھائی ہے اور بکمال رحمت ارشاد ہو ہے۔ «فِي السَّمَااءِ  
رِزْقٌ كُمْدَمًا أَوْ عَدْدًا ذَنْ فَرِدٍ، السَّمَااءُ ذَلِكَ وَضْرِبَتِ الْحَقْنُ»

چنانچہ اس آیہ کریمہ کے نتیجت میں امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ نے منہاج الحابین کے  
عنتیہ چہارم میں عارف بالله حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ، «العنت  
خدائے بر قوے کے پروردگار ایشان بر سایہ دن رزق سوگند خورده دایشان منوارش ندارد؛  
المحاصل تیلہ عالم نے اپنے ہتھ بند پوش غلاموں کو جس طرح ترک سال کی متواتر تاکید  
فرمائی اسی طرح مختلف عنوان سے یہ بھی سمجھا دیا کہ اسباب و کسب کو رزق کا وسیلہ نہ بازاڑ  
اوغیر اللہ کی امداد داستعانت سے مستغنی رہو اور بکمال صدق اس کا لفیقین گرد کنائی مطلق  
رزق منفیہ کا ضامن ہے جو وقت متفرد پر یہ کو مزدوج پستی کا یقین مولانا علیہ الرحمۃ  
ہے یہ توکل کن ملزاں پاؤ دست رزق تو بر تو ز تو عاشق ترست

اوکسی ابل دل اور صاحب یافت نے اسی صندن کو یہی نظم فرمایا ہے۔

پے مگس بزرگ نہ نکلت رزق را ذری رسال پر میں بدہ  
خلاصہ یہ کہ مسلک وارثی میں باعتبار دیگر شرائط و قیود کے ترک کسب مقدم اصلانی  
قریباً یا ہے ممکن ہے کسی دوسری شرط کی تعییل سے کوئی تیکری وجہ سے منشبی بھی ہو ایکین  
یہ حکم عام ایسا قطعی ہے کہ اس کی ہدایت حضور نے متواتر فرمائی ہے۔

اور دیکھا ہے کہ اکثر فرقے وارثی پیشوائے بر قوے کی عنایت سے کسب و اسباب اور  
رسال عن الناس سے محفوظ رہے اور بکمال صبر و ثبات سلف صالحین کی یہ سنت جاریہ  
اوکی۔ اور نہ مصیبت فقر و فاقہ میں زبان حال سے یہی عرض کیا۔

من پے کوئے تو خوشم خاتمین دیر ان کن من پوئے تو خوشم ناذہ نہ امار مگر

لیکن حضور قبلہ عالم نے اپنی پرچش اور صاحب یادت فقر کے دستے تک حوال کو اور تیارہ دیسیں کر دیا ہے اور ایسے احکام صادقہ ملئے جن میں توکل خاص کا ذکر ہے اور ان کا دی مفہوم ہے جو حضرات عاشقین کا مشتری ہے مثلًا کثر ارشاد ہوا ہے کہ «مرجائے مگر کسی کے آگے باختہ پھیلائے» اور کبھی اس مضمون کو بول فرمایا ہے «سات روز کا بھی فاقہ ہو تو زبان رحمت شکایت سے آشنا ہو» اور یہی قسم یاد ہے کہ «جس کو تصدیق ہے وہ خدا سے بھی نہیں مانگتا۔ اور سمجھنا ہے کہ جو میری قیمت کا ہے وہ ملے گا» اکثر یہ بھی فرمایا ہے کہ «فیتن کو چاہئے کہ اللہ سے بھی: مانگے کیا وہ جانتا ہیں جو شرگ کے بھی تیارا تر قریب ہے؟ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ فیقر خدا کا عاشق ہوتا ہے اور عاشق کو چاہئے پر قائم ہے؟ اور یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ فیقر خدا کا عاشق ہوتا ہے اور عاشق کو چاہئے کہ وہی کرے جو مخصوص کی رضاہوڑنے والے دانکار کرے اسی کا نام رضاویں مسلم کے حضور قبلہ عالم کے یہ احکام جو توکل خاص کی تعلیم سے ملوہ ہیں بظاہر اس مسلک کے منانی معلوم ہوتے ہیں جس میں قاضی الحاجات کی بددگاہ میں متاجات مشرد عمدخون ہے مگر نہیں سمجھنا سماں کی عدم معلومات کا تصور یا محدود خیال کا اقتضائے، حضرات عاشقین کے مسلک میں بجز احاداد کے مفارکت ہیں سہیشہ ان کے احوال اور افعال دی ہوتے ہیں جو خدا کے پسندیدہ ہیں پس خدا کی پسندیدہ شے میں مقرر ہیں خدا کو اختلات کیوں ہو گا؟ لہذا بارگاہ رب العزت میں حاجت برائی کے لئے مناجات کرنیا یہ مسلک بھی اہل حق کا ہے اور ان کا دعا کرنا، ان کی تصدیق صادق اور یقین واثق کے منافی برگزینہں بلکہ ان کے حالات اور مقامات کا اقتضای ہی ہے کہ صحیثت عیدین حضور احادیث میں ضرور استدعا کریں۔

ادارشادات وارثی کا جو مفہوم ہے یہ مسلک حضرات عاشقین کا ہے جو بکمال صدق و یقین سمجھتے ہیں کہ ذات خالق کائنات علیم درجیز ہے۔ اور اس قاد مظلہ کو جو منظور

ہے وہ ضرور ہو گا۔ اور اس کا بغیر محدود علم ہمارے مصالح۔ ہم سے بہتر جانتا ہے اسے  
قضا و قدرت کی مصلحت میں داخل دینے کی حاجت نہیں۔ بقول عافظہ:

جام جہاں نماست ضمیر میز یار      انہا راحتیاں خود آنحضرت ماجست

بلکہ ان کا یقین کامل ان کو مستثنی کر دیتا ہے جیسا کہ شہور مقولہ ہے۔ **الْفَقَيْرُ لَا يَخْتَاجُ إِلَى الْمُلْكِ**  
چنانچہ حضرت شیخ نصیر الدین محمود روشن چراغِ دہلی علیہ الرحمۃ  
صاحف السلوک میں **الْفَقَيْرُ لَا يَخْتَاجُ إِلَى اللَّهِ** کی تشریح یہ فرمائی ہے کہ اے دوست درفتر  
مقامے است کہ فقیر دیاں مقامے یعنی افتخار بری پھر کس ندارد۔ زیرا کہ حاجت صفت و وجہ  
است **إِنَّ الْفَقِيرَ جَبَ لِوَحِيدِ الْحَقِيقَى** سے ہو گا ہوتا ہے تو یہ جو ہتھ جمعیت خاطر اس کو طلب  
اعانت کی حاجت بنتیں رہتی۔

چنانچہ مکتب بات بھی میزی کے مکتب شست و نہم میں ہے کہ یہ اذیز رگان گفتہ است  
کہ فقیر کے است کہ اور ابر خدا دند حاجت نہ باشد یعنی کہ از صدق و لیقین کہ دارد۔ میدان  
کر روزے ادگرچہ خواہ دخت تعالیٰ بد و رساند ॥

اور امام عبدالراہب شعراں علیہ الرحمۃ نے بلقات الکبریٰ میں منظر القربیتی علیہ  
الرحمۃ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ **الْفَقَيْرُ هُوَ الَّذِي لَا يَتَكَبَّرُ لَهُ إِلَى الْمُلْكِ حَاجَةً** کہ فقیر ہے  
جس کو اللہ سے بھی کوئی حاجت نہ ہو اور یہی مضمون ہمارے حضور قبلہ عالم کے ملفوظ کا ہے۔  
چونکہ مقامِ توکل میں حضرت موسیٰ کے حالات ان کے درجات کے لحاظ سے مختلف  
ہوتے ہیں اس لئے بعض اہل معرفت حسب ضرورت حق تعالیٰ کی کفالت چاہتے ہیں۔ جو  
بجاے خود بالکل صحیح اور درست ہے اور بعض اہل تفصیل جن کی وقتِ اخسیار یہ  
قضا و قدرت کے آگے فنا ہو جاتی ہے وہ ازوارِ وحیدہ طلاق کے سامنے ایسے محو اور  
مستقر رہتے ہیں کہ ان کو دی نظر نہیں آتی اور جملہ معاملات میں رہنے والی اذہب ادالی  
ان کا لفظ العین ہوتا ہے اور وہ موحدین **لَا يَخْتَاجُ إِلَى اللَّهِ** کے مصداق ہوتے ہیں

الغرض حضور قبلہ عالم نے فرقائے ہتھیں لپوش کو پہنے مشرب کی اس خصوصی شرط سے  
کا حقہ آئا کہ فرمایا کہ سوال عن الناس تطفاخ رام ہے کفالت خدا پر ہم برداشت کرو وہ کافی بال اللہ دیکھا  
لیکن جس طرح اس ہم ترین مجاہدت کا حکم قاطعی آپ نے صادر فرمایا۔ اسی طرح شریعت  
داری شے از راہ پر درشیں سریاعنت کی دشواریوں کو آسان کرنے کا خراصیہ کیا ایسے بنگا  
عنوان سے تعلیم فرمایا کہ دہ آسائیاں کبی داخل مشرب ہو کر واذمانت زہاد رخدا بت  
ڈکل ہو گیئں۔

حالانکہ دہ آسائیاں بنا بر تمدنی باتیں ہیں۔ لیکن درحقیقت بنا بیت مہینہ اور نیات  
بکار آمدیں۔ بلکہ ان کے نتائج اور ثمرات کو دیکھ کر اگر یہ کہا جائے تو بے جانتہ ہو گا کہ لبیز  
ان کے تاہدین اور منوکلین کا دستور العل مکمل ہیں ہو سکتا۔

چنانچہ حضور قبلہ عالم نے گویا اپنے فرقا کو یہ سمجھا دیا کہ اگر تعلقات موجودات سے  
انقطع کو مشکل جانتے ہو جو دفعی دشوار ہے کبھی تو اس تقابل برداشت مجاہد کی نجیبلیں س  
صورت سے بآسانی ہو سکتی ہے کہ تم خواہشات بشری اور ضروریات معاشرت کو منحصر اور محدود کر دے  
جس طرح اہل دنیا کے مختلف اوقیعیں باس کو چھوڑ کر بنا بیت سادہ اور کم خرچ باس اختیار کیا  
ہے اسی طرح نکتہ ارادیگر اسباب معاشرت بھی اغنیا کے سامان معاشرت سے باکل جد اگاثہ  
اور تکلفات سے معرا ہو۔ جب ایسے ناہد نظر اور فقیر اور امداد سے جو سماپتکل ہے سادگی بد  
زندگی بس کر دے گے تو اس بائیکل کی جانب تعلقات ہو گا اور نہ سامان آرائش کی طرف بہبیت  
ماں ہو گی اور نظر تا الی چیزوں سے جو تعلق ہوتا ہے۔ وہ خود بخود منقطع ہو جائے گا۔

مثلاً باس میں جو نہ اور روپی جو بالکل زائد اور غیر ضروری اس وجہ سے میں کہتے ہوں شی  
سے ان کو تعلق ہیں۔ لہذا ان کا پہنچنا ترک کر دے یا بت کے سانچہ کی بھی ہو یہ ایک قسم کا امارتہ  
بلندی کی ضرورت ہے تو ایسیٹ یا پنچر کا تکڑا اس کر کیتے کچھ یا اپنے باختہ کو اپنائیں کیونکہ بیانلو۔ سیاست  
کے لئے سواری کا انتظام بیکار ہے۔ خدا نے پاؤں دینے ہیں۔ پہیل سفر کر دا در

چند دن کی زندگی کے واسطے مکان بنا نہ سوں ہے۔ اُرام لینے کے لئے درخت کا سایہ  
سکافی ہے اور چکی چوپا اس لئے بے مزدودت ہے کہ روزی غائب پر موقوف ہے جو کم از  
کم دعوت کی صورت میں پہنچے گی۔

اسی طریقے حضور قبلہ عالم نے عملاً اور یہی بصرحت تجزیہ کی ہبہت فرمائی ہے  
 بلکہ ہن لذت یعنی دیکھا جائے تو اصولاً مشرب و ارشی کا جزو داعم تجدید ہے جس کی اہمیت کا  
 اشارہ آپ کے خوف میں موجود ہے۔ کیونکہ آپ کا خود بیرون گوٹ کے ناتاکام رہتا ہے اور  
 گوٹ کا منشاء صرف تجزیہ کا اختیار کرنا ہے۔

اور حضور قبیلہ عالم نے متواتر فرمایا ہے کہ تم گوٹ بن دیں "یعنی مجرد ہیں اور اکثر  
 آپ ہن لگوٹ بن دی کی تدبیت یہ فرمائی ہے کہ "لگوٹ بن داں کو کہتے ہیں جو دنیا کی  
 عورتوں کو اپنی ماں بھیں سمجھے" اس سے صاف طور پر ظاہر ہو گیا کہ لگوٹ بن دی کے معنی ہو رہا ہے  
 چونکہ تجزیہ کا ذکر اور پر بصرحت ہو چکا ہے اس لئے اسی قدر عرض کر دوں گا کہ ایک تجزیہ سے  
 اس قدر انکار لاحق ہوتے ہیں جن کا شمار کرنا دشوار ہے اور صرف تجزیہ سے ان کا سد باب  
 ہذل ہے اس لئے سرکار عالم پشاہ نے اپنے ہندو پوشاون کو تجزیہ کا حکم دیا۔ تاکہ جمیعت خاطر  
 ہو۔ ورنہ اب تجزیہ کو کسب داسیا ہے دست بردار ہذا دشوار ہے۔

علی ہذا اکثر حضور قبلہ عالم پاپی اپنے فقار سے مخاطب ہو کر یہ کہی فرمایا۔ تخت پنگ  
 مونڈھ، کرسی پر رہ پہنچنا، اور یہی فرمایا ہے کہ "النان کا خمیر خاک سے ہو لے اور  
 خاک ہی میں اس کو ملنا ہے تو فیقر کو لازم ہے کہ بخاک کو دیکھے اور زین کو اپنا لہتنی ہے"  
 اور یہی ارشاد ہو ہوندے ہو کر یہ پہنچنے سے رعانت کو تجزیہ ہوتی ہے۔ اور یہ کہی فرمایا  
 ہے کہ "فیقر بیشتر سے زین پر سوتے ہیں" یہ کہی فرمایا ہے کہ "زمین پر سر  
 بیٹھنا خاکساری کی دلیل ہے" اور یہ کہی فرمایا ہے کہ "جن کا ذکر رہا انکی ہوتا  
 ہے وہ زین پر سوتے ہیں" اور یہ کہی ارشاد ہو ہے کہ "زمین پر سوتنا اور بیٹھنا ہمارے دادا

کی سنت ہے؟

یہ ارشادات فقرت وارثی کی معاشرت کا وہ دستور العمل ہے جس کی تعییل سے علاحدہ تغیرت خاطر کے آپ کے مقدس افعال کی صورت اتفقید کبھی ہوتی ہے کیونکہ آپ نے ہمیشہ فرش زمین پر استراحت فرمائی ہے اور ختنت، پلٹاگ وغیرہ کا دیکھنا بھی آپ کو ناپڑھتا۔ الفرض بلحاظ اختصار یہ چند احکام تمثیلاً زگارش کے ورنہ علاحدہ ان کے اور متعدد ترمان ہیں جن میں اکثر شخصی یا غیر قطعی بھی سمجھے جاتے ہیں جن کا ذکر بخوبی طوالت ذکر کوں گا لیکن حضور قبلہ عالم نے خود ان کی بھی بکمال اعتمام ہمیشہ پابندی فرمائی۔ مثلاً تقریبات شادی وغیرہ میں شرکت کرنا جو آپ کے مخصوص مزدکات میں دخل ہے چونکہ ایسی تقریبیں میں شرکیں ہونے سے تعلقات میں اضافہ ہوتا ہے شاید اسی وجہ سے سرکار عالم نپاہ نے شرکت نہ فرمائی۔ کیونکہ آپ کے مشرب کی پہلی شق ماسواہ اللہ سے کلینہ الفظل ع قطعی ہے۔

یا سک جات کو رغبتباً ہاتھ سے نہ چھو نا۔ چنانچہ جملہ مریدین کو بخوبی اس کا علم ہے کہ روپیہ اشرفتی کی کشافت سے حضور قبلہ عالم کا درست مقدس ہمیشہ آپ اور محققہ ذرا با اور شرط رعنیت اور غیر رعنیت کا کیا ذکر ہے آپ نے مسی یا نقرنی یا طلائی سکر کو کبھی سہوا بھی ہاتھ سے نہیں چھو کیونکہ قانون فقرکی مخصوص شق ہے کہ فقیر چاندی اور سونے کو بخوبی جانتا ہے۔ یا نماز میں امامت ذکرنا جضور نے اس شرط غیر قطعی کی پابندی میں بھی ایسا بلیغ اہتمام فرمایا کہ ذرائع کے ساتھ نوافل کی بھی آپ نے کبھی امامت نہیں فرمائی ہمیشہ اقتدار کی۔ حالانکہ آپ حافظ بھی اور قاری بھی تھے ارباب تقدیر نے اخترانا امامت کے تجویز و جوہ تحریر فرمائے ہیں وہ قابل دید ہیں لیکن علاحدہ ان کے شاید آپ کی اس احتیاط کا ایک سبب یہ بھی ہو کہ مقنطیلوں سے امام عموم افضل سمجھا جاتا ہے اور آپ کی انکسار پسند طبیعت نے اس فضل عارضتی کو بھی گواہانہ فرمایا۔

یاغفتت کی نیند سونا۔ یا شکم بیر جو کے کھانا کھانا۔ یا قبیل کے سانچہ مہنسا یا زیادہ  
بانیں کرنا یا کسی کی تکلیف سن کے خوش ہونا۔ یا کسی چیز کے زائل ہو جانے کا افسوس کرنا۔ یا  
اغنیا سے ملنے کی کوشش کرنا۔ یا قرض لینا دیگرہ دغیرہ ان صفات کیشف کے کدر،  
کدوڑت سے آپ کا شفات دامن ہمیشہ پاک رہا۔

ہدایت عام | فلہنڈ اجس طرح برادران خرقہ پوش کے حق میں حذر قبیله عالم نے نعمات  
مرثی کے بیسا میں مخصوص عکام صادر فرمائے۔ اسی طرح یہ ارشادات بھی اپنی اس  
خصوصیت کے اعتبار سے ضرور قابل مطالعہ ہیں لہن کا خطاب کسی خاص اور مجدد د  
جماعت ہجتیہ ملکہ وہ ذریں میں جن کو حکم عام یا غلام ان دارثی کا دستور العمل کہا جائے تو  
یہے جائز ہے گایا پا تھا درہ الن ظمیں یہیں کہیں کہ حضور کے اس فیش عام سے بلطف غلام ان دارثی  
مستفیض ہو سکتے ہیں۔ جو فی الحقیقت آپ کے احسان اور پر درش کی بین دلیل ہے۔  
کیونکہ آپ کے مزاج ہمایوں کی یہ صفت جو دیگر صفات سے نسبتاً زیادہ مہمیز معلوم ہوتی  
ہے کہ باوجود داکن استفزاق اور تعقیل محیت کے اس داعی الی اللہ نے کہیں اور کسی  
حالت میں اپنے غلاموں کی حمایت اور دستگیری میں ناصل یا بدایات اور نہماں  
میں دریغ نہیں فرمایا۔

بلکہ زیادہ قریب ہے کہ میری اس گزارش کی نابیدکرنے میں انوان ملت کو عندر زند  
ہو گا کہ سرکار عالم نپاہ از روئے اصول مسادات اپنے مترشیدین کے اصلاحات میں  
کبھی ان کے ذاتی اعزاز اور صفاتی امتیاز کی وجہ سے رشد دہایت میں کوئی تخفیعاً ہے۔  
تفصیل ہمیں فرمائی۔ بلکہ ہر دست گرفتہ کی معادوت کے موقع پر معارنت اور دہایت کے  
موقع پر دہایت اسی عنایت اور اسی شفقت سے فرمائی جو ایک ہر بان رہنمائی کی شان ہے۔  
بھروسے کہ تعلیم روحانیت میں یا احتیاط ضرور فرمائی کہ طالب کی استعداد کا لحاظ  
فرما کر اس کی صلاحیت کے اعتبار سے اس کو دہی حکم دیا۔ جس کا وہ اہل سخا درست غلامی

ادارہ امنی کے رہنمے بارگاہ داری میں سب کی تیزیت کیاں تھیں۔

خصوصاً احکامِ حنفیۃ اخلاق سے نعلیٰ اور رجہ عادت کو درست اور جیالات کو شناسانے کے لئے ہمارے مرشد کامل نے پتوان اصلاح و تعمیہ صادر فرمائے ہیں۔ ان بارہ شادات کے برکات اور تصریفات سے توبیدر جاتم جملہ مردین کو مسادی سردار ہے اور اس کیشہ التجدادگر کہ بارہ قرداپ کے اس نیض عام سے مستفید ہونے کا بھیثت داختی ہے لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی عرض کروں گا کہ جس طرح یہ احکامِ قائم کے لحاظ سے حضور قبلہ عالم کے جملہ مردین کے واسطے عموماً مفید ہیں اسی طرح ان کی قطبیت کی وجہ سے جملہ پرستاران بارگاہ داری ان کی تعیل کے لئے مکافع کوں معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے طبیب باطنی نے صحبت حال اور تقویت خیال کے واسطے یہ مجرب لمحہ محنت فرمایا ہے پس شکرگذاری کے ساتھ نہ اذ المضر اس کو استغفار کرنا ہمارا فرض لازمی ہے۔

چنانچہ حضور قبلہ عالم نے اپنے امیر و غریب، قدیم و جدید مردین سے مخاطب ہو کر نہایا ہے کہ ”اگر کسی کے بانٹنے نکلیں پسچے قبل سکے کہ دھنفل ہوتم معاف کر دو“ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ” باوجود اختیار کے دشمن سے بھی بدلت لو کیونکہ جب فاعل حقیقی ایک ہے تو عرض کس سے اور کون لے گا۔

حضور قبلہ عالم کا یہ ارشاد بخنفر الفظوں میں توجیہ افعانی کی مکمل شرح ہے اس لئے کہ موجود کو جب یہ مرتبہ تغییر ہوتا ہے تو وہ بحیث تحقیق خود اپنی مجبوری کو دکھانا اور بکمال یقین جلد واقعات دوائدات کا فاعل حقیقی شابدی گی کو جانتا ہے۔

چنانچہ منقول ہے کہ شہید سردد ہلوں کو جب غلیب جذبات لے مجھیلیات اوزار ذات کیا اور مدہوشی کی حالت میں سترپوشی کا خیال بھی نہ رہا تو حضرت علماء قتل کا فیکی دیا اور عالمگیر کی منظوری سے جلا مقتول میں لا یا اور قتل کیا تو آخری کلام سردم کا یہ تھا۔ سرحد اکردا ذمہ شوئے کہ بامیار بود فتح کوتہ کرد دند در در سر بیمار بود

لیکن بنا ہر تو سرہ کا قاتل جلا دستا یادہ علی رجہوں نے فتوحی انکھی اور نگزیب جس کے حکم سے جلا دیا۔ مگر سرہ علیہ الرحمۃ نے ان کا عام اشارہ بھی ہٹیں لیا۔ بلکہ قاتل کا پتہ چہ تباہا۔ شوخ کہ بامیا رپود۔ لہذا جو یہ تھی کہ سرہ کو صرف شاہد حقیقی سے سرہ کا رخاں لے سی کی جانب اشارہ کیا۔ اور یہی توجیہ افعانی کی تعریف ہے۔ کہ موحد جلد موجودات کو مجبوراً اور شاہد غیبی کو تا مطلقاً اور قابل حقیقی مانتا ہے۔ جیسا کہ سرکار عالم نپاہنے اپنے مشرب کے مطابق فرمایا۔ فاعل حقیقی ایک ہے عرض کس سے اور کون لے گا۔ اور یہ بھی حضور نے فرمایا ہے کہ دشمن کے ساتھ سلوک کر دیا یہ شیر خدا کی سنت ہے کہ قاتل کو پہلے شربت پلایا۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ دشمن سے بعض رکھنے میں اپنا فرقان ہے کہ بعض کی کثافت قلب کی لطافت کو خوب کرنے ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم کو معلوم ہوا کہ قبیلہ کے دو موخر شخص باہم ایسے کشیدہ خاطر ہیں کہ ایک دوسرے کے خون کا پیا رہے اور ان میں سے ایک صاحب قدیم بوسی کو آئے تو آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم کو نین محلوم کر بعض لفاق کی جڑ ہے اور لفاق سے ایمان خراب ہوتا ہے۔ وہ صاحب نہامت سے منگول اور آبیدیہ ہو گئے۔ اور اسی وقت جا کر اپنے فریق مخالف سے بخلگر ہو گئے اور پھر دلوں ساتھ حاضر خدمت ہوئے اور پی مصالحت کا انہیا کیا تو حضور خوش ہوئے اور فرمایا کہ ”دو بھائیوں میں عدالت ہونا اس کی دلیل ہے کہ ان کو باپ سے محبت ہٹیں جاؤ عدالت سے ہمیشہ اخڑا زکرنا۔“

اور یہی فرمایا کہ کسی بندہ پر احسان کرنے سے خدا کے ان احسانات کی حقیقت سمجھنے کا شور ہوتا ہے جو ہر دقت وہ بندہ لواز کم پر کرتا ہے اور یہ شور حصل ہونے سے شکر کی توفیق ہوتی ہے اور شاکرین میں شمار ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ارشاد ہو گے کہ ”دوسرے کا احسان یا درکھوا دا پنا احسان بکھول جاؤ“ اور یہی فرمایا کہ اپنے احسان کا ذکر کرنا احسان کے فائدہ کو مٹاتا ہے۔

پڑا پور آپ کے ایک حادثہ بگوش نے خدمت والا میں اپنے بھائی کی شکایت اس بذان سے کی کہیں نے اولاد کی طرح پڑا پڑا سایا۔ شادی کی بیگن اس نے عدالت میں دعویٰ کیا کہ باپ کا منزد کی قیمت کر دو، جنہوں نے عالم نے فرمایا کہ، "اگر انپے احسانات تم بھول جاتے تو شاید وہ دعویٰ بھی نہ کرتے۔ تم کو تو احسانات یاد میں گویا دلپس کر لئے میں اس نے ان کا اثر بھی زائل ہو گیا۔ جاؤ جب اس کام طالیہ جائز ہے تو بھی تصفیہ کرو" یہ بھی فرمایا ہے کہ وعدہ کر تو اس کو پورا کر دے، کیونکہ الیخائے وعدہ نہ کرنا گناہ ہے اور یہ بھی فرمایا ہے، "طبع ذلت کا میش خیمہ ہے" اور یہ بھی فرمایا کہ، "طبع یقین کو خراب کرتی ہے" اور یہ بھی فرمایا ہے کہ، "حریص حیان لفیض اور محروم رہتا ہے" اور یہ بھی فرمایا کہ، "جب عنقل سلیم مغلوب ہوتی ہے تو آثار حرص طبع کا اظہار ہوتا ہے" اور یہ بھی فرمایا کہ، "حد میں سوائے لفظمان کے فائدہ نہیں" اور یہ بھی فرمایا ہے کہ، "حاسد علیشہ ذیل رہتا ہے" اور یہ بھی فرمایا کہ، "حد"۔ ایمان خراب ہوتا ہے، "لقول مولانا"۔

خاتما ہنہا از حسد باشد خراب باز شابی از حسرگرد د غرب  
ادریس بھی فرمایا ہے کہ عذر اکسی کی حق تلفی کرنا وہ گناہ ہے جو تو بے بھی نہیں معاہ ہوتا یہ بھی فرمایا کہ، الشان کو چاہیئے کہ زین کی خاصیت اختیار کرے کہ سب کا اوجہ اٹھائے اور اپنا بارسی پرندے دالے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اپنی سبلائی چھپا دے اور کسی کی براں نہ کھو،

چنانچہ حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں ایک ہتھیند پوش حلقة بگوش نے عرض کیا کہ حسب ہدایت آخر شب میں ذکر رہا ہوں مگر کیسے بھی نہیں ہوتی، تھنا ہے کہ طبیعت گداز ہے جائے ارشاد ہوا کسی کو براز بھجو، محبت کا ادب یہ ہے کہ متعوق کی جس چیز کو عاشق دیکھے وہ اچھی معلوم ہو، جیسا کہ مجرزی لیلے کی نسبت سے سگ لیلی کو پیرا کرنا تھا تو تم بھی خان کی نسبت سے اگر مخدوچ کو اچھی نظر سے دیکھو گے تو قلب کی حالت مبدل ہو جائے گی۔

یہ بھی فرمایا ہے کہ "کسی مذہب کو برداز ہو۔ کیونکہ اس کے ملنے کے راستے  
بلے شمار ہیں"۔ *اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِعِنْدِ دِائِنِ قَانِتِنِ الْحَمَادِيَّةِ* ۲

چنانچہ منقول ہے کہ مولانا ردم علیہ الرحمۃ نے آخر زمان میں یہ مسلک افتخیار فرمایا  
خناک اسلام کے کسی فرقہ کے اعمال و عقائد سے اختلاف ہنیں کرنے تھے۔ جب آپ کے اس  
خیال کی شہرت ہوئی تو ایک حلیل القدر فیقہ نے تقدیقیں حال کے ماتھے اپنے دشمنوں کو د  
حکم دیا کہ جاذگِ مولانا کی سی حالت دیکھنا تو تم ان کو گالیاں دینا۔ شاگرد دل نے جاگر دلانا  
سے ملاقات کی اور معلوم ہوا کہ قرعی آپ کی سے اختلاف ہنیں فرمائے تو اسٹاد کے حکم کے مطابق  
امکنون نے مولانا کو گالیاں دیں۔ آپ نے انکسار کے ساتھ فرمایا، مجھے اس سے بھی خلاف ہنیت  
یہ بھی فرمایا کہ «فرض لینا الشان کے ذمار کو صنایع کرتا ہے»۔ یہ بھی فرمایا کہ «فرض  
دد تو طلب شکر ہے» یہ بھی فرمایا کہ «دالیں لینے کی بیانت سے فرض دینا بحیث کو قطع کرنا  
ہے» ۳ یہ بھی فرمایا ہے کہ «شریعت اور طریقت میں خود میں منافی آ دایں بعیت ہے» ۴

از مرد میں چشم بہاید آموخت دیدن ہم کس نا دندیدن خود را  
یہ بھی فرمایا کہ خدا اس دفت ملے گا۔ جب من و تو کا جھگڑا چھوڑ دو گے ۵ یہ بھی  
فرمایا کہ «جس نے حق کو دیکھا وہ کامیاب ہے۔ اور جس نے خلائق کو دیکھا وہ خراب گیا» ۶  
یہ بھی فرمایا کہ «جو کام کر دخدا کے پھر و سے پر کر دے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ خود پرستی  
حباب کو برھاتی۔ اور مقصود سے دور رکھتی ہے» ۷ یہ بھی فرمایا ہے کہ «مرپہ میں  
جب تک خودی رہے گی پیر سے در رہے گا۔ لقول سے

در محفل کو خورشید انہ شمار نہ دہتا خود را بزرگ دیدن شرط ادب بنا شد  
یہ بھی فرمایا ہے کہ «گمانی کو دست رکھو اور شہرت سے بچو۔ مصرع خود پسندی  
جان من بربان نادانی پود

یہ بھی فرمایا ہے کہ «خواہشات نفس امارہ کی تعییل خدا سے در رکھتی ہے» ۸ یہ بھی فرمایا۔

ہے کہ "نفس امداد کے خلاف عمل کرنا عبادت ہے" یہ بھی فرمایا ہے کہ "نفس کی دوستی ہلاک کرتی ہے" یہ بھی فرمایا ہے "کمر پیدی کی ترقی کا زیستہ ادب ہے" یہ بھی فرمایا ہے کہ جس دنیا سے عنقریب علیحدہ ہوتا ہے اس کی جستجو صریح غفلت ہے یہ بھی فرمایا ہے کہ "دنیا کا دلدادہ - خلائق آخرت سے مخدوم ہے گا" یہ بھی فرمایا ہے کہ مکتام برائیہ سکی جزا دنیا ہے یہ بھی فرمایا ہے کہ "جو حق سے ڈرتا ہے وہ خلق سے بے خون رہتا ہے" یہ بھی فرمایا ہے جو خدا سے ڈرتا ہے لپٹنے والوں کو پیش نظر رکھتا ہے یہ بھی فرمایا ہے کہ تین پہنچ تو صراحت راحت پہنچ تو شکر کرو یہ بھی فرمایا ہے کہ "ہماری منزل عشق میں استظام نہیں" اور اگر اس مضمون کو یوں فرمایا ہے کہ ہمارا مشرب عین عشق ہے۔ اور عشق میں خلافت اور جانشینی نہیں اور بھی یقیناً ممکن ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ ہماری منزل عشق ہے اور مشرب عشق میں خلافت اور جانشینی کا استظام نہیں جو ہم سے محبت کرے وہ یہاں ہے۔

امتناع جانشینی اُندر خارست دیکھتے ہیں تو ارشاداً والذکر یعنی معنوی اہمیت سے مصور معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضور قیلہ عالم نے اسی مفہوم کو مختلف الفاظ میں مترشیدین سے مخاطب ہو کر بھی استفہا میرے بھیں اور کبھی براہیت کے طور پر بتایا کیا اور منوار فرمایا ہے۔ بلکہ اس ملفوظ کی خاص اہمیت کا انہصار جناب والا کے اس طرزِ تعلیم سے بھی ہوتا ہے اس فرمان کے نافذ کرنے میں سرکار عالم پناہ نے خلاف عادت وہ جدد جہد رہا جس کی نیظر آپ کے ہفتاد سالہ دور براہیت میں تھیں ملتی۔

مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سرکار عالم پناہ نے چکم صادر فرمائے میں اس قدر کوشش کر کیوں کام لیا جس طرح دیگر قطعی اور ضروری احکام سے ابتدہ علموں کو خبردار کیا تھا۔ اسی طرح اس فرمان کی نسبت بھی آپ کا تبّتے تکلف عنوان سے بیس ان گرد بیان کاٹی سکتا۔

چونکہ استفسائیک ملکہ نہیں لیتھ فرڈنے ہے اس لئے یہ حسن کر دیگر فی الحیقت

اس کو شش میں صدیت داری کیا تھی۔ اس کا نہ علم نہیں۔ لیکن ظاہر آپ کا بار بار اس مذہب میں کو منحصر الفاظ طیلیں لٹھا کرنے کا سبب بھی لقینی ہے اور مناسبت میں مذہب میں جتنا ہے کہ وہ سبب عرض کرنے سے پہلے ایک تاریخی واقعہ کا ذکر کر دوں جس کے وجہ سے کامیابی کا عمل ہو جائے۔ کے بعد شاید ہے آسان یہ ظاہر ہو جائے کہ اس جہت سے یہ حکم صادر ہوا۔ اور اس لحاظ سے صنور قیل عالم نے اس حکم عام کے اعلان کرنے میں یہ اہتمام فرمایا اور اس اعلان کے بعد تو خلافت عادت کو شفافیت دے بخیال ہزپڑا سنتیا طبقی جس کو دوسرے الغاظیں خفیط القدم بھی کہ رکھتی ہیں۔ چنانچہ تقریباً سب کامیاب ہے کہ مستقیم شاہ صاحبہ ریس فتح پور جن کا بارگاہ داری ہے۔ میں تذکیر خدمت گزار مریدوں میں شمار ہے اور اسی صدقہ ارادت کے جوش میں وہ مدد و دلن مالوں سے کنارہ کش ہو کر مجھ پر چند اعزازوں کے دیوبئی شریعت میں بطور مہاجر تخلی حمایت داری میں پناہ گزیں رہیں اور انتقال بھی دیوبئی شریعت ہی میں ہوا۔ مگر تین اس مکان میں ہوئی جو فتح پور میں اسی غرض سے مرحومہ نے خرید کیا تھا۔

مستقیم شاہ صاحب کے انتقال کے بعد بھی ان کے اعزاز ایک مستقیم خادم کی شان سے اسی مکان میں سکونت پذیر ہے اور معززین ارباب دیوبئی شریعت نے ان کا آخر امام کیا۔ لیکن بالآخر طرفیں کے دلوں میں اس خیال کی وجہ سے مغائرت ملکہ معاذت کا گھر حیا بھائیوں کی قصہ کے دھرات جن کو دربار داری میں غلامی کا ثافت حاصل کھانا ان کا عموماً یہ لفظ العین سفا کار عالم پناہ کا جاتیں کوئی نہیں ہو سکتا ہے۔ لیکن کہ حذر کے وہ احکام یاد رکھنے جو اس بارے میں صادر ہو چکے تھے۔

مگر برخلاف اس کے جب یہ شہر جو اک مستقیم شاہ صاحب کے اہل قرابت اپنی دینی خدمت کے اعتبار سے سمجھتے ہیں کو حادثی کے متین ہم ہیں اور بالا اعلان یہ کہتے سائیجی کو حصہ نہ لے عالم نے ہم کو مستقیم شاہ صاحب کے مزار کا ہمنہم کیا ہے اور وعدہ فرمایا ہے کہ ہماری قبرگی مستقیم شاہ کی قبر کے برابر ہو گی بلکہ اپنی قبر کا نشان بنایا ہے تو ہم اخلاق ایجاد ہو گیا اور

ان کو اس خلاب مشرب تجھیل سے خود غرض خادم سمجھنے لگے۔

لیکن تعب یہ ہے کہ مستقیم شاہ صاحب کے خاندان کے جملہ فرما دکا پانی عقیدت کے لحاظ کو بہت منباذ ارادتمندوں کا مرتبہ حوالہ نہ تھا۔ لہذا سب کو جائشی کا خیال لاحق ہوا یہ تو بالکل خلاب عقل اور ان کی قابل قدر خدمت کے چیر کو منافی معلوم ہوتا ہے۔

اور اگر کسی خاص شخص کا تجھیل ہو تو اس کی نادانی اور عین غفلت کی دلیل سمجھی کر کار عالم پناہ کے ان ملحوظات کو نظر لمعن سے نہیں دیکھا۔

مثلاً اپ اکثر فرمائی کے تھے کہ "ہمارا مشرب عشق ہے" اور یہی سمجھا دیا جانا کہ "عشق اس کو کہتے میں جس کے پاس کچھ نہ ہو" اور یہ مکملی سمجھی گوش گزد کر دیا جانا کہ "عشق میں ترک ہی ترک ہے" اور بالآخر صفاتِ نعمتوں میں فرمادیا جانا کہ "عشق میں انتظام نہیں" اور ظاہر ہے کہ یہ ارشاداتِ منطق کے دینی مسائل نہ تھے جن کے سمجھنے کے لئے خاص دلخواہ کی ضرورت ہوتی۔ کیونکہ حضور قبلہ عالم نے سیلیں اور دیں اپنے مشرب اور اصول مشرب سے مترشندیں کو کما حقداً گاہ کر دیا جانا کہ ہم وادی عشق کے رہ لوز دیں ہو کو اساب موجودات سے متعلق نہ لواز مات دنیا سے واسطہ بلکہ ترک دنیا۔ ترک غقی، ترک مولانا ترک ترک سماعِ فہمنوں ہے کہ بجز خیال یا دردناک ماہیا کی ترتیبِ تنظیم سے سروکار نہیں۔

امتناعِ سجادگی کا حشی کہ بعد ان پدایات کے ہمکے شفیق رہنمائی پر میریا احتیاطِ فرمائی ضبط تحریر میں آتا کہ شاید کسی نے ان معمول اشارات کو اپنی شفاقتِ عقل سے مقطوعات سے تعبیر کیا۔ اور یہ عندر پیش کیا کہ ان ملحوظات کے مفہوم سے میں نے جائشی کو منافی مشرب نہیں سمجھا تھا۔ اس لئے اپنے صاف اور سبی پرده مضاہین میں یہ فرمادیا کہ ہمارا مشرب عشق ہے جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے اور منزل عشق میں خلافت اور جائشی نہیں ہے۔

اس فرمادی کو، وضاحت نے غلامان دارثی کو اپ کے مشرب اور اصول مشرب سے

بجوبی آگاہ کر دیا تھا اور حالانکہ اب کسی نا دیل کی بھی گنجائش نہ تھی۔ مگر فرمیں جن کے خوالات اغراض سے معمور تھے ان کے دل سے جانشینی کی یاد زاموش دھوئی۔  
چنانچہ اکثر مقتدر حضرت نے حضور قلبہ عالم کی خدمت میں عرض کیا کہ تمہارے معلوم ہو رہے کہ آپ کے کسی دست گرفتہ کا خیال ہے کہ بجا لاذم لامت اور باعتبار خدمت میں جانشینی کا منزادار ہوں۔

اوی بعض خدام کہتے تھے کہ شیخ عنایت اللہ صاحب داریٰ تعاقدار سید پور کا ایک خط حضور کے پاس آیا تھا جس میں بکمال شرح و بسط مردم قدم کتاب کے باوجود امتیاز قلمی کے جس کا ذکر آپ کے مفہومات میں براحت موجود ہے۔ آپ کے ایک ذمتوں گزار بالاعلان کہتے ہیں کہ مجھ کو حضور نے مستقیم شاہ صاحب کے مزار کا ہتمم اور جانشین کر دیا ہے۔ اور میں جناب والا بھی استراحت فرایدیکے۔

چنانچہ اسی واقعہ کو حیکم سید عبداللاد شاہ صاحب داری۔ اپنی کتاب موسود عین العین کے صفحہ ۵۷ میں لکھتے ہیں کہ ”فچور اور دیلوی کے لوگ جنگل میں تھے فچور کے لوگ جو مستقیم شاہ کے خاندان سے ہیں وہ کہتے تھے کہ جناب حضور نے مجھے اپنا غلیقہ کیا ہے اور دیلوی کے عہل کہتے تھے کہ یہ برگزہ بھیں ہو سکتا۔ جب لوگوں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا نہ عشق میں غلطی کیں؟“ غرض یہ اخبار جب تزاہ تک شکرا رہوئے تھے حضور قبلہ عالم کو اپنے غلاموں کی یہ خود غرضی ناگوار ہوئی اور تماقی خیشش علی صاحبؒ کے زمایا کہ کاغذ دلم دمات لاد۔ تماقی صاحبؒ صوت لکھنے کا سامان لیکر فوراً حاضر ہوئے ارشاد ہوا کہ ”لکھو“ ہماری منزل عشق ہے۔ جو کوئی دعویٰ جانشینی کا کرے وہ باطل ہے۔ ہمارے سیاں کوئی ہو۔ چمار ہو یا غا کر دب۔ جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے۔

الحال ۱۳۰۷ھ میں حسب الکم تدبیکیم یہ فرمان نکوڑی صراحت کے ساتھ بنیط

تحریر میں آگی اور سرکار عالم نپاہتے وہ تحریری بیس حکم خادم خاص کو پرد فرمائی کہ اگر کوئی شخص  
بس کی لفڑ کا خواستہ رہو تو اس کو دے دینا۔

ممکن ہے کہ اس تحریر کی اقلیت بعض دیگر مریدین بنے بھی حاصل کی ہو لیکن چند مفتکے بعد  
جب قصہ مسوی مطلع بارہ بھی میں جسٹ سید شرف الدین دارثی قدیموی کے لئے پڑھنے سے حضر  
ہوئے تو حضور قبیلہ عالم نے خاص طور پر وہ اصل تحریر ان کو محبت قران اور ایک نقل س کی اپنے  
قدیمی حالت گوش منشی نادھیں صاحب دینیں بگرام کو اس مخصوص حکم کے ساتھ محبت ہوئی کہ  
”نادھیں اگر کوئی انگریزی بگی مانگے تو اس کو دکھا دینا“ ॥

جسٹ موصوف نے تو حکیم سید عبدالآد شاہ صاحب دارثی کی کتاب عین القین  
یا اس تحریر کو شایع کر دیا۔ اور تاسیس سال کے بعد اگست ۱۹۱۵ء میں جب درگاہ دارثی  
الیسوی اشیں کی جانب سے عدالت ڈسکرٹ جنگھٹ میں حسب دفعہ ۹۲ منابطہ دیا گیا۔  
مقبرہ شریعت کو وقت عام کرنے اور تنخیل سجادگی کا دعویٰ ہوا تو جسٹ سید شرف الدین نے  
اپنے اظہاریں بجمال و صاحت اس تحریر کا ذکر کیا۔ امذن نادھیں صاحب نے وہ تحریر  
عالیٰ تریں پیش کی جس کی بنابر آستانہ انتقال و قت عالم ہوا۔ اور تا انہیں لوٹ سجادگی  
سے ہمیشہ کے لئے پرداز گیا۔

باخاہر یہ فلسفہ تھا کہ حضور قبیلہ عالم نے ایک اہم ترین رکن مشربی کی اشاعت کیوں اسے  
بطور اتمام تجutt یا اہتمام فرمایا کہ پہلے، پنے مشرب اور اصول مشرب سے مترشدین کو بالا جا  
مگر متوatz آگاہ کیا۔ اور ہر مرتبہ ایک دس ارشادات میں ہے نظر اہتمام کچھ نہ کچھ دضاحت زمانی  
حتیٰ کہ اصل منشار لعین امتناع سجادگی کا نہایت سلیس اور سادہ الفاظ میں اظہار کر دیا  
تاکہ جملہ حلقہ گوش ہمارے اصول مشربے آگاہ ہو جائیں اور کسی کو علمی کا عذر نہ ہو۔  
بہر کیف حضور قبیلہ عالم کے اس حکم عام کی شہرت ہو گئی ہزاروں غلامانِ دارثی اس  
امتناع مشربی سے واقف ہوئے مصنیفین نے اپنے تنبیفات میں اس کا ذکر کیا۔ چنانچہ قاصی

بجشن علی صاحب داری شے اپنے رسالہ دیلہ بخش میں یہ فرمان بمراحت نقل کیا اور  
دہ رسالہ جب حضور کی نظر سے گزرا تھا اس میں اپنے حکم امتناع کا ذکر دیکھ کر متبسم بہوں  
سے فرما یا کہ اب جو کتاب بھی جائے گی اس میں قیمت سجادگی کا ذکر ہو اکرے گا ॥  
اد رحاجی اد گھٹ شاہ صاحب داری نے رشحات الائنس مطبوعہ ۱۹۲۴ء کے صفحہ ۱۱  
میں سرکار عالم پناہ کا یہ حکم عام حرث بحرث نقل کیا ہے کہ "ہماری منزل عشق ہے" بخ  
ہم سے محبت کرے دہ ہمارا ہے ॥

پھر شاہ صاحب ہو صرف اس کے تھتیں لکھتے ہیں کہ مستند رائج نے معلوم ہوا  
ہے کہ صاحب عین المأیین نے بھی لکھا ہے کہ، ۲، زیر قاعدہ کیہ فرمان داری بایں مراجحت  
منیط تحریر میں آیا کہ "ہماری منزل عشق ہے جو کوئی دعویٰ جانشینی کا کرے دہ باطل ہے  
ہمارے یہاں جو کوئی ہو، پھر ہر یا خاکر و ب جو ہم سے محبت کرے دہ ہمارا ہے ॥  
اد رحاجی شاہ محمد خاں صاحب داری شے اپنے رسالہ تعلیمات میں اس حکم امتناع بدل گی  
کا ذکر بمراحت کیا ہے۔ اد رحاجا ہے کہ یہ آپ کی بے مثل ہونے کی عین دلیل ہے۔

علی ہذا ماملفین سیرت داری نے بھی حضور قبلہ عالم کے اس حکم عام کو تیار کی  
بجہت میں تھا ایا طور پر کھلبے۔ چنانچہ مولوی نقشبندی حسین صاحب داری بیس اٹاواہ  
نے اپنی تحریم کتاب موسودہ پرشکوہۃ حقابیۃ کے صفحہ ۱، ارشادات متعلق عشق کے سلسلیں  
حضور کا یہ ملفوظ نفس کیا ہے کہ "جو ہم سے محبت کرے دہ ہمارا ہے۔ منزل عشق میں خلافت نہیں" ہے  
پھر مواف موصود مسلکوۃ حقابیۃ کے صفحہ ۲۱۲ میں لکھتے ہیں کہ "تحقیق دید قین سے جو  
ثابت ہوادہ یہ ہے کہ آپ نے خود نکی کو خلیفہ کیا نہ سجادہ لہیں تامزد کیا۔" اد راس کے انتہا  
میں دسیلہ بخش سے حضور قبلہ عالم کا حکم امتناع سجادگی نقل کیا ہے ॥

پھر مولویت مددوح صفحہ ۲۱۲ میں مسٹر شیخ شیر عسین صاحب قدواںی داری  
بیڑا ایٹ لا د تعلف دار گدیہ ضلع بارہ بیکی کی مستند شہزادت کی بجہت میں شیخ کرتے میں شیخ عسین

صاحب تحریر فرمانتے ہیں کہ آپ کی زبانی میں نے براہ مناسا ہے کہ ہماں شریعت ہے اور عشق میں کسب نہیں۔ عدایک دین ہوتی ہے۔ ہمارا کوئی خلیفہ نہیں ہبنت میں خلافت کسی کے ساتھ مخصوص نہیں جس کے دل میں عشق ہو اور ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے۔ اسی کے تحت میں مولف موصود ایک اور مستند شہادت کا جوال الدینیہ ہیں کہ مشی نادر حسین صاحب دارثی تھیں مگر ام جو با رگاہ دارثی میں خاص ثبوت قدمات رکھتے ہیں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضور اخوز نے مقام نواب فتح بارہ بھی مجھ سے ارشاد فرمایا کہ نادر حسین ہمارا کوئی جانشین نہیں ہے ہماری منزل عشق ہے جو کوئی دعویٰ کرے وہ باطل ہو نادر حسین کہتے اگر کوئی انگریز پوچھے تو ہمیں کہہ دینا۔ اور تاضی بخش علی صاحب سے ارشاد فرمایا کہ وہ تحریر لاد اور منشی جی کو دیدو۔ تاضی جی نے عرض کیا کہ ایک بی تحریر ہو جو رکھی گئی ہے فرمایا دی ہی لاد۔ تاضی صاحب تحریر لائے حضور نے ملاحظہ فرمایا کہ مجھے محبت فرمائی کہ اپنے پاس رکھو وہ میرے پاس موجود ہے۔

علی ڈناریہ غفور شناہ صاحب مدفنی حصائی متواتر مضافات ہمارے بھی اپنے رسالہ اوارث میں اس حکم امتیاعی کو مختلف دفعات کے سلسلے میں لکھا ہے اور اس طغڑا کو آپ کے خصوصیات میں شمار کیا ہے۔

اور مرزا اشعم بیگ صاحب دارثی مولف میات نے بھی حضور قبلہ عالم کے اس حکم عالم کے بعض حصص مختلف حالات میں ہمیں سلسلہ نقل کئے ہیں لیکن صرف ہمیں یہ ملقوتاں یصرافت لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "ہم دنیا کے جنگزادوں بکیرزادوں کو کیا جائیں۔ دنیا مرد اور پرہم نے پہلے ہی لعنت کر دی۔ جو ہم سے نسبت کرے وہ ہمارا کو چاہے کوئی ہو۔" الرعن مولفین بیرت دارثی کا حضور قبلہ عالم کے اس حکم امتیاعی کو انتظام کے ساتھ نقل کرنا اس کی اہمیت اور تقطیعیت کا انتہا ادا اس کی صحبت کی عین دلیل اور انہاں ملت کو خبردار کرنا ہے کہ لوٹ سجادگی سے مشرب دارثی کلیتہ محفوظ ہے۔